KARL MARX

کارل مارکس

EIGHTEENTH BRUMAIR OF LOUIS BONAPART

لوئی بوناپارٹ کی اٹھارویں برومیئر

1852

PREFACE TO THE THIRD GERMAN EDITION OF 1891 By FREDERIC ENGELS

1891 کے ایڈیشن کے لئے فریڈرک اینگلز کا دیباچہ

اٹھارویں برومیئر 39 کا پہلا ایڈیشن نکلے ہوئے 33 سال ہوگئے، اوراب پھراس کا نیا ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت یہ ثابت کرتی ہے کہ کتاب کی اہمیت آج بھی کم نہیں ہوئی۔ یہ واقعی ایک بے مثل ذہنی کارنامہ ہے۔ وہ ہنگامہ خیز واقعہ جس نے تمام سیاسی دنیا کو ایک گرج کے ساتھ ہلا ڈالا تھا، اور جس پر کچھ لوگوں نے اخلاقی گراوٹ کہہ کر چیخ و پکار مچائی تھی، اور کچھ نے اسے انقلاب سے بچ نکلنے اور پانی گمراہی کی سزا پانے کے طور پر قبول کرلیا تھا، جس پر سب کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں لیکن سمجھا کوئی نہ تھا۔ اس واقعے کے فوراً بعد کارل مارکس نے اس مختصر، ملفوظات جیسی تحریر پر قلم اٹھایا اور فروری 1848 کے دنوں سے لے کر آگے تک فرانسیسی تاریخ کی رفتار کو واضح انداز سے پیش کرکے دکھا دیا کہ اس تاریخی رفتار کے اندرونی رشتے کیا تھے۔ دوسری دسمبر 1801 کو (40) جو معجزہ سا ہوگیا وہ ان اندرونی رشتوں کا قدرتی نتیجہ تھا۔ فرانسیسی سرکار الٹ دینے کا جو ہیرو تھا، اس کے ساتھ مارکس نے اپنی تحریر میں نفرت کا وہی برتاؤ کیا ہے جس کا وہ مستحق تھا۔ یہ تصویر ایسے کمال کے ساتھ کھینچی گئی ہے کہ تب سے آج تک جتنے واقعات روشنی میں آئے ہیں، وہ اس کی صداقت کا تازہ ثبوت پیش کرتے ہیں۔ عہد حاضر کی زندہ تاریخ کی ایسی لاجواب سوجھ بوجھ، اور جس لمحے واقعات ہوئے اسی وقت ان کی اتنی صفائی سے گہرائی تک سمجھ لینا ایسی صفات ہیں جن کی مثال نہیں ملتی۔

اس کے لئے لازمی ہے کہ فرانسیسی تاریخ کا اتنا گہرا علم ہو جتنا مارکس کو نصیب تھا۔ فرانس وہ ملک ہے، جہاں دنیا کے اور ملکوں سے کہیں زیادہ ہر مرتبہ طبقوں کی تاریخی رسہ کشی اپنے فیصلہ کن انجام کو پہنچتی رہی ہے۔ فرانس میں وہ بدلتی ہوئی سیاسی شکلیں، جن کے اندر طبقاتی کشمکش حرکت میں رہتی تھی اور اس کا انجام کوئی صورت اختیار کرتا تھا، بہت ہی صاف انداز میں خود کو ابھارتی رہی ہیں۔ قرون وسطیٰ میں جاگیرداری نظام کا یہ مرکز فرانس اور نشاۃ ثانیہ (41) کے زمانے سے جاگیروں کے اوپر ٹکی ہوئی سارے ملک کی ایک شاہی حکومت کا یہ نمونہ فرانس، انقلاب عظیم کے زمانے میں اس نے جاگیرداری کے پرزے اڑادئے اور بورژوازی کی کھری حکمرانی ایسے طبقاتی رنگ روپ کے ساتھ قائم کردی جس کی مثال یورپ کے کسی ملک میں نہیں ملتی۔ بورژوازی کے غلبے کے مقابل سر اٹھانے والی پرولتاریہ کی جدجہد بھی فرانس میں اتنے کھلے روپ میں ابھرتی ہے جو دوسرے ملکوں میں نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ مارکس نے فرانس کی نہ صرف پچھلی تاریخ کے مطالعے پر خاص دیدہ ریزی کی بلکہ موجودہ زمانے کی تاریخ کی ساری تفصیلات کا کھوج لگایا اور ماضی وحال سے وہ تاریخی سروسامان جمع کیا جو اس کے مستقبل میں کام آئے، چنانچہ واقعات آگے بڑھے تو مارکس ان سے بدحواس نہیں ہوا۔

یہیں ایک اور پہلو بھی نکلتا ہے۔ مارکس وہ پہلا شخص ہے جس نے تاریخ کی حرکت کا عظیم الشان قانون دریافت کیا۔ وہ قانون یا اصول جس پر ہر قسم، کی تاریخی کشمکش چلتی ہے، چاہے تو وہ سیاسی دائرے میں ہو، مذہبی، فلسفیانہ یا کسی اور نظریاتی میدان میں ہو، لیکن دراصل وہ سماجی طبقوں کے درمیان رسہ کشی کا ہی کم و بیش اظہار کرتی ہے اور یہ کہ ان طبقوں کا وجود، اس وجود کے ساتھ ہی ان کا باہمی ٹکراؤ بھی اس سے طے ہوتا ہے کہ ان طبقوں کی معاشی حالت کس درجے پر پہنچی ہے، طریق پیداوار اور اس کی خصوصیت کیا ہیں، اور اس کی بدولت پیداوار کے تبادلے کی صورت کیا ہے۔ یہ قانون جو انسانی تاریخ کے رگ و پیشہ میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو قدرتی سائنسوں میں "انرجی" کے روپ بدلتے رہنے کا قانون، وہی مارکس کے کام آیا اور یہاں بھی اس نے ایک کنجی کا کام دیا جس سے مارکس نے دوسری ریپلک (42) والے فرانس کی تاریخ کھول کر رکھ دی۔ پیش نظر کتاب میں تاریخ کے ان تازہ واقعات کو بھی مارکس نے اپنے دریافت کئے ہوئے قانون کے لئے کسوٹی بنا کر دیکھا اور ماننا پڑتا ہے کہ اب 33 سال گزر جانے کے بعد بھی، وہ قانون بالکل کھرا نکلا۔

1885 میں لکھا گیا۔ فریڈرک اینگلز

کتاب کا نام تھا:

karal marx, der achtzehnte brumaire louis bonaparte. humburg,1885۔

کارل مارکس

لوئی بوناپارٹ کی اٹھارویں برومیئر

1

ہیگل نے کسی جگہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ایسے واقعات اور ایسی ہستیاں جو تمام دنیا کی تاریخ میں اہمیت کی مالک ہوں، دو بار ظاہر ہوتی ہیں۔ یہاں وہ اتنا بڑھانا بھول گیا کہ پہلی بار المیے کی شکل میں اور دوسری بار مسخرے پن کے روپ میں۔ پہلے دانتن تھا تو دوسرا کوسی دیئر، پہلا روبس پیری تھا تو دوسرا لوئی بلان۔ پہلا 1839-95 والا montagne("موٹین" یا "پہاڑی") تھا تو دوسرا 1848-51 کا montagne(43) پہلا چچا تھا دوسرا بھتیجا۔ اٹھارویں برومیئر کا جو یہ دوسرا تازہ ایڈیشن آیا ہے، اس کا نقشہ بھی کچھ ایسا ہی جما ہے(44)۔

لوگ ہی اپنی تاریخ بناتے ہیں لیکن یہ نہیں ہوتا کہ جیسی سوچی تھی ویسی ہی بنالیں۔ کیوں کہ جن حالات میں تاریخ بنائی جاتی ہے، وہ ان کی اپنی پسند کے نہیں ہوتے، وہ تو نہیں براہ راست ماضی کی طرف سے بنے بنائے ملتے ہیں۔ ساری گزری ہوئی نسلوں کا کیا دھرا زندہ نسلوں کے دماغوں پر کابوس کی طرح سوار ہے۔ اور عین اس وقت جب یہ زندہ لوگ اپنے آپ کو اور اپنے اردگرد کو بدلنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کچھ ایسا کر گزرنا چاہتے ہیں جو پہلے کبھی نہ ہوا ہو، ایسے ہی انقلابی بحرانوں کے دور میں وہ ڈر اور جھجک کے ساتھ ماضی کی روحوں کو اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں، ان کے پچھلے ناموں سے کام نکالتے ہیں، ان کے جنگی نعروں اور لباسوں کو اپناتے ہیں تاکہ ماضی کی مقدس پوشاک میں اور مانگی ہوئی زبان کی مدد سے وہ دنیا کی تاریخ کے اسٹیج پر نیا منظر پیش کردیں۔ چنانچہ لوتھر نے حضرت پاول کا چہرہ لگایا، 1789 سے 1814 تک انقلاب نے باری باری کبھی روم ریپلک کا، کبھی سلطنت روما کا جامہ پہن لیا، اور 1848 کے انقلاب کو اور کچھ ہاتھ نہ آیا تو اس نے بعض اوقات 1789 کے واقعات کی نقالی کی اور کبھی 1793-95 تک کی انقلابی روایات کا منھ چڑایا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جب کسی آدمی نے نئی نئی بدیسی زبان سیکھی ہو تو وہ برابر اپنی مادری زبان میں اس کا ترجمہ سوچتا جاتا ہے۔ جب تک کہ وہ ترجمے میں سوچنے سے خود کو آزاد نہیں کرلیتا اور جب تک نئی زبان کے استعمال کے وقت وہ اپنی زبان کو ذہن سے نکال نہیں دیتا تب تک نئی زبان کی روح نہ تو اس کی گرفت میں آتی ہے اور نہ وہ اس کی مہارت حاصل کرتا ہے۔

عالمی تاریخ میں جب ہم مردہ روحوں کے طلب کئے جانے کو دیکھتے ہیں تو فوراً ان کے درمیان نمایاں فرق نظر کے سامنے ابھر آتا ہے۔ کامل دیمولین، دانتن، راس پیری، سین ژوست، نپولین جیسے ہیرو اور پرانے انقلاب فرانس کی پارٹیاں اور عام لوگ جب اپنے زمانے کا عظیم فریضہ ادا کرنے کھڑے ہوئے کہ عہد حاضر کے پاؤں میں پڑی زنجریں توڑ ڈالیں اور بورژوا سماج کے قدم جمائیں تو انہوں نے قدیم تاریخ روما کا چولا پہن لیا اور اسی کی بولی اپنالی۔ ایک نے تو یہ کیا کہ جاگیرداری بنیاد کے پرخچے اڑادئے۔ دوسرے نے فرانس کے اندر ان حالات کی داغ بیل ڈالی جن کا ہونا شرط تھا کھلے مقابلے کی ترقی کے لئے، زمین کی چھوٹی حد بندیوں سے پورا فیض اٹھانے کے لئے، قوم کی اس صنعتی پیداواری طاقت کا کام سے لگانے کے لئے جو اپنی زنجیریں توڑ چکی تھی۔ فرانس کی سرحدوں کے پار اس دوسرے نے جاگیرداری صورتوں کا ہر طرف سے اسی حد تک صفایا کرڈالا جہاں تک فرانس میں اٹھتے ہوئے بورژوا سماج کی یہ غرض پوری ہوتی تھی کہ یورپ کے براعظم پر وقت کے تقاضے کے مناسب حالات قائم ہوجائیں، جب ایک دفعہ سماج کا نیا رنگ روپ نکل آیا، تو وہ دقیانوسی دیوی دیوتا سب غائب ہوگئے، اور انہی کے ساتھ قدیم تاریخ روم کے وہ ہیرو بھی گئے جو کفن پھاڑ کر نکل ائے تھے، وہ بروٹس، گراخی، پبلکولاس، وہ دربار اور درباری، یہاں تک کہ خود جولیس سیزر بھی غائب ہوگیا، ہوشیار اور کاروباری لحاظ سے چوکس بورژوا سماج کو اب سیئی، کوزین، روائی کولر، بنجامن کانستان اور گیزو جیسے حضرات کے وجود میں اپنے سچے ترجمان اور طرفدار مل گئے۔ اس سماج کے سپہ سالار دفتروں میں میز کرسی لگائے بیٹھے تھے اور اس سماج کا سیاسی پیشوا تھا موٹی عقل کا لوئی یازدہم۔ اب انہیں دولت پیدا کرنے اور کھلے مقابلے کی فضا بنانے کی کوششوں میں دم مارنے کی بھی مہلت نہ تھی، اور اتنا بھی یاد نہ رہا کہ قدیم روما کی روحیں ان کے جھولے کی راکھوالی کرچکی ہیں۔ بورژوا سماج میں جانبازی کی کتنی ہی کمی سہی۔ لیکن ہاتھ پاؤں نکالنے کے لئے اسے جانبازی سے بھی کام لینا پڑا، ایثار سے بھی، دہشت بھی پھیلانی پڑی، خانہ جنگی بھی اور عوام کی طرف سے میدان بھی لینا پڑا۔ رومن ریپلک کی نپلی تلی قدیم روایات میں سے، بورژوا سماج کے شیرافگنوں (گلے ڈی ایٹروں) کو وہ آئیڈیل، آرٹ کی وہ شکلیں، وہ خودفریبیاں بھی ہاتھ آگئیں جو خاص اس غرض سے درکار تھیں کہ اپنی جدوجہد میں جو بورژوا مصلحتیں یا مجبوریاں ہیں وہ خود کی نظر سے بھی پوشیدہ رہیں اور اپنا حوصلہ بھی ویسا بلند رکھا جائے جیسا تاریخ کے عالی شان المیہڈ رامے میں رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک صدی پہلے حالات کی سطح مختلف ہوتے ہوئے بھی، یہ واقعہ ہوچکا تھا کہ کرومویل اور انگریزوں نے بورژوا انقلاب (45) کے لئے انجیل کے عہدنامہ عتیق (46) والی زبان بھی استعمال کی تھی، اس کے جوش اور نیرنگی سے بھی کام لیا تھا۔ جب کام نکل گیا، مراد برائی اور انگریزی سماج بورژوا سانچے میں ڈھل چکا تو پھر برطانوی فلسفی جان لاک نے انجیل والے پیغمبر ہباکوک کی جگہ لے لی۔

اس طرح سے ان انقلابوں میں مردہ روحوں کو پھر سے زندگی دینے کا مطلب ہی یہ تھا کہ نئی جدوجہد میں آن بان پیدا ہو، نہ یہ کہ پرانے کا منہ چڑایا جائے، جو مہم درپیش ہے دماغوں میں اس کی عظمت بٹھائی جائے، نہ یہ کہ اصل مسئلے کے حل کرنے سے جان چھڑائی جائے، انقلاب کی روح پھر سے تازہ کی جائے، نہ یہ کہ ان روحوں کو آسیب کی طرح منڈلانے پر مجبور کیا جائے۔

1848 سے 1851 تک پرانے انقلاب (فرانس) کا صرف آسیب منڈلاتا رہا، مراست republicain en gants jaunes (زرد دستانوں والے ریپلکن) سے لے کر جس نے پرانے (انقلاب کے ایک سورما) بیئی کا بہروپ بھرا تھا، اس بے مقصد قسمت آزمائی کرنے والے تک جس نے اپنے گھٹیا اور گھناونے خدوخال کو نپولین مرحوم کے فولادی نقاب میں چھپا رکھا تھا، وہی آسیبی روحیں پھرتی رہیں۔ پوری کی پوری قوم جو سوچتی تھی کہ ہم نے انقلاب کے ذریعے سے اپنی آگے بڑھنے کی قوت تیز کردی ہے، ایک دم کیا دیکھتی ہے کہ وہ اور پیچھے مردہ دور میں جا پڑی ہے۔ اپنی اس حالت میں شک کی کیا گنجائش ہے جب کہ پرانی تاریخیں پھر سے زندہ کی جارہی ہیں، واقعات کی پرانی کھتونی، پرانے نام، پرانے احکام جن

سے محض داستان پاستان کے عالموں کوسروکاررہ گیا تھا، اور پرانے طرز کی جابرانہ پولیس، وہ گوڑا شاہی، جو بہت پہلے گل سڑ چکی تھی، پھر سے نمودار ہوگئی ہے۔قوم محسوس کرتی ہے کہ وہ اس دیوانے انگریز کی طرح ہوگئی جو بیڈیم (47 کے پاگل خانے میں پڑا ہوا سمجھتا ہے کہ فرعونی مصر کے زمانے سے گزر رہا ہے ایتھوپیا (حبش) میں سونے کی کان کھودنے کا سخت بوجھ لدا ہے اور وہ اس بوجھ تلے ہائے واویلا کرتا جارہا ہے تہہ خانے کی قید میں اس کے سر سے بندھی ہوئی مشعل کی بجھی بجھی روشنی ہے، باہر نکلنے کے دروازے پر جنونی پہرہ داروں کا ہجوم ہے جو نہ تو کان کھودنے کی مشقت کرنے والوں کی بات سمجھتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کی، کیوں کہ ایک کی زبان دوسرا نہیں جانتا۔انگریز دیوانہ چیخ رہا ہے "یہ سب مجھے بھگتنا پڑتا ہے، میں جو آزاد برطانوی پیدا ہوا تھا، مجھ سے یہ مشقت لی جارہی ہے کہ پرانے زمانے کے فرعونوں کے لئے کان کھود کر سونا نکالوں"۔فرانسیسی قوم آہ بھر کر کہتی ہے "ہاں، بوناپارٹ خاندان کا قرضہ چکانے کے لئے یہ سب کرنا پڑے گا۔" انگریز کی جب تک عقل ٹھکانے تھی اس پر سونا بنانے کا بھوت سوار رہا۔فرانسیسی جب تک انقلاب میں لگے ہوئے تھے، نپولین کی یاد سے غافل نہیں ہونے پائے جیسا کہ دسویں دسمبر 1848 کے الیکشن سے (48) ثابت ہوگیا۔انقلاب کی آفتوں سے وہ ایسے گھبرائے کہ مصر قدیم کے سالن کو پچھتانے لگے (49)۔اور دوسری دسمبر 1851 نے اس کا جواب دے دیا۔انہیں اپنے پرانے نپولین کا صرف کارٹون ہی نہیں نصیب ہوا بلکہ سچ مچ کا نپولین ملا، البتہ کارٹون کی شکل میں انیسویں صدی کے وسط میں جیسا نظر آنا چاہئے تھا، ویسا ہی نپولین ملا ہے۔

انیسویں صدی کے سماجی انقلاب کو اپنی شاعری مستقبل سے لینی ہے، ماضی سے نہیں۔اسے جو مہم درپیش ہے اس کی شروعات ہی نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ پرانے زمانے کے وہموں سے خود کو پاک نہیں کر لیتا۔پہلے کے انقلابوں کو محتاجی تھی ماضی کی عالمی تاریخ کے واقعات تازہ کرنے کی، تاکہ وہ اپنے باطن کے بارے میں خود کو فریب دے سکیں۔انیسویں صدی کے انقلاب کو ضرورت ہے اپنے مردوں کو دفنانے کی، تاکہ اس کا باطن نظر کے سامنے صاف آجائے۔وہاں باطن پر بیان حاوی تھا، یہاں بیان پر باطن حاوی ہے۔

فروری کا انقلاب پرانے سماج کے لئے ناگہانی بات تھی، پرانا سماج دیدے پھاڑ کر رہ گیا اور لوگوں نے کہہ دیا کہ یہ ناگہانی چوٹ عالمی تاریخ کی اہمیت رکھتی ہے، یہ نئے دور کی آمد کا ڈنکا بجا رہی ہے۔دوسری دسمبر کو چالاک پتہ باز نے کوئی اور ہی پتہ پھینکا اور فروری کا انقلاب غائب ہوگیا۔نتیجہ یہ کہ کوئی موروثی بادشاہی تو کیا مٹتی، وہ معتدل رعایتیں ہی چھن گئیں جو موروثی بادشاہی کے قبضے سے صدیوں کی جدوجہد کے بعد زبردستی وصول کی گئی تھیں۔بجائے اس کے کہ سماج میں نئی صفات کی جان پڑتی، معلوم یہ ہوا کہ ریاست الٹے پاؤں بہت قدیم شکل پر پہنچ گئی اور بے غیرتی کا وہ پرانا عمل دخل پھر سے ہوگیا جہاں صلیب اور دار ورسن کا زور چلتا ہے۔فروری 1848 میں جو سامنے کی چوٹ (coup de main) لگائی گئی تھی، دسمبر 1851 کو حکومت کا تختہ الٹنے (coup de tete) سے اس کا جواب مل گیا۔"جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا"۔تاہم ان دونوں واقعات کے درمیان جو وقت گزرا، رائیگاں نہیں گیا۔1848 اور 1851 کے درمیان فرانسیسی سوسائٹی نے، خلاصے کی صورت میں، چونکہ یہ خلاصہ انقلابی تھا، وہ سبق یاد کر لئے، وہ تجربہ حاصل کر لیا جن کا فروری کے انقلاب سے مقدم ہونا ضروری تھا تاکہ اگر واقعات کو محض اوپر کی سطح پر ہلچل برپا کرنے کے بجائے زیادہ سنجیدہ عمل کرنا ہے تو انہیں صحیح سمت یا قاعدے کی رفتار دی جاسکے۔معلوم ہوتا ہے کہ سماج جس نقطے سے چلا تھا اس سے بھی پیچھے جا پڑا، اور اور اب انقلاب کے اگلے سفر سے پہلے اسے نقطۂ آغاز مقرر کرنا پڑے گا، وہ تعلقات اور وہ حالات پیدا کرنے ہوں گے جن کے ہونے پر ہی آج زمانے کا انقلاب ایک سنجیدہ حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔

بورژوا انقلاب، مثلاً 18 ویں صدی کے انقلابوں کا قدم ایک فتح سے دوسری فتح کی طرف اٹھتا ہے۔ایک کے بعد ایک ڈرامائی اثر چکا چوند کرتا جاتا ہے، لوگ اور سب کچھ پھلجھڑیاں چھوڑتے گزرتے ہیں، روز ایک نیا لطف ہے، نیا ولولہ ہے، لیکن ان سب کی عمر مختصر ہوتی ہے۔جلدی سے وہ اپنی انتہائی بلندی کو چھو لیتے ہیں اور پھر نشہ اترتا ہے تو دیر تک خمار رہنے کے بعد یہ ہوش آتا ہے کہ طوفان اور ہنگامے کے دور کا جو حاصل ہو ہے اسے سمیٹا جائے۔اس کے برخلاف پرولتاری انقلاب، جو 19 ویں صدی کے انقلاب ہیں، لگاتار خود تنقیدی کرتے ہیں، اور بار بار اپنی رفتار روک لیتے ہیں، پھر اسی پر پلٹ کر آتے ہیں جو بظاہر تکمیل پاچکا تھا تاکہ پھر وہیں سے قدم بڑھایا جائے، اور بے دردی کے ساتھ اپنی پہلے کی کوششوں کے ادھ کچرے پن اور کوتاہیوں کمیوں کا مذاق اڑاتے ہیں، دشمن کے قدم اکھاڑنے میں لگ جاتے ہیں گویا مقصد صرف اتنا ہے وہ زمین سے پھر تازہ قوت لے کر اٹھ کھڑا ہو اور پہلے سے بھی زیادہ قدم جما کر، طاقتور ہو کر ان کے سامنے آجائے۔جس منزل مقصود پر پہنچنا ہے، اس سے پہلے جو انجانے مرحلے آتے ہیں، ان کا سامنا کرتے ہوئے بار بار پیچھے ہٹتے ہیں اور اس وقت تک یہ عمل جاری رہتا ہے جب تک پیچھے ہٹنے کی ساری راہیں کٹنے کی نوبت نہیں آجاتی اور جب تک خود زندگی پکار نہیں کہتی؛۔

hic rhodus, hic salta۔گلاب کے پھول ہیں، آؤ رقص کریں ۔(50)

فی الحال، وہ شخص جس نے فرانس کے واقعات کی رفتار کو سرسری نظر سے ہی دیکھا ہے، اس کے ہر قدم پر نگاہ نہیں رکھی، وہ بھی پہلے سے کھٹکتا ہوگا کہ یہ انقلاب آگے جا کر ایسا ڈوبے گا جس کی مثال نہیں ملتی۔ڈیموکریٹ حضرات جس طرح اپنے دل میں خوش ہو ہو کر فتح کے شادیانے بجا رہے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے تھے، وہ سننے قابل تھا۔مئی 1852 کے دوسرے اتوار (51) کو انہیں اپنے عمل کے انجام بخیر ہونے کی امید تھی، اس دوسرے اتوار کو انہوں نے کچھ ایسا اپنے دماغ میں بٹھا رکھا تھا گویا اس روز حضرت عیسیٰ پھر سے نمودار ہو جائیں گے اور اہل ایمان (خلیاست) (52) کا ہزار سالہ دور حکومت شروع ہوگا۔معجزوں پر ایمان رکھنا ہمیشہ سے کمزوری کا بچاؤ رہا ہے، اگر یہ گمان کر لیا کہ جادو کے زور سے اس نے میدان مار لیا تو اپنی جگہ سوچ لیتی ہے کہ دشمن کا سر نیچا ہوگیا۔غیب سے نازل ہونے والی آئندہ فتوحات پر بے عملی خوب بغلیں بجاتی ہے اور اس نشے میں حقیقت کا رہا سہا احساس بھی زائل کر دیتی ہے۔اسے یہ امید رہتی ہے کہ آئندہ بڑے معرکے سر کرنے ہیں لیکن ان کے بتانے کا ابھی وقت نہیں آیا۔یہ سورما جو اپنی اگلی نالائقی کو ان ترکیبوں سے غلط ثابت کرنے چلے تھے کہ ایک دوسرے سے ہمدردی جتائیں اور خاص ٹولی میں گروہ بند ہو جائیں، اب وہ اپنا بوریا بستر باندھ چکے ہیں اور اپنے سر جو سہرا بندھا ہوا تھا، اسی سہرے کے کچھ پھول اٹھائے ہوئے، ایکسچینج ما

رکیٹ پر اپنی جیب میں پڑی ہوئی in partibus (53) ریپبلکن بھنانے پہنچ گئے ہیں جن ریپبلکوں کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے والوں کی فہرست بھی انھوں نے چپتے چپاتے پہلے سے ہی بنا رکھی تھی۔ دوسری دسمبر 1851 نے ان سورماؤں کے ہوش اڑا دئے گویا کھلے آسمان سے بجلی گری ہو۔ ایسے لوگ جو پست ہمتی کے وقت خوب زور کی آوازیں نکال کر اپنے اندرونی خوف واضطراب کو چھپا لیا کرتے ہیں، وہ بھی اس بار مان گئے ہوں گے کہ وہ زمانے لد گئے جب بطخیں قائیں قائیں کر کے کیپٹول (54) کا قلعہ بچا لیتی تھیں۔

آئین، قومی اسمبلی، خاندانی پارٹیاں، نیلے اور لال ریپبلکن، افریقی ہیرو (55)، ڈائس کی گھن گرج، اخباروں کی جگمگاتی سرخیاں، سارا ادب، سیاسی نام اور عالمی شہرتیں، شہری قانون اور تعزیرات، کے اصول اور پھر مئی 1852 کا دوسرا اتوار۔ سب کا سب گویا طلسم خیال تھا جو ایک ایسے آدمی کے چھومنتر سے غائب ہو گیا جسے دشمن بھی جادوگر نہیں مانتے۔ ووٹ دینے کا عام حق جو تھوڑے دنوں بچا رہا وہ بھی وقتی تھا تا کہ ساری دنیا کی نظروں کے سامنے وہ اپنی مرضی سے وصیت نامے پر دستخط کر کے عام لوگوں کی طرف سے کھلا اعلان کر دے کہ " کل من علیہا فان (جس چیز کا وجود ہے اسے فنا ہونا ہے)۔

جیسا کہ فرانسیسی کہتے ہیں، یہ کہنا کافی نہیں کہ ان کی قوم بے خبری کا شکار ہو گئی تھی۔ کوئی قوم ہو یا عورت، ان کی زبان سے یہ عذر قابل قبول نہیں کہ جس منچلے نے پہلے قدم بڑھایا وہی بے خبری میں ان کے ساتھ جبریہ کارروائی کر گیا۔ لفظوں کی الٹ پھیر سے معمہ حل نہیں ہوا کرتا البتہ وہ دوسری شکل میں سامنے آ جاتا ہے۔ سمجھ میں بات نہیں آتی کہ تین جعل ساز کس طرح تین کروڑ ساٹھ لاکھ کی قوم پر ایکا ایکی چھا سکتے ہیں اور بغیر کسی مقابلے کے انہیں جال میں پھانس سکتے ہیں۔

اب ہم مختصر لفظوں میں عام نقشہ پیش کرتے ہیں ان مرحلوں کا جن سے یہ تازہ انقلاب فرانس 24 فروری 1848 سے لے کر دسمبر 1851 تک گزرا ہے۔

اس کے تین خاص دور تھے فروری کا زمانہ؛ پھر 4 مئی 1848 سے 28 مئی 1849 تک وہ زمانہ جس میں ریپبلک کا قیام ہوا یا آئین ساز قومی اسمبلی قائم ہوئی۔ اس کے بعد 28 مئی 1849 سے دوسری دسمبر 1851 کا دور یعنی آئینی ریپبلک یا قانون ساز قومی اسمبلی کا زمانہ۔

پہلا دور جو 24 فروری 1848 کو لوئی فلپ کے اختیارات کے خاتمے سے شروع ہوتا ہے، خاص یہی فروری کا دور ہے جسے انقلاب کی تمہید کہنا چاہئے۔ اس زمانے کی خصوصیت سرکاری طور پر یوں ظاہر ہوئی کہ ہاتھوں ہاتھ جو سرکار بنائی گئی تھی اس نے خود ہی اعلان کر دیا کہ وہ صرف وقتی یا عارضی ہے۔ سرکار کے عارضی ہونے کے ساتھ ساتھ جو بھی کارروائی، حکم احکام، اعلان وغیرہ اس دور میں ہونے والے تھے، ان کی حیثیت بھی محض عارضی رہ گئی۔ کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ اپنے مستقبل وجود کا یا عمل کی صداقت کا دعویٰ کرے۔ وہ سارے عناصر جو انقلاب کی تیاری میں یا اس کے تعینمیں شریک تھے، مثلاً موروثی خاندانی اپوزیشن (56)، ریپبلکن بورژوازی، جمہوری ریپبلکن خیالات کی چھوٹی بورژوازی، اشترا کی جمہوریت پسند خیالات کے مزدور، ان سب عناصر کو فروری والی حکومت میں جو جگہ ملی وہ عارضی تھی۔

اس کے سوا اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ فروری کے دنوں کی اول غرض یہ تھی کہ ایسی انتخابی اصلاحات کی جائیں جن کے ذریعے صاحب جائداد طبقوں کے اندر خاص سیاسی مراعات پانے والوں کا حلقہ اور وسیع ہو جائے اور مالیاتی شرفا کا تن تنہا غلبہ توڑ دیا جائے۔ لیکن جب واقعی ٹکر لینے کی نوبت آئی، جب عام لوگوں نے سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کیں اور نیشنل گارڈ نے کوئی سرگرمی نہ دکھائی تو فوج نے بھی جم کر مقابلہ نہیں کیا، اور موروثی بادشاہت نے فرار کی راہ اختیار کی تو ریپبلک آپ ہی آپ قائم ہو گئی۔ ہر ایک پارٹی نے اس کا اپنا مطلب نکالا۔

پرولتاریہ نے ہتھیار سنبھال کر ریپبلک جیتی تھی، اس نے اپنی چھاپ لگائی اور اعلان کر دیا کہ یہ سماجی ریپبلک ہوگی۔ چنانچہ نئے عہد کے انقلاب کی عام اندرونی کیفیت سامنے آ گئی۔ یہ اندرونی کیفت ایسی تھی کہ عجیب طرح سے اس بات کے خلاف پڑتی تھی جو موجودہ سروسامان کو دیکھتے ہوئے، لوگوں میں [سیاسی] تعلیم کے درجے کا اندازہ کرتے ہوئے، موجود صورت حال اور تعلقات کو نظر میں رکھتے ہوئے فوراً عمل میں لائی جا سکتی تھی۔ دوسری طرف یہ ہوا کہ فروری کے انقلاب میں اور جن عناصر نے ہاتھ بٹایا تھا ان سب کے دعوے مان لئے گئے اور ان کو حکومت میں شریک غالب بنایا گیا۔ چنانچہ اور کوئی ایسا معجون مرکب دور نہیں ملتا جس میں اتنے بڑھ بڑھ کر دعوے بھی موجود ہوں اور اصل بے بسی اور بے یقینی بھی ملی ہوئی ہو، جس میں جدت وندرت کا اتنا بے تحاشا جوش بھی موجود ہو، اور پرانے ڈھچر کا ایسا پکا غلبہ بھی، جس میں بظاہر پورے سماج کی ہم آہنگی اور تال میل کا بھرم بھی رکھا گیا ہو اور اندر سے سب عناصر بے میل اور بے جوڑ بھی رہتے ہوں۔ اس مدت میں جب پیرس کا پرولتاریہ اپنی نظر کے سامنے کھلے ہوئے شاندار امکانات کے نشے میں چور تھا اور نہایت سنجیدگی سے سماجی مسائل کی بحثوں میں لگا ہوا تھا، پرانی سماجی طاقتوں نے گروہ بندی کر لی، اپنی صفیں جوڑ لیں، سوچ بچار کیا اور قوم کی عام آبادی سے، کسانوں سے چھوٹی حیثیت کے مالکوں سے وہ مدد مل گئی جس کی توقع نہ تھی؛ یہ وہ لوگ تھے جنہیں جولائی کی بادشاہت (57) کے وقت رکاوٹوں کا سامنا تھا اور اب رکاوٹوں کے گرتے ہی ایک دم سیاسی منظر پر چڑھ آئے تھے۔

دوسرا دور 4 مئی 1848 سے شروع ہو کر مئی 1849 کے آخر تک چلتا ہے۔ یہ زمانہ ہے آئین سازی کا، بورژوا ریپبلک کی بنیاد پڑنے کا۔ فروری کے دنوں کے فوراً بعد یہی نہیں کہ ریپبلک کے حامیوں نے موروثی خاندان والے مخالفین کو حواس باختہ کیا اور ریپبلک والوں کو اشترا کیوں نے بدحواس کر دیا، بلکہ پیرس نے پورے فرانس کے ہاتھ پاؤں پھلا دئے۔ قومی اسمبلی جس کا پہلا اجلاس 4 مئی 1848 کو ہوا، پوری قوم کے ووٹوں سے چنی گئی تھی اور پوری قوم کی نمائندہ تھی۔ فروری کے دن جن جن باتوں کے دعوے دار تھے، قومی اسمبلی ان سب کے خلاف ایک زندہ احتجاج بن گئی اور اس نے یہ کام کیا کہ انقلاب کے سارے پھل بورژوازی کی جھولی میں ڈال دے۔ ابھی اسمبلی کو شروع ہوئے چند روز گزرے تھے کہ پیرس کے پرولتاریہ نے اس کا اصلی کردار بھانپ لیا اور 15 مئی 1848 (58) کو ایک ناکام کوشش کی کہ طاقت سے اسمبلی کا کام تمام کر دے، اس کو توڑ دے اور پھر اجزا میں بکھیر دے جن اجزا سے مل کر یہ ڈھانچہ بنا تھا جو قوم کی اسپرٹ کی الٹی تاثیر سے خود پرولتاریہ کے لئے خطرہ بن گیا تھا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ 15 مئی کو بلانکی اور اس کے ہم خیالوں کو جو واقعی پرولتاری پارٹی کے لیڈر تھے، سماجی زندگی کے دائرے سے نکال دیا گیا اور ایسا نکالا گیا کہ پھر زیر بحث دور میں وہ منظر عام پر آ نہیں پائے۔

لوئی فلپ کی بورژوا بادشاہی کی جگہ صرف بورژوا ریپلک لے سکتی ہے، یعنی اگر بادشاہ کے نام کے پردے میں اب تک بورژوا کا چھوٹا سا حصہ حکمرانی کرتا تھا تو اب سے عوام کے پردے میں پوری کی پوری بورژوازی کی فرماں روائی چلے گی۔ پیرس کے پرولتاریہ کے مطالبے سب ہوائی قلعے ہیں جن کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔ آئین ساز قومی اسمبلی نے اُدھر یہ اعلان کیا، اِدھر پیرس کے پرولتاریہ نے جون کی بغاوت برپا کر کے (دیکھئے نوٹ نمبر 6) اس کا جواب دیا، جو یورپ کی خانہ جنگیوں کی تاریخ میں بہت ہی زبردست واقعہ تھا۔ بورژوائی ریپلک نے یہ میدان مار لیا۔ اس کے حمایتیوں میں اوپر کے مالیاتی شرفا کا گروہ تھا، صنعتی بورژوازی تھی درمیانی طبقہ تھا، چھوٹی حیثیت کے کاروباری، فوج اور مفلس آوارہ گرد (Lumpenproletariat) جنہیں گشتی گارڈ (59) کی حیثیت سے منظم کر لیا گیا تھا، اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ، پادری اور دیہاتی آبادی، سب شریک تھے۔ پیرس کے پرولتاری طبقے کی حمایت میں کوئی نہ تھا، وہ تنہا رہ گیا۔ بغاوت فرو ہوتے ہی تین ہزار سے زیادہ باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور پندرہ ہزار کو مقدمہ چلائے بغیر جلاوطن کر دیا گیا۔ اس شکست کے بعد سے پرولتاری طبقہ انقلاب کے منظر عام سے اوجھل ہو گیا۔ تب سے ہر ایک سے موقع پر، جہاں تحریک میں کچھ امنگ کے آثار پیدا ہوتے ہیں، پرولتاریہ پھر سے سامنے آنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ہر بار اس کی طاقت گھٹتی جاتی ہے اور کوشش کا حاصل کم سے کم ہوتا جاتا ہے۔ پرولتاریہ سے اوپر کے جو سماجی پرت تھے، ان میں سے جب کوئی انقلاب کی آنچ سے گرم ہونے لگتا ہے تو پرولتاریہ اس سے مل جاتا ہے۔ اور اس طرح ان تمام شکستوں کی مار کھاتا ہے جو بعد میں ایک کے بعد ایک پارٹی کو اٹھانا پڑتی ہیں، شکست کھانے والی سوسائٹی کی سطح جتنی زیادہ جگہ گھیرتی ہے، بعد کی چوٹوں کا اثر اتنا ہی کم ہوتا ہے۔ اسمبلی میں اور پریس میں پرولتاریہ کے جتنے زیادہ نمایاں لیڈر تھے وہ یکے بعد دیگرے عدالت کی قربان گاہوں پر لائے جا رہے ہیں اور مشتبہ قسم کے لوگ ان کی جگہ سنبھالتے جا رہے ہیں۔ پرولتاریہ کا ایک حصہ ایسا ہے جو نظریاتی تجربوں کے چھیر میں، ایکسچینج بینکوں اور مزدور انجمنوں میں پڑتا جا رہا ہے، یوں کہئے کہ ایسی تحریک میں جا رہا ہے جہاں پہنچ کر وہ پرانی دنیا میں اتھل پتھل کرنے کے خیال میں ہی منکر ہے۔ وہ اتھل پتھل جو خود پرانی دنیا کے سارے زبردست ذریعے سمیٹ کر، ان کے بل پر کی جاتی ہے، اسی کو نہیں مانتا۔ اور سماج کی پیٹھ پیچھے سے بالکل ذاتی طور پر اپنی ہستی کے محدود حالات کے مطابق جیسے تیسے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر بار کام بگڑ جاتا ہے، نظر ایسا آتا ہے کہ پرولتاریہ میں نہ تو اب اتنا دم ہے کہ اپنی پہلے کی سی انقلابی عظمت پھر حاصل کر لے، نہ اس کا یارا ہے کہ اپنے تازہ حلیفوں کی شرکت سے تازہ دم ہو جائے۔ یہ حالت تب تک رہے گی جب تک وہ تمام جن سے اس نے جون میں مقابلہ کیا تھا، خود بھی بے دم ہو کر گر نہ جائیں۔ خیر، کم از کم اتنا تو ہوا کہ پرولتاریہ نے عالمی تاریخی جنگ کے شایان شان عزت آبرو کے ساتھ زخم کھائے۔ نہ صرف فرانس، بلکہ سارا یورپ جون کے واقعات کے زلزلے سے کانپ اٹھا ہے۔ حالانکہ اوپر کے طبقوں نے بعد میں جو شکستیں کھائیں وہ اتنی سستی پڑتی ہیں کہ خود فتح پانے والے فریق کو بے شرمی کے ساتھ بڑھا چڑھا کر بیان کرنا پڑتا ہے تاکہ انہیں بھی قابل ذکر واقعہ شمار کیا جا سکے، تاہم شکست خوردہ فریق پرولتاریہ سے جتنا دور ہٹتا ہے بعد کی یہ شکستیں اور زیادہ شرمناک ہوتی جاتی ہیں۔

سچ یہ ہے کہ جون کے باغیوں کی شکست نے وہ زمین تیار کر دی جس پر بورژوائی ریپلک کی عمارت اٹھائی جا سکے اور یہ بھی دکھایا کہ یورپ میں آج "ریپلک یا بادشاہت" کی بحث نہیں بلکہ زیر بحث سوال کچھ اور ہے۔ اس شکست نے یہ راز بھی کھول دیا کہ بورژوا ریپلک کا مطلب یہاں یہ ہے کہ ایک طبقہ دوسرے طبقوں پر من مانی حکومت چلائے۔ یہ بھی دکھا دیا کہ پرانے تمدن کے ملکوں میں جہاں طبقوں کی تقسیم بہت بڑھی ہوئی ہو، پیداوار کے جدید طریقے عام ہوں، اور ذہنوں کی بیداری اس حد کو پہنچ چکی ہو کہ صدیوں کے اثر سے تمام پچھلے خیالات تحلیل ہو کر رہ گئے ہوں، وہاں ریپلک کا مطلب عام طور سے یہ ہوگا کہ بورژوائی سماج انقلابی کایا کلپ کی سیاسی شکل، نہ کہ قدامت پسندانہ شکل، جیسا کہ مثال کے طور پر شمالی امریکہ کی متحدہ ریاستوں میں رائج ہے جہاں اگرچہ طبقوں کا وجود ہے لیکن ابھی وہ ایک حالت پر قائم نہیں ہوئے بلکہ ایک دوسرے طبقے میں آمد و رفت یا ریل پیل برابر جاری ہے، جہاں پیداوار کے جدید ذرائع اپنے ساتھ ایک ٹھہری ہوئی فالتو آبادی کے ہم آہنگ ہونے کی بجائے آدمیوں یا محنتیوں کی کمی پورے کرنے کا فرض انجام دے رہے ہیں اور بالآخر جہاں مادی پیداوار کو آگے لے جانے کا جنون اور ولولہ، جسے ابھی نئی دنیا کو اپنانا ہے، اتنا مصروف کار ہے کہ بھوتوں والی پرانی دنیا کا خاتمہ کرنے کے لئے نہ تو اس کے پاس وقت ہے، نہ موقع۔

جون کے دنوں میں سارے طبقوں اور پارٹیوں نے مل کر پرولتاریوں کے طبقے کے خلاف ایک ضابطہ پارٹی بنائی، جسے انارکی پارٹی کہا گیا۔ اسے سوشلزم اور کمیونزم کی پارٹی کا نام دیا گیا۔ انہوں نے سماج کو "سماج کے دشمنوں" سے "بچالیا"۔ اپنی فوج کے لئے انھوں نے جو پلول یعنی شناخت کا بول چنا وہ بھی پرانے سماج کا نعرہ تھا" نجی ملکیت، خاندان، مذہب اور قاعدہ قانون" اور انقلاب کے مخالف مجاہدوں کو اس نعرے سے ابھارا کہ "اس صلیب کے سائے میں فتح پاؤ گے" (60)۔ اس لمحے کے بعد سے جب بھی ان کئی پارٹیوں میں سے ایسی کوئی پارٹی جو کبھی جون کے باغیوں کے مقابلے پر ان پرچموں تلے کھڑی ہوئی تھی، خود اپنے طبقے کی خاطر انقلابی میدان میں اترنے کی کوشش کرتی ہے تو اسے بھی انھی نعروں سے شکست دی جاتی ہے کہ " نجی ملکیت، خاندان، مذہب اور قاعدہ قانون"۔ ہر بار جب حکمرانوں کا حلقہ اور سکڑتا ہے، ہر بار جب زیادہ عام مفادوں کے بجائے خاص مفاد حاوی ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ سماج کو دشمن کی زد سے بچایا گیا۔ چاہے سرمایہ دارانہ مالیاتی نظام کی اصلاح کا معمولی تقاضا ہو۔ چاہے سیدھا سادہ اعتدال پسندی کا مطالبہ ہو، چاہے یوں ہی رسمی سی ریپبلکن ازم کی مانگ ہو، یا سطحی سی جمہوریت پسندی کا مطالبہ، ان سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جاتا ہے کہ یہ "سماج پر قاتلانہ حملہ" ہے اور اس سے "سوشلزم" کی بو آتی ہے۔ آخری بات یہ کہ وہی جو "مذہب اور قاعدے قانون" کے سب سے اونچے نگہبان تھے، انھی کو ٹھوکریں مار مار کر روحانی مسندوں سے اتارا جاتا ہے، آدھی آدھی رات کو بستروں سے گھسیٹا جاتا ہے، حوالات کی گاڑیوں میں بھرا جاتا ہے، جیل میں ٹھونسا یا جلاوطنی میں پھینکا جاتا ہے، ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کیا جاتا ہے، ان کے ہونٹوں پر مہر لگتی ہے، قلم توڑے جاتے ہیں اور ان کے قانون کی دھجیاں اڑا جاتی ہیں، مذہب، نجی ملکیت، خاندان اور قاعدے قانون کے نام پر۔ اسی نام پر یہ ہو رہا ہے کہ نشے میں بے قابو فوجیوں کے ہجوم اپنے چھجے پر کھڑے انھی بورژواؤں کو گولی مار دیتے ہیں جنہیں قاعدے قانون کی رٹ لگی ہوئی تھی، ان کے خاندان کی عزت پر آنچ آتی ہے، ان کے گھروں پر یوں ہی تفریح میں بم پھینکے جاتے ہیں۔ اور کمال یہ کہ بورژوائی سماج کا کوڑا

کر کٹ بٹور کر قاعدے قانون کا پاکیزہ باز و تیار کیا جاتا ہے، پھر کرا پولینسکی سورما (لوئی بوناپارٹ) تویلری کے قصر شاہی میں "سماج کا نجات دہندہ" بن کر براجمان ہوتا ہے۔

2

آیئے، پھر سے اس ارتقا کی ڈور کا سرا تھامیں۔

جون والے دنوں کے بعد سے آئین ساز قومی اسمبلی کی تاریخ بورژوازی کے ریپبلکن گروہ کے غالب آجانے اور بکھر جانے کی تاریخ ہے، اس گروہ کے غلبے اور بکھراؤ کی جو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے، ترنگے ریپبلکن، خالص ریپبلکن، سیاسی ریپبلکن اور رسمی ریپبلکن، وغیرہ وغیرہ۔

جب تک لوئی فلپ کی بورژوائی بادشاہت قائم تھی، اس گروہ نے باقاعدہ ریپبلکن خیالات کا ایک حزب مخالف بنالیا تھا اور اپنے وقت کی سیاسی دنیا کے ایک جزو کی حیثیت منوالی تھی۔ خاص خاص اداروں میں اس کے نمائندے موجود تھے اور اخباری دنیا میں اچھا خاصا حلقہ اثر بنا ہوا تھا۔ پیرس میں جو اس کا ترجمان اخبار (national)("نیشنل")(61) کے نام سے نکلتا تھا، بجائے خود اس کی اتنی ہی وقعت تھی جتنی journal des dedats(62) کی۔ آئینی بادشاہت کے ہوتے اس کی جو حیثیت بنی وہ اس کے کیرکٹر کے عین مطابق رہی تھی۔ یہ بورژوازی کا کوئی ایسا گروہ نہ تھا جسے مشترکہ مفاد نے جوڑ رکھا ہو اور جسے پیداوار کے خاص حالات نے ابھارا ہو۔ یہ دراصل ایک ایسی ٹولی تھی جس میں ریپبلکن خیالات کے بورژوا بھی شامل تھے، اہل قلم بھی، قانون پیشہ لوگ، افسر اور سرکاری اہلکار بھی۔ اس ٹولی کا اثر قائم ہو گیا ملک کی نفرت کی بدولت جو لوئی فلپ کے خلاف عام تھی، فرانس کی پہلی ریپلک کی یاد جو دماغوں میں بسی ہوئی تھی، اس کی بدولت، خوابوں کی دنیا کے ان باسیوں کی دولت جو ریپبلکن اعتقاد رکھتے تھے، اور سب سے بڑی وجہ تھی فرانسیسی نیشلزم جو ویانا کے صلح ناموں (63) کو اور انگلینڈ سے اتحاد کے تصور کو کسی طرح گلے اتارنے پر آمادہ نہیں تھا۔ لوئی فلپ کے زمانے میں "نیشنل" کے حامیوں کا ایک بڑا حصہ اسی دو پردہ امپریلزم کی بدولت بنا تھا جو بعد میں، ریپلک قائم ہو جانے پر خاص اسی وجہ سے لوئی بوناپارٹ کی صورت میں "نیشنل" مدمقابل اور دشمن بن کر کھڑا ہو گیا۔ "نیشنل" اخبار نے بھی اوپر مالیاتی شرفا کی اسی طرح کاٹ کی جیسے حزب مخالف کے دوسرے بورژا حلقوں نے کی۔ بجٹ پر جو بحث مباحثہ چلا اور فرانس میں یہ مباحثہ اور مالیات پر چھائے ہوئے شرفا کا منہ توڑ مقابلہ دونوں ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے تھے، اس نے اخبار کو بہت سستی شہرت بھی دلوا دی اور ایسا مسالہ بھی ڈھیر کر دیا جس سے نہایت پاک پاکیزہ قسم کے اداریے لکھے جائیں کہ اس مباحثے سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ صنعتی بورژوازی اس کی شکر گزار ہوئی کہ "نیشنل" نے فرانس کے سرپرستانہ سسٹم کی حمایت میں آنکھیں بند کر کے پورا زور لگا دیا، اگرچہ اخبار نے یہ اندھا دھند طرفداری زیادہ تر قوم پرستی کی نظر سے کی تھی، سیاسی معاشیات کے پہلو سے نہیں۔ ساری کی ساری بورژوازی نے احسان مانا اس بات کا کہ "نیشنل" نے سوشلزم اور کمیونزم پر دل کا بخار خوب نکالا۔ یہ ضرور ہے کہ "نیشنل" والوں کی پارٹی خالص ریپبلکن تھی یعنی اس نے بورژوائی حکمرانی والی بادشاہی شکل کی بجائے ریپبلکن شکل طلب کی، اور سب سے اول یہ کہ اس حکمرانی میں اوروں کے حصے سے کچھ زیادہ ہی دبا لینا چاہا۔ مگر اس سیاسی ادل بدل کی شرطوں کے بارے میں اس کا ذہن بہت دھندلکے میں تھا۔ البتہ ایک بات روز روشن کی طرح صاف تھی اور لوئی فلپ کے آخری دنوں میں جو اصلاحات کے سلسلے کی شاندار دعوتیں ہوئی ہیں ان موقعوں پر بھی کھلے لفظوں میں مانی گئی، وہ یہ کہ چھوٹی حیثیت کے جمہوریت پسندوں میں، خاص کر انقلابی پرولتاریہ میں اس پارٹی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جا رہا۔ یہ خالص ریپبلکن لوگ شروع شروع میں صرف اتنے پر راضی ہونے والے تھے، اور اتنے ہی پر راضی ہو جانا خالص ریپبلکنوں کا چلن بھی ہے، کہ اورلین کی شہزادی (Ducshess of Orleans) کو لے کر ایک کام چلاؤ حکومتی ریجنسی بنالی جائے، چنانچہ فروری کا انقلاب اٹھتے ہی انہوں نے اپنے بہترین آدمیوں کو عارضی حکومت میں جگہ بھی دلوادی۔ شروع سے ہی انہیں قدرتی طور پر بورژوازی کا اعتماد حاصل تھا اور آئین ساز قومی اسمبلی میں اکثریت بھی بنی ہوئی تھی۔ عارضی حکومت میں جو اشتراکی عنصر آ گیا تھا، اس کو لگے ہاتھوں انتظامیہ کمیشن سے باہر رکھا گیا۔ یہ وہی انتظامیہ کمیشن ہے جسے قومی اسمبلی نے اپنے اولین اجلاس میں مقرر کیا تھا۔ "نیشنل" والوں کی پارٹی نے جون میں پھوٹ پڑنے والی بغاوت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود انتظامیہ کمیشن کو ہی برخواست کر دیا اور اس ترکیب سے اپنے سب سے نزدیکی حریفوں، یعنی چھوٹی بورژوائی یا جمہوریت پسند رپبلکنوں (مثلاً، لیدرورولین وغیرہ) سے بھی جان چھڑالی۔ بورژوائی ریپبلکن پارٹی کے جنرل کوے نیاک نے، جون کے قتل عام کا سپہ سالار یہی شخص تھا، انتظامیہ کمیشن کی ساری ذمہ داریاں، ڈکٹیٹرانہ اختیارات کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ "نیشنل" اخبار کا چیف ایڈیٹر مراست آئین ساز قومی اسمبلی کا مستقل صدر بن بیٹھا۔ وزارتیں اور انہیں کے ساتھ خاص خاص عہدے خالص ریپبلکنوں کے ہاتھ پڑے۔

ریپبلکنوں کے بورژوائی گروہ نے، جو بہت دنوں سے خود کو جولائی والی بادشاہت کا جائز وارث سمجھ رہا تھا، دیکھا کہ ارمان پوری ہونے سے کچھ زیادہ ہی مل رہا ہے۔ البتہ اس گروہ کو جو نصیب ہوا وہ اس صورت سے نہیں جیسا لوئی فلپ کے زمانے میں سوچ رکھا تھا، کہ بورژوازی کی طرف سے تخت و تاج کے خلاف ایک آزاد خیال قسم کا ہنگامہ برپا ہو گا، بلکہ ہوا یہ کہ سرمائے کے خلاف پرولتاریہ کی بغاوت کو بندوق کے چھروں سے ٹھنڈا کر دیا گیا۔ وہ واقعہ جسے اس گروہ نے انتہائی انقلابی ہنگامہ فرض کیا تھا وہ حقیقت میں الٹا انقلاب کے خلاف واقعہ نکلا۔ پکے پھل اس بورژوائی گروہ کی جھولی میں گرے، لیکن زندگی کے درخت tree of life پر پکے ہوئے نہیں بلکہ علم و آگاہی کے درخت tree of knowledge سے اترے ہوئے۔

بورژوا ریپبلکنوں کی بے شرکت حکومت صرف 24 جون سے 10 دسمبر 1848 تک چلی۔ آخر میں ریپبلکن آئین کا خاکہ دے کر اور پیرس کے محاصرے کی حالت کا اعلان کر کے اٹھ گئی۔

نیا آئین اصلیت میں 1830 کے آئینی چارٹر (64) کا ایک ریپبلکن ایڈیشن تھا اور کچھ نہیں۔ جولائی والی بادشاہت نے جو انتخابی حق کو شرطیں لگا کر محدود کر رکھا تھا، جس کے تحت بورژوازی کے بڑے حصے کو سیاسی اختیارات یا حکمرانی کا موقع نہیں ملتا تھا، وہ بورژوائی ریپبلک کے وجود سے میل نہیں کھاتے تھے۔ فروری والے انقلاب نے ان شرطوں کو منسوخ کر کے ان کی جگہ فوراً عام رائے دہندگی اور انتخابات کا حق دینے کا اعلان کر دیا۔ بورژوا ریپبلکنوں کے اختیار کی بات نہ تھی کہ اس اعلان کو رد کر دیتے، اس پر صرف اتنی شرط بڑھا کر ان کی تسلی ہوگئی کہ رائے دہندہ اپنے حلقہ انتخاب میں چھ مہینے رہ چکا ہو۔ پہلے سے جو انتظامیہ محکمے چلے آرہے تھے، میونسپل سسٹم تھا، عدالتی نظام تھا، فوج وغیرہ تھی، وہ سب جوں کا توں رہا۔ جو نئے آئین نے کہیں کچھ بدلا بھی تو صرف خانے بدلے، اندر تک نہیں چھیڑا، صرف نام بدلے، چیزوں کو نہیں چھوا۔

1848 کی آزادیوں کے جنرل اسٹاف، یعنی شخصی آزادی، تحریر و تقریر، یونین، جلسہ جلوس، تعلیم اور عقیدے کی آزادی، ان سب کو آئینی وردی پہنادی گئی جس سے وہ ہر قسم کی دخل اندازی سے بالاتر ہوگئے۔ ان میں سے ہر ایک آزادی کو ہر ایک فرانسیسی باشندے کا بے دخل حق مان لیا گیا، اس ہلکی سی شرط کے ساتھ کہ ان پر تب تک کسی قسم کی پابندی نہ ہوگی جب تک "دوسروں کے مساویانہ حقوق اور سماجی سلامتی" کی طرف سے رکاوٹ نہ پڑے ___ یعنی ایسے "قانونوں" کی طرف سے پابندی نہ لگائی جائے جن کا مطلب ہوگا انفرادی آزادی اور سماجی سلامتی کے درمیان ہم آہنگی کی خاطر بیچ بچاؤ کرنا۔ مثال کے طور پر فرانسیسی آئین کا باب دوم، دفعہ 8 کہتی ہے:

"باشندوں کو انجمن بنانے کا، پرامن اور بے ہتھیار جلسے جلوس کا، اپیل دائر کرنے کا، عدالتی چارہ جوئی کا، پریس میں یا جس طرح چاہیں اپنے خیالات ظاہر کرنے کا پورا اختیار ہے۔ ان اختیارات کے استعمال پر سوائے اس کے کوئی حد بندی نہ ہوگی کہ دوسروں کو بھی برابر کا اختیار ملے، اور سماجی سلامتی قائم رہے"۔... دفعہ 9 کہتی ہے:

"تعلیم آزاد ہے۔ تعلیم کی آزادی کا استعمال ان شرطوں کے تحت عام ہوگا جو قانون کی طرف سے احتیاط یا سرکاری نگرانی کی طرف سے لگائی جائیں"۔... دفعہ 3 کہتی ہے:

"ہر ایک باشندے کی رہنے کی جگہ پر کوئی دخل اندازی نہیں ہوسکتی۔ اس حق کی خلاف ورزی صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے جب قانون میں درج کی ہوئی صورتوں کی پوری پابندی کی جائے" وغیرہ وغیرہ۔

بس یہ آئین بار بار حوالہ دے رہا ہے کہ آئندہ کچھ ایسے ضمنی قانون آنے والے ہیں جو تفصیلی تشریح کریں گے ان شرطوں کی جو آزادانہ حقوق کے ساتھ لگی ہیں اور ان غیر مشروط آزادیوں کے استعمال میں باقاعدگی پیدا کریں گے تاکہ وہ ایک دوسرے سے بھی نہ ٹکرائیں اور سماجی سلامتی سے بھی ان کا تصادم نہ ہو۔ آگے چل کر قاعدے قانون کے خیر خواہوں نے یہ ضمنی قانون بنا دیئے اور ان آزادیوں میں کچھ ایسی باقاعدگی پیدا کی کہ بورژوازی ان سے کھلا فائدہ اٹھا سکے، اور برابر کے حقوق رکھنے والے دوسرے طبقوں کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ پڑنے پائے۔ جہاں بھی "دوسروں" کو ان آزادیوں سے محروم کیا گیا، یا ان کے استعمال کو ایسی شرطوں کا پابند کیا گیا، جو پولیس کے پھندوں میں پھنسانے والی تھیں وہاں ہمیشہ ایک ہی عذر تھا کہ یہ سب کچھ "سماجی سلامتی" کی خاطر کیا جا رہا ہے یعنی بورژوازی کی سلامتی کی خاطر، جیسی کہ آئین میں گنجائش رکھی گئی تھی۔ چنانچہ دونوں فریق بجا طور پر آئین کی طرف رجوع کرتے تھے ___ قاعدے قانون کے خیر خواہ بھی جنھوں نے ساری آزادیوں کے معطل کر دیا، اور وہ ڈیموکریٹ بھی جو ساری آزادیاں طلب کرتے تھے۔ آئین کے ہر ایک پیراگراف میں اس کی کاٹ بھی رکھی گئی تھی، اس کا اپنا ایوان بالا (راجہ سبھا) اور ایوان عوام (لوک سبھا) موجود تھا: عام جملوں میں آزادی ہی آزادی اور ضمنی شرطوں میں اس کی منسوخی۔ نتیجہ یہ کہ جب تک آزادی کے نام کی آبرو رہی اور صرف اس کے اصلی وجود میں رکاوٹ پڑتی تھی_ ظاہر ہے کہ یہ رکاوٹ قانون کی بنیاد پر ڈالی جاتی تھی_ تب تک آزادی کا آئینی وجود بھی بنا رہا، اسے نہیں چھیڑا گیا، اگرچہ روزمرہ کی زندگی میں آزادی کے وجود پر کاری سے کاری ضرب پڑتی رہتی تھی۔

اس آئین کو دخل اندازی سے پاک رکھنے میں بڑی چالاکی سے کام لیا گیا تھا پھر بھی یونانی داستان کے اکیلیس پہلوان کی طرح اس میں کمزور رگ موجود تھی۔ ایڑی میں نہیں بلکہ سر میں، اور ایک نہیں بلکہ دو سروں میں، جو اس کے شانوں کے اوپر اٹھے ہوئے تھے؛ ایک طرف قانون ساز اسمبلی، دوسری طرف پریذیڈنٹ۔ آئین پر ایک سرسری نظر ڈالنا کافی ہے اور فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ صرف دو دفعات جن میں پریذیڈنٹ کا قانون ساز اسمبلی سے تعلق جتایا گیا ہے، صرف وہی غیر مشروط ہیں، اور ان کی اثباتی حیثیت ہے، ان میں ایک دسرے کی کاٹ نہیں، کسی ہیر پھیر کی گنجائش نہیں۔ بورژوائی ریپبلکنوں کی یہاں صرف اس سے غرض تھی کہ اپنی پوزیشن پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ دفعہ 40 سے 70 تک آئین میں یہ رکھا گیا ہے کہ قومی اسمبلی آئین کی پابند رہ کر پریذیڈنٹ کو ہٹا سکتی ہے، لیکن پریذیڈنٹ چاہے تو قومی اسمبلی آئین کی پابندی کرتے ہوئے نہیں ہٹا سکتا، ہٹانے کے لئے خود آئین کو ہی رد کرنا ہوگا۔ چنانچہ خود آئین ہی شہ دیتا ہے کہ طاقت کے زور سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ 183 کے چارٹر میں تو صرف اقتدار ہی بٹا ہوا تھا، یہاں اس تقسیم کو ایسی انتہا تک پہنچا دیا گیا ہے کہ اس کا تضاد ناقابل برداشت ہوگیا۔ آئینی اختیارات کا کھیل، جسے گیزو نے قانون سازی اور انتظامیہ کے جداگانہ اختیارات کی پارلیمنٹری چخ چخ کہا ہے، 1848 کے آئین میں اس طرح کھیلا گیا کہ جو کچھ ہے، داؤ پر لگا دو۔ ایک طرف ساڑھے سات سو نمائندوں کی قومی اسمبلی ہے، یہ نمائندے عام رائے دہندگی سے چنے ہوئے ہیں، اور پھر سے چنے جانے کے مجاز ہیں، ان سے مل کر قومی اسمبلی بنی ہے جس پر کسی کا زور نہیں، وہ نہ تحلیل کی جاسکتی ہے، نہ تقسیم کی جاسکتی ہے، اس کے قانون سازی کے اختیارات کی کوئی حد نہیں؛ جنگ، امن یا تجارتی معاہدے کے فیصلوں کی مختار ہے، معافی دینے کا حق صرف اس کو پہنچتا ہے اور مستقبل اجلاس رکھنے کی بدولت وہ ہمیشہ منظر عام پر حاوی رہتی ہے۔ دوسری طرف پریذیڈنٹ ہے۔ جسے شاہی کے تمام اختیارات حاصل ہیں۔ وہ قومی اسمبلی سے پوچھے بغیر اپنے وزیر مقرر یا الگ کر سکتا ہے۔ انتظامیہ اختیارات کی تمام باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے، سارے عہدوں کی تقرری کا اختیار ہے، جس کی بدولت پو

رے فرانس کے کم از کم پندرہ لاکھ آدمی کی تقدیر اس کے قبضہ قدرت میں ہے، کیونکہ مختلف درجوں کے 5 لاکھ سرکاری ملازمتوں سے پندرہ لاکھ کی روزی وابستہ ہوتی ہے فوج کی ساری مسلح طاقت اس کے تحت ہے۔ یہ خصوصی اختیار حاصل ہے کہ کسی مجرم کو چاہے تو معاف کر دے، نیشنل گارڈ کو برخاست کر دے، اور اسٹیٹ کونسل کی منظوری کے ساتھ جنرل کونسلوں، ضلع کونسلوں اور میونسپل کونسلوں کو بھی توڑ دے جو لوگوں کے ووٹ سے چنی جاتی ہیں۔ دوسرے ملکوں سے جو معاہدے کئے جائیں، ان کی تحریک کرنے اور انہیں کوئی رخ دینے کا رول بھی اسے انجام دینا ہے۔ اور ایسی حالت میں جب کہ اسمبلی برابر لوگوں کی نظر کے سامنے موجود ہے اور آئے دن پبلک کی نکتہ چینی کی شکار رہتی ہے، پریذیڈنٹ سب کی نظر سے اوجھل یلی سے ئی (65) کے شاہی محل میں زندگی گزارتا ہے۔ اس کے دل و نظر کے سامنے آئین کی ایک دفعہ 45 ایسی ہے جو روزانہ پکار کر کہتی ہے frerf,il faut mourir (بھائی، مرنے کو تیار رہو!)۔ اپنے انتخاب کے چوتھے سال مئی کے لاجواب مہینے کے دوسرے اتوار کو آپ کے اختیارات کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ (کیتھولک راہبوں کا ایک فرقہ ان لفظوں سے آپس میں سلام کرتا ہے۔ (ایڈیٹر))۔ آپ کی شان ہوا ہو جائے گی، اس ڈرامے کا دوسرا منظر نہیں کھلنے والا، اور اگر آپ کی طرف قرضہ نکلتا ہو تو وہ جو آپ کو آئین کی منظوری سے 6 لاکھ فرانک تنخواہ ملتی ہے، اس میں سے وقت پر ادا کرنے کی کوشش کیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مئی کے لاجواب مہینے کے دوسرے سوموار کو کلیشی (66) روانہ ہونے والے ہوں اس طرح، اگر آئین نے اصل طاقت پریذیڈنٹ کے ہاتھ میں دے رکھی تھی تو اس نے کوشش کی کہ اخلاقی طاقت قانونی پیراگرافوں سے پیدا کرنا ممکن نہیں ہوتا، اس کے علاوہ یہ بھی ہوا کہ پریذیڈنٹ کو تمام فرانسیسیوں کے براہ راست ووٹ سے چنوا کر آئین نے خود اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار لی۔ ایسے میں جب کہ سارے فرانس کے ووٹ سات سو پچاس ممبران میں بٹے ہوئے ہیں، پریذیڈنٹ کی صورت میں ان کا ارتکاز صرف ایک شخص پر ہے۔ قومی اسمبلی کا ہر ایک ممبر کسی ایک پارٹی کا، کسی ایک حلقے کا یا ٹھکانے کا نمائندہ ہے یا اور کچھ نہیں تو صرف اس لئے نمائندگی کر رہا ہے کہ انہیں [ووٹران] کو ساڑھے سات سو میں سے ایک کا چناؤ کرنا ہے، حالانکہ نہ تو اصل سوال پر کوئی خاص دھیان دیا گیا، نہ چنے جانے والے کی شخصیت پر۔ اور ایک ہے پریذیڈنٹ جسے پوری قوم کے ووٹوں سے چنا گیا اور اس کا چناؤ ترپ کا پتہ ہے جو خود مختار قوم چار سال میں صرف ایک بار چلتی ہے، قوم کے ساتھ چنی ہوئی قومی اسمبلی کا رشتہ مابعد الطبیعیاتی (بہت پھیر کا) ہے، لیکن چنے ہوئے پریذیڈنٹ کا رشتہ قوم کے ساتھ ذاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قومی اسمبلی کے الگ الگ ممبروں میں قومی اسپرٹ کے رنگارنگ پہلوؤں کی ترجمانی ہوتی ہے، لیکن پریذیڈنٹ کی ذات میں ساری قوم کی اسپرٹ سمٹ آتی ہے، قومی اسمبلی کے مقابلے میں پریذیڈنٹ کی پشت پر گویا غیبی ہاتھ ہے، وہ قوم کی عنایت سے صاحب اختیار ہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ سمندروں کی دیوی تھی ٹس (thetis) نے اکیلیس کے حق میں جوان مرگی کی پیش گوئی کی تھی۔ یہ آئین جس میں اکیلیس کی طرح کمزور رگ پائی جاتی ہے، اسی یونانی ہیرو کی طرح پیشگوئی کا شکار ہوا کہ اسے بھی عین نوجوانی میں موت آئے گی۔ سمندر کی دیوی کو ضرورت نہیں تھی کہ پانی سے نکل کر آئے اور رپبلک کے قانون سازوں، خالص رپبلکنوں کے کان میں اپنا منتر پھونک جائے۔ بس، اگر یہ لوگ اپنے آدرشوں کی رپبلک کے ہوائی محل سے نیچے جھک کر حقیر پُر تقصیر زمین پر ایک نظر ڈال لیتے تو صاف پتہ چل جاتا کہ شاہ پرستوں، بونا پارٹ والوں، ڈیموکریٹوں اور کمیونسٹوں کی سینہ زوری بڑھنے کے ساتھ خود ان کی مقبولیت بھی زور بہ زور اسی رفتار سے گھٹتی جا رہی تھی جس رفتار سے وہ قانون سازی کے فنی شہپارے کی تکمیل کے قریب پہنچ رہے تھے۔ انھوں نے آئین کے پھندے میں تقدیر کو پھانسنے کی کوشش کی۔ آئین کی دفعہ 111 کے مطابق یہ قاعدہ رکھا کہ آئین پر کسی نظر ثانی یا ترمیم کے لئے کم از کم تین چوتھائی ووٹ ضروری ہوں گے، اور پے در پے تین ایسے مباحثوں میں یہ ووٹ دئے جائیں۔ مزید شق یہ تھی کہ کم از کم پانچ سو ممبران لازماً ووٹ میں حصہ لیں۔ ہوں۔ یہ محض ایک ناکارہ کوشش تھی ایسے برے وقت بھی اپنے ہاتھ میں اقتدار رکھنے کی، جسے انہوں نے دور سے بھانپ لیا تھا کہ وہ پارلیمنٹ کے اندر اقلیت میں رہ جائیں گے۔ اور ایسی حالت میں جبکہ پارلیمنٹ کی اکثریت حاصل کر لی تھی اور حکومت کی طاقت کے سارے ذریعے ان کے ہاتھ میں آ گئے تھے، وہ اپنی طاقت اس بُرے وقت کے لئے بنائے رکھنے کی کوشش کر رہے تھے کیونکہ وہ روز بہ روز ان کے کمزو ہاتھوں سے پھسلتی جا رہی تھی۔

آخر میں آئین ایک نیم ڈرامائی پیراگراف میں خود کو سپرد کرتا ہے "پوری فرانسیسی قوم اور اس قوم کے ہر فرد کی ہوشیار باشی اور اور حب وطنی کے" حالانکہ اس سے پہلے ایک دفعہ میں یہی آئین "خبردار" اور "حب وطن رکھنے والے "فرانسیسیوں کو نرم و نازک اور بہت ہی گہری چھان پھٹک کرنے والے faute cour (ہائی کورٹ) کے سپرد کر چکا ہے جسے آئین نے خاص اسی غرض سے وضع کیا تھا۔

یہ تھا وہ 1848 کا دستور جو دوسری دسمبر 1851 کو کسی ایک شخص کے سر مار دینے سے نہیں بلکہ محض ٹوپ کے چھو جانے سے منہ کے بل گر گیا، یہ ضرور ہے کہ ٹوپ نپولین کا سا تکونا ٹوپ تھا۔

جن دنوں قومی اسمبلی کے اندر بورژوائی رپبلکن اس آئین میں رنگ بھر رہے تھے، اس پر بحث کر رہے تھے اور اس کے حق میں ووٹ دے رہے تھے، اسمبلی کے باہر کوے نیاک نے پیرس کے محاصرے کا اعلان کر رکھا تھا۔ یہ محاصرہ آئین ساز اسمبلی کی دایہ تھی جو رپبلک کی پیدائش کے وقت دردزہ کی دیکھ بھال کر رہی تھی، اگر آگے چل کو سنگینوں کے زور پر ہی اس کا اختتام ہوا تھا تو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اسی طرح سنگینوں کی نوک پر، اور جب ان کا رخ عوام کی طرف تھا پیدائش کے وقت اس کی حفاظت کی گئی تا کہ اس کو وجود میں لایا جا سکے۔ "بااصول رپبلکنوں" کے باپ دادا نے اپنے آئین کے نشان یعنی ترنگے جھنڈے (67) کو سارے یورپ میں دورہ کرنے بھیجا۔ انہوں نیا پنی باری میں خود ایک چیز ایجاد کی جو خود سے پورے براعظم میں گئی لیکن ابھی دلوں میں اس کی محبت سرد نہ ہوئی تھی کہ یہ ایجاد جب اپنے وطن کو واپس آئی تو فرانس کے آدھے محکموں نے اس کے حق شہریت پر مہر بھی لگائی، یہ فرانسیسی ایجاد ہے محاصرے کی حالت۔ لاجواب ایجاد ہے۔ فرانسیسی انقلاب کے دور میں جب بھی بار بار ابتلا کا دور آیا، یہ ایجاد کارآمد نکلی۔ لیکن فوجی ڈیرے، جن کا بوجھ پہلے بھی کئی بار فرانسیسی سماج سر پر لادا گیا تا کہ اس کی سمجھ بوجھ پر دباؤ پڑے اور اسے نچلا بٹھا دیا جائے، وہ تلوار اور بندوق جسے کئی بار عدالت اور انتظام، سرپرست اور سنسر کی ذمہ داری ادا کرنے کا، پولیس والے اور رات کے چوکیدار کا کام

انجام دینے کا موقع ملا، وہ مونچھیں اور وردی جن کے بارے ڈنکے بجادئے گئے کہ وہی سوسائٹی کی عقل کل اور اس کی مربی ہیں۔ بھلا یہ فوجی بارک اور ڈیرے، یہ تلوار اور بندوق، یہ مونچھیں اور وردی آخر میں خود اس نتیجے پر کیوں نہ پہنچتیں کہ اچھا ہے کہ سوسائٹی کو ایک مرتبہ ہمیشہ کے لئے بچالیا جائے، خود اپنے بندوست کو سب سے اونچی اپنی حیثیت دے دی جائے، اور بورژوا سماج کو اپنا انتظام چلانے کے دردسر سے بالکل ہی نجات دے دی جائے۔ فوجی بارک اور ڈیرے تلوار اور بندوق، مونچھوں اور وردی کو یہ خیال یوں بھی زیادہ آنا چاہئے تھا کہ اگر وہ ایسا کرنے پر آجائیں تو انہیں اپنی بیش قیمت خدمات کے بدلے نقد رقم بھی زیادہ ہاتھ لگنے لگی، جب کہ وقتاً فوقتاً محاصرے کی حالت میں اور بورژوازی کے ایک یا دوسرے گروہ کے حکم پر سوسائٹی کا عارضی بچاؤ کرنے کی صورت میں خود ان کے پلے بہت کم پڑتا تھا، سوائے اس کے کہ کچھ جوان مارے جاتے، کچھ زخمی ہوتے، اور بورژوازی کی طرف سے انعام میں کچھ تیکھی مسکراہٹیں مل جاتیں۔ فوجی جوان اپنے حق اور اپنے مفاد میں خود ہی کیوں نہ محاصرے کی حالت کا اعلان کر کے دیکھ لیتے اور پھر اسی میں بورژوا کی تجوری کا بھی محاصرہ ہو جاتا۔ جملہ معترضہ کے طور پر، اسی ضمن میں یہ بھی نہ بھولنا چاہئے کہ کرنل برنار، جنگی کمیشوں کا وہی نمائندہ جس نے کوے نیاک حکومت کے دنوں میں 15 ہزار باغیوں کو مقدمہ چلائے بغیر جلاوطن کیا تھا، پھر ان جنگی کمیشنوں کا سربراہ بنا بیٹھا ہے جو پیرس میں کام کر رہے ہیں۔

پیرس کے محاصرے کی حالت کا اعلان کر کے اگر "بااصول" اور خالص رپبلکنوں نے ایسی نرسری جمائی جس میں آگے چل کر دوسری دسمبر 1851 کے پری ٹورین (68) اگنے والے تھے، تو دوسری طرف بھی وہ داد کے مستحق ہیں کہ لوئی فلپ کے زمانے میں تو وہ قومی جذبات کو خوب بھڑکایا کرتے تھے، لیکن اب جب کہ ساری قوم کے اختیارات ان کی مرضی پر منحصر ہو گئے تو غیر ملکی طاقتوں کے سامنے رینگنے لگے اور بجائے اس کے کہ اٹلی کو آزاد کرتے، آسٹریا کو اور نیاپولٹن (69) کو موقع دے رہے ہیں کہ بڑھ کر پھر سے اٹلی پر قبضہ کر لیں۔ 10 دسمبر 1848 کو جب لوئی بوناپارٹ کا پریزیڈنٹ کی جگہ چناؤ ہوا، اسی چناؤ نے کوے نیاک کی ڈکٹیٹری اور آئین ساز اسمبلی، دونوں کا خاتمہ کر دیا۔

آئین کی دفعہ 44 میں کہا گیا ہے کہ "فرانسیسی رپبلک کا پریزیڈنٹ ایسا شخص نہیں ہوسکتا جو کبھی کسی وقت فرانسیسی شہری کے حق سے محروم ہو چکا ہو" اور پہلا ہی پریزیڈنٹ لوئی نپولین بوناپارٹ وہ شخص ہے جس نے نہ صرف یہ کہ اپنی فرانسیسی شہریت کھودی تھی، بلکہ انگلینڈ مین اسپشل کانسٹبل رہ چکا ہے اور سوئٹزرلینڈ کے شہری کا حق رکھ چکا ہے (70)۔

کسی اور جگہ میں دسویں دسمبر کے الکشن کی اہمیت بیان کر چکا ہوں۔ مارکس کی ایک اور تصنیف "فرانس میں طبقاتی جدو جہد 1848 سے 1850۔ (ایڈیٹر) یہاں اس کو نہیں دہراؤں گا۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ کسان، جنھیں فروری کے انقلاب کا بھگتان کرنا پڑا تھا، انھوں نے الیکشن کے دوران قوم کے باقی طبقوں کے خلاف اپنا جذبہ ظاہر کیا۔ یعنی دیہات نے شہر سے ناراضی کا اظہار کیا۔ فوج کو یہ الیکشن دل سے پسند آئے کیونکہ " نیشنل" رپبلکوں نے نہ تو فوج کی عزت بڑھائی تھی، نہ تنخواہ۔ بڑی حیثیت کی بورژوازی نے لوئی بانا پارٹ کو خوش آمدید کہا کیوں کہ وہ اسے بادشاہت کی طرف پلٹنے کا عارضی مرحلہ سمجھے، چھوٹی حیثیت کی بورژوازی اور پرولتاریہ نے بھی اس کا استقبال کیا کہ وہ اسے کوے نیاک کے جرم کی سزا سمجھ رہے تھے، آئندہ کہیں مجھ کو موقع ملے گا کہ فرانسیسی انقلاب سے کسان کے تعلق پر زیادہ نزدیک سے بحث کر سکوں۔

20 دسمبر 1848 سے آئین ساز اسمبلی کے توڑے جانے کی تاریخ مئی 1849 تک کا زمانہ بورژوائی رپبلکنوں کے زوال کی تاریخ پیش کرتا ہے۔ بورژوازی کے لئے رپبلک قائم کر کے انھوں نے انقلابی پرولتاریہ کو میدان سے نکال دیا اور جمہوریت پسند چھوٹی بورژوازی کو تھوڑے عرصے کے لئے خاموش کر دیا لیکن خود بھی بورژوازی کے بڑے ہجوم کے ہاتھوں، جس نے سمجھا ہے کہ یہ رپبلک اسی کی جاگیر ہے، بالکل بے دخل کر دئے گئے۔ بورژوازی کی یہ بڑی سے بڑی تعداد بہرحال تھی شاہ پرست۔ اس کا ایک حصہ یعنی بڑے جاگیردار ''بحالی'' Restoration کے زمانے میں (دیکھئے نوٹ نمبر 16) حکومت کر چکے تھے، اس لئے وہ اب جائز وارث والے (legitimists) تھے۔ دوسرا حصہ یعنی مالیات پر چھائے ہوئے شرفا اور بڑے بڑے صنعت کار جولائی کی بادشاہت کے دنوں میں برسراقتدار رہ چکے تھے، اس لئے اورلین والوں (17) کے حامی ہو گئے۔ فوج کے اعلیٰ عہدے دار، یونیورسٹی، چرچ، عدالت، اکادمی اور پیرس کے بڑے لوگ دونوں فریقوں میں تھے، کسی میں کم، کسی میں زیادہ۔ بورژوازی کے ان دونوں حصوں کو اس بورژوا رپبلک میں، جس کا نہ تو بوربوں نام تھا، نہ اورلین، بلکہ اس کا نام تھا کیپٹل، ریاست کی ایسی شکل میسر آ گئی جس میں دونوں مل ملا کر حکومت کر سکتے تھے۔ جون کی بغاوت انہیں ایک پارٹی میں تو جوڑ ہی چکی تھی، جس کا نام تھا "ضابطہ پارٹی" (72)۔ اب وقت آیا کہ بورژوائی رپبلکنوں کے اس گروہ کو بے دخل کیا جائے جو قومی اسمبلی کے اندر پوزیشن بنائے بیٹھا تھا۔ یہ خالص رپبلکن جسمانی طاقت کو عام لوگوں کے خلاف استعمال کرنے میں جتنے بے درد تھے اتنے ہی وہ بزدل، بے زبان، کم ہمت، بے بس اور مقابلے کے نااہل نکلے جب انہیں پیچھے ہٹنا پڑا اور انتظامیہ طاقت اور شاہ پرستوں کے سامنے اپنے رپبلکن ازم اور حق قانون سازی کا سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ یہاں کچھ ضروری نہیں کہ میں ان لوگوں کے بکھراؤ کی شرمناک تاریخ بیان کروں۔ وہ ٹوٹے نہیں بلکہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ ان کا رول ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اسمبلی کے اندر بھی اور باہر بھی بعد کے دنوں میں ان کا وجود صرف یادوں میں رہ گیا۔ ایسی یادیں جو صرف تبھی تازہ ہوتی ہیں جب رپبلک کا نام زبانوں پر آتا ہے اور جب بھی انقلابی تصادم پستی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ضمناً یہ بھی کہتا چلوں کہ وہ اخبار۔ " نیشنل" جس نے پارٹی کو اپنا نام دیا تھا وہ لوگ آگے چل کر سوشلزم کا طرفدار ہو گیا۔

اس دور کا ذکر تمام کرنے سے پہلے ہمیں پلٹ کر دو طاقتوں پر نظر ڈالنی ہے جن میں سے ایک نے دوسری طاقت کا کام 2 دسمبر 1851 کو تمام کر دیا حالانکہ 20 دسمبر 1848 سے آئین ساز اسمبلی کے برخاست ہونے تک دونوں میں شادی کے تعلقات رہے تھے۔ دونوں پارٹیوں سے ہمارا مطلب ایک تو لوئی بوناپارٹ اور دوسری متحدہ شاہ پرستوں کی پارٹی، جو ضابطہ پارٹی یعنی بڑی حیثیت کی بورژوازی کی پارٹی تھی۔ پریزیڈنٹ کی ذمہ داری سنبھالتے ہی لوئی بوناپارٹ نے فوراً ضابطہ پارٹی کی وزارت بناڈالی اور اس کا سربراہ مقرر کیا اودی لوں بارو کو۔ نظر میں رکھنے کی بات ہے کہ یہ شخص پارلیمنٹری بورژوازی کے سب سے آزاد خیال گروہ کا ایک پرانا لیڈر تھا۔ مسٹر بارو کو آخر قلمدان وزارت ہاتھ آ گیا جس کی پرچھائیں 1830

سے ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ بڑی بات یہ کہ ملی بھی تو وزیر اعظم کی کرسی، مگر وہ اس طرح نصیب نہ ہوئی جیسے انہوں نے لوئی فلپ کے زمانے میں آرزو کی ہوگی کہ پارلیمنٹ کے اندر حزب مخالف کے سب سے ترقی یافتہ لیڈر بن کر بیٹھیں بلکہ اس کے بجائے اپنے کٹر دشمنوں کے حلیف بن کر یسوعی پارٹی اور جائز وارث والوں (jesuits and legitimists) کا ساتھ دے کر ملی اور یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ پارلیمنٹ کو قبر میں اتار دیں۔ وہ دلہن کو سہرے جلوے سے لے تو آئے لیکن وہ تب تک بیعصمتھو چکی تھی۔ خود لوئی بونا پارٹ چلمن کی اوٹ میں تھا، ضابطہ پارٹی نے اس کی طرف سے عمل کر دکھایا۔

وزراتی کونسل کے پہلے ہی جلسے میں قرار پایا کہ فوجی مہم روم بھیجی جائے اور اتفاق اس پر ہوا کہ قومی اسمبلی کے پس پشت یہ کارروائی ہو البتہ اسمبلی کے سامنے بہانہ بنا کر رقم کی منظوری حاصل کر لی جائے۔ اس طرح سے نئی وزرات نے قومی اسمبلی کو فریب دینے سے اور خفیہ سازش سے اپنا کام شروع کیا، یہ سازش روم کی انقلابی ریپلک کے خلاف باہر کی مطلق العنان طاقتوں کے ساتھ کی گئی تھی، ٹھیک اسی طرح اور اسی جوڑ توڑ سے بونا پارٹ نے دوسری دسمبر والے انقلابِ حکومت کی تیاری کی جس کا رخ شاہ پرستوں کی قانون ساز اسمبلی اور ان کی آئینی ریپلک کے خلاف تھا۔ یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ وہی پارٹی جس نے 20 دسمبر 1848 کو لوئی بونا پارٹ کی وزرات بنوائی تھی، دوسری دسمبر 1851 کو قانون ساز قومی اسمبلی کے اندر اکثریت رکھتی تھی۔

اگست کے مہینے میں آئین ساز اسمبلی نے ان آئین کے ضمنی قوانین کا پورا سلسلہ تیار کرنے انہیں نافذ کر چکنے کے بعد برخواست ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ 6 جنوری 1849 کو ضابطہ پارٹی نے اپنے ایک نمائندے راتو کی زبانی یہ تجویز رکھی کہ اسمبلی ان ضمنی قوانین کو اپنے حال پر چھوڑے اور خود اپنے برخواست ہونے کا فیصلہ منظور کر دے۔ صرف اودی لوں بارو کی وزرات نے ہی نہیں بلکہ قومی اسمبلی کے تمام شاہ پرست ممبروں نے تحکمانہ لہجے میں جتایا کہ اسمبلی کا برخواست ہو جانا لازمی ہے تاکہ اعتماد بحال کیا جا سکے، ضابطے کی پابندیاں کی جائیں، عارضی انتظاموں کا جو تھاہ سلسلہ چل رہا ہے، وہ ختم ہو، اور معاملات ایک یقینی صورت اختیار کریں۔ ان کا کہنا تھا کہ قومی اسمبلی نئی حکومت کا کارگزاری میں اڑچن بن گئی ہے اور خواہ مخواہ کی ضد سے اپنی عمر بڑھانے چلی جاتی ہے، ملک اس کے وجود سے اکتا چکا ہے۔ قانون ساز طاقت پر ایسے آوازے کسے گئے تو لوئی بونا پارٹ نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا، انہیں زبانی یاد کر لیا اور دکھایا کہ انہی سے سب کچھ سیکھا ہے۔ جو نعرے وہ لگا رہے تھے، اس نے انہی کو خود ان کے خلاف موڑ دیا۔

باروت کی وزرات اور ضابطہ پارٹی اور آگے بڑھے، انہوں نے قومی اسمبلی کے نام فرانس کے کونے سے اپیلیں کرائیں اور نرم لفظوں میں اس سے تقاضا کیا کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ کر ہٹ جائے۔ اس ترکیب سے انہوں نے عوام کو جو منظّم نہیں تھے ان کی سوچ کو ہموار کیا تاکہ خود اسمبلی کے خلاف آگ میں کود پڑیں حالانکہ یہ اسمبلی انہی عوام کی خواہش کا ایک منظّم آئینی اظہار تھی۔ انھی لوگوں نے بونا پارٹ کو پارلمینٹری اداروں کے خلاف عوام سے اپیل کرنا سکھایا تھا۔ آخر 29 جنوری 1849 کو وہ دن آ گیا جب آئین ساز اسمبلی کو اپنے برخاست ہونے کا فیصلہ کرنا تھا۔ جس میں اس کے اجلاس ہو رہے تھے، دیکھا کہ اس پر فوج کا قبضہ ہے۔ ضابطہ پارٹی کے جنرل شنگارنیے جس کے ہاتھ میں اس روز نیشنل گارڈ اور مقامی چھاونی کی کمان تھی، پیرس میں فوج کی بڑی پریڈ کا معائنہ کر رہا تھا، گویا لام بندی ہو رہی ہے، ادھر متحدہ شاہ پرستوں نے قومی اسمبلی کو دھمکی دی کہ اگر وہ سیدھی طرح نہیں مانتی تو پھر طاقت سے کام لیا جائے گا۔ وہ راضی ہو گئی۔ البتہ یہ ہے کہ تھوڑی سی پر اپنی عمر بڑھا لینے کا مول بھاؤ کر لیا۔ 29 جنوری 1849 کی یہ تاریخ تھی ہی کیا، سوائے اس کے کہ دوسری دسمبر 1851 کا coup d etat (انقلابِ حکومت)، جسے شاہ پرستوں نے یوئی بونا پارٹ سے مل کر ریپبلکن قومی اسمبلی کے خلاف برپا کیا تھا؟ شاہ پرست حضرات نے یا تو دیکھا نہیں یا دیکھنا ہی نہیں چاہا کہ بونا پارٹ نے 29 جنوری 1849 کے واقعات کا فائدہ اٹھایا تاکہ فوج کا ایک حصہ اس کی نظروں کے سامنے پریڈ کرتا ہوا تو یلری محل سے گزارا جائے اور پارلیمنٹ کی طاقت کے مقابل فوجی طاقت کے اس پہلے مظاہرے کو بڑی بے صبری سے گرہ باندھ لیا تاکہ رومن بادشاہ کلی گولا (73) کی مثال تازہ کر دے لیکن شاہ پرست حضرات تو صرف اپنے جنرل شنگارنیے کو تک رہے تھے۔

ضابطہ پارٹی کو آئین ساز اسمبلی کی عمر کا رشتہ قطعی کرنے کی جلدی اس لئے پڑی تھی کہ اسے آئین کے ضمیمے کے طور پر ضمنی قوانین سے غرض تھی، مثلاً تعلیم کے بارے میں، مذہب یا عقیدے کے بارے میں، وغیرہ۔ متحدہ شاہ پرست اس بات کو نہایت اہم سمجھتے تھے کہ یہ قانون خود انہیں کے ہاتھوں بنیں، ان کے بنانے میں ریپبلکنوں کا ہاتھ نہ ہو جنہیں کسی کا اعتبار نہیں۔ انہی قوانین میں ایک ایسا بھی تھا جس کے ذریعہ ریپلک کے پریزیڈنٹ کی ذمہ داریاں واضح کی گئی تھیں۔ 1851 میں قانون ساز اسمبلی اسی قسم کے قانون کا مسودہ تیار کرنے میں لگی تھی کہ لوئی بونا پارٹ نے اس قطعی فیصلے کے ہونے سے پہلے ہی دوسری دسمبر کو تختہ الٹ دیا۔ متحدہ شاہ پرست 1851 میں پارلیمنٹ کی اپنی سرمائی مہم کے وقت کیا کچھ دینے کو تیار نہ تھے، صرف اتنے کے لئے کہ پریزیڈنٹ کی ذمہ داریوں کے بارے میں قانون بن کر تیار ہو جائے۔ اور وہ قانون انہی ریپبلکنوں کی اسمبلی کے ہاتھوں بنے جنہیں کسی کا اعتبار نہیں اور شاہ پرستوں سے عداوت رکھتے ہیں۔

29 جنوری 1849 کو جیسے ہی آئین ساز اسمبلی نے اپنا آخری ہتھیار توڑا، مسٹر بارو کی وزارات اور قاعدہ قانون کے حامیوں نے اسے موت کے گھاٹ اتارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسے نیچا دکھانے کی ہر ممکن تدبیر کی اور مجبور و لاچار اسمبلی کے ہاتھ سے وہ قانون بھی زبردستی بنوا لئے جن کی وجہ سے عوام میں اس کی رہی سہی عزت بھی مٹ جائے۔ اور بونا پارٹ جو اپنے خاص نپولینی خیالات میں غرق تھا، نے بے شرمی سے پارلیمانی طاقت کی اس ذلت کو اپنا کام نکالنے کے لئے استعمال کیا۔ چنانچہ 8 مئی 1849 کو قومی اسمبلی نے تو وزارت پر اظہار ناپسندیدگی کا ووٹ پاس کیا کیونکہ جنرل اودینو نے چیوری تاوے کے مقام پر قبضہ کر لیا، اور حکم جاری کیا کہ روم سے فوجی مہم واپس بلا کر اسی مقررہ مطلب (74) تک محدود رکھی جائے، لیکن بونا پارٹ نے اسی شام کو اخبار (moniteur) (75) میں وہ خط چھپوا دیا جس میں جنرل اودینو کو شاندار کارناموں کی مبارکباد دی گئی تھی۔ پارلیمنٹ والے تو بیٹھے کاغذی

کارروائی ہی کرتے رہے، اور بوناپارٹ اتنے میں فوج کا عالی ظرف سرپرست بن بیٹھا۔ شاہ پرست اس پر بغلیں بجا رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ اس کو بے وقوف بنالیں گے۔ آخر جب مراست نے آئین ساز اسمبلی کے صدر کی حیثیت سے لمحہ بھر کے لئے قومی اسمبلی کی سلامتی خطرے میں پڑتے دیکھی اور آئین کی قانونی اجازت سے، ایک کرنل کو اس کی رجمنٹ سمیت طلب کرلیا تو کرنل نے حکم کی تعمیل سے انکار کردیا اور اپنی صفائی میں ڈسپلن کا حوالہ دے کر کہا کہ جنرل شنگارنیے سے رجوع کرنا چاہئے اور اس جنرل نے بھی مراست کی مرضی اس طنزیہ جملے کے ساتھ ٹھکرادی کہ اسے عقل لڑانے والی سنگینیں (bionnettes intelligentes) پسند نہیں ہیں۔ نومبر 1851 میں متحدہ شاہ پرستوں نے بوناپارٹ سے فیصلہ کن ٹکر لینے کے ارادے سے اپنے بدنام زمانہ مسودہ قانون (Questor's bill)(76) کے ذریعے یہ اصول پاس کرانا چاہا کہ قومی اسمبلی کے صدر کو براہ راست فوج طلب کرنے کا اختیار ہونا چاہئے۔ ان کے ایک جنرل لےفلو نے مسودہ قانون پر دستخط بھی کردئے۔ جنرل شنگارنیے کا ووٹ بھی اس کے حق میں پڑ گیا، تیئر نے بھی پچھلی آئین ساز اسمبلی کی دوراندیشی کی خوب داد دے ڈالی۔ لیکن سب فضول۔ وزیر جنگ سین آرنو نے اسے وہی جواب دیا جو خود شنگارنیے مراست کو دے چکا تھا اور یہ جواب "موٹین" والوں کی تالیوں کے شور میں دب گیا۔

اس صورت سے ضابطہ پارٹی نے، جب وہ قومی اسمبلی بھی نہیں تھی، صرف وزارت ہی سنبھالے تھی، پارلیمنٹری طرز حکومت کے ماتھے پر کالک لگادی اور جب 2 دسمبر 1851 کو اسے فرانس سے جلاوطن کردیا تو یہی پارٹی ہائے واویلا بھی کرتی ہے۔

اچھا، اب ہماری طرف سے پارلیمنٹری طرز حکومت کو سفر مبارک ہو۔

3

28 مئی 1849 کو قانون ساز قومی اسمبلی نے اپنا اجلاس شروع کیا، دوسری دسمبر 1851 کو وہ برخواست کردی گئی۔ یہ دور ہے جس میں آئینی یا پارلیمنٹری ریپبلک کا وجود رہا۔

پہلے فرانسیسی انقلاب کے وقت آئین پسندوں کی حکومت کے فوراً بعد "ژیروندیستوں" کا اقتدار قائم ہوا اور ان کے فوراً بعد جیکوبی گروہ نے باگ دوڑ سنبھالی (77)۔ ان میں سے ہر ایک پارٹی کو اپنے سے زیادہ ترقی پسند پارٹی کی پشت پناہی حاصل رہی۔ جیسے ہی ایک پارٹی انقلاب کو اتنی آگے تک لے آتی کہ اس کا ساتھ نہ دے سکے یا سے اور آگے نہ لے سکے، تو پشت پر کھڑی ہوئی زیادہ دلیر حلیف پارٹی اسے ایک طرف ہٹا کر خود نکل آتی اور پھر اسے قتل گاہ کے حوالے کردیتی۔ اس طرح سے انقلاب منزل اوپر چڑھتا رہا۔

1848 کے انقلاب میں اس کے برعکس ہوا ہے۔ یہاں پرولتاری پارٹی چھوٹی حیثیت کی بورژوا ڈیموکریٹک پارٹی کی دم چھلا نظر آتی ہے اور وہ اس پرولتاری پارٹی سے دغا کرتی ہے۔ اسے الگ کردیتی ہے۔ پہلے یہ واقعہ 16 اپریل (78) کو ہوا۔ پھر 15 مئی کو اور پھر جون کے دنوں میں خود ڈیموکریٹک پارٹی بورژوا ریپبلکن پارٹی کے کاندھے کا سہارا لیتی ہے۔ بورژوا ریپبلکنوں کی حالت یہ کہ جہاں انہیں اپنی پوزیشن مضبوط ہونے کا اعتبار ہوا، انہوں نے اپنے کاندھے سے بلائے جان ساتھی کا بازو ہٹایا اور خود ضابطہ پارٹی کے بازو کا سہارا لے لیا۔ ضابطہ پارٹی کاندھے جھٹکتی ہے، بورژوا ریپبلکنوں سے دامن چھڑاتی ہے اور جھپٹتی ہے کہ مسلح فوج کے کاندھے پر سوار ہوجائے۔ اسے اپنی جگہ یہی گمان ہے کہ فوج کے کاندھے پر جمی بیٹھی ہے کہ اتنے میں آنکھ کھلی تو پتہ چلا کہ کاندھوں کی جگہ سنگینیں نکل آئیں۔ ہر ایک پارٹی اپنے پیچھے لگی ہوئی پارٹی کو لات مارتی ہے اور راستہ نکالنے کے لئے اگلی پارٹی کو دھکیلتی ہے، لیکن آگے والی اسے پیچھے دھکیل دیتی ہے۔ مسخرے پن کی اس دھکا پیل میں وہ پارٹی خود سنبھال نہیں پاتی، گرتی ہے اور گرتے میں منہ بنانا بھی لازمی ہے اور عجیب طرح ہاتھ پاؤں چلانا بھی۔ اس صورت میں انقلاب نیچے اترتا چلا جاتا ہے۔ فروری میں جب سڑکوں سے آخری روک (بیری کیڈ) ہٹائی گئی اور پہلا انقلابی اقتدار قائم ہوا۔ س سے پہلے ہی انقلاب الٹے پاؤں سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

یہ دور جس سے ہم فی الحال بحث کررہے ہیں، ایک عجب قسم کا مجموعہ اضداد کا دور ہے کہ ایک دوسرے کی کاٹ یہاں جمع ہوگئی ہے۔ ایسے آئین پسند ہیں جو کھلے بندوں آئین کے خلاف سازشیں کررہے ہیں، ایسے انقلابی ہیں جنہیں آئینی کارروائی کے حمایتی ہونے کا اقرار ہے، قومی اسمبلی ہے جو چاہتی ہے کہ سب طاقت اسی کے ہاتھ میں رہے اور پارلیمنٹری حیثیت سے ہمیشہ چلتی رہے؛ "مونٹین" گروہ ہے جو سمجھتا ہے کہ اس کا کام ہے صبر شکر کرنا، اور اپنی آج کی شکستوں کو ان پیش گوئیوں سے ٹال جاتا ہے کہ فتوحات کا وقت آنے والا ہے۔ شاہ پرست ہیں جو ریپبلک کی patres conscripti (سنیٹ کے ممبروں) کا رول ادا کرتے ہیں اور حالات سے مجبور ہیں کہ باہمی نفاق کے شکار شاہی خاندانوں کو، جن سے انہیں نسبت ہے ملک سے باہر رکھیں اور ریپبلک کو، جس سے انہیں نفرت ہے، فرانس میں رہنے دیں۔ انتظامیہ طاقت ہے جو کمزوری میں اپنی طاقت اور کمائی ہوئی نفرت وحقارت میں اپنی شان سمجھتی ہے۔ ریپبلک ہے جو دو بادشاہوں کے تاریک پہلوؤں کے جوڑ کے سوا کچھ نہیں، ایک تو، بحالی Restoration، اور دوسرے، جولائی کے دنوں کی بادشاہت جن پر سلطنت کا لیبل لگا ہوا ہے۔ ایسے اتحاد ہیں جن کی تہہ میں اختلاف کا بھراؤ ہے۔ ایک جدوجہد ہے جس کا اصل اصول یہ ہے کہ معرکے کو انجام تک پہنچایا جائے۔ بے ہنگم اور بے معنی ایجی ٹیشن ہے جو امن وامان کے نام پر کیا جارہا ہے۔ بڑی دھوم دھام سے امن وامان کی تبلیغ کی جارہی ہے اور وہ بھی انقلاب کے نام پر۔ جوش بہت ہے لیکن اصلیت ناپید۔ اصلیت ہے مگر اس میں جوش کا پتہ نہیں۔ ہیرو ہیں جن کے کارنامے نہیں؛ تاریخ ہے جس میں بڑے واقعے نہیں؛ واقعات کی رفتار ہے جسے اگر کوئی طاقت حرکت میں رکھنے والی ہے تو بظاہر کیلنڈر، پھر وہ بھی بار بار ایک ہی حالت کو یکسانی سے دہرائے جاتی ہے ___ وہی ہر بار تناتنی، وہی ڈھیل۔ ایک دوسرے کی ضدیں ہیں جو بار بار انتہا کو پہنچنے لگتی ہیں، گویا ان کے زور پکڑنے کی غرض ہی یہ ہے کہ دھار کند ہوجائے اور

پھر کچھ نہ ہو، کبھی معاملات سلجھنے نہ پائیں۔ بڑے دعووں کے ساتھ، طاقت کے، زور زبردستی کے اور کم ظرفانہ دہشت کے دکھاوے کئے جاتے ہیں کہ گویا قیامت ٹوٹ پڑے گی لیکن اتنے میں دنیا کو تباہی سے بچا لینے والے نہایت گھٹیا جوڑ توڑ میں اور شاہی محل کے اندر کی ایسی دل لگی میں لگ جاتے ہیں جس کی بے فکری اور بے نیازی دیکھ کر ہنگامہ قیامت کے بجائے فرونڈے کی تحریک (79) یاد آجاتی ہے۔ پورے فرانس کی باضابطہ مجموعی ذہانت ایک فرد واحد کی چال بازانہ بے عقلی کے ہاتھوں صفر ہو کر رہ جاتی ہے۔ پوری قوم کی مجموعی قوت ارادی جب اپنے مناسب اظہار کے لئے خود کو عام رائے دہندگی میں ظاہر کرتی ہے تو عوام کے مفاد کے جانی دشمنوں کے سر جادو چڑھ کر بولتا ہے، لیکن وہی بالآخر ایک شعبدہ باز کی مرضی بن کر رہ جاتی ہے۔ اگر تاریخ کا کوئی صفحہ کبھی مٹیالی روشنائی سے لکھا گیا ہے تو بس وہ یہی ہے۔ لوگ اور واقعات سبھی اندر کو دھنسے ہوئے نقش معلوم ہوتے ہیں، بے جسم کے سائے نظر آتے ہیں۔ انقلاب نے انہی کو اپاہج کر دیا ہے جو اسے اٹھائے ہوئے چلے تھے، اور جوش اور حوصلے کی طاقت صرف اپنے دشمنوں میں بھر دی ہے۔ اگر وہ "سرخ آسیب" جسے انقلاب کے دشمن بدروح کی طرح ہمیشہ منڈلاتا ہوا دیکھا کرتے تھے اور اس پر لاحول پڑھا کرتے تھے، کہیں منظر عام پر ابھرا بھی تو دیکھا کہ اس کے سر پر نراج کی فریگیئن ٹوپی (80) نہیں تھی بلکہ ضابطے کی وردی تھی، اس نے لال برجس پہن رکھی تھی۔

ہم نے دیکھ لیا کہ بونا پارٹ نے 20 دسمبر 1848 کو جو اپنے حکومت سنبھالنے کے دن وزارت مقرر کی وہ ضابطہ پارٹی کی وزارت تھی، جائز وارث والوں (Legitimsts) اور اورلین والوں (Orleanists) کی ملی جلی وزارت تھی۔ بارو_ فالو کی اس وزارت نے کم و بیش طاقت کے زور سے ریپبلکنوں کی آئین ساز اسمبلی کی عمر کوتاہ کی، خود اس سے زیادہ عمر پائی اور اسمبلی کے خاتمے کے بعد بھی اختیارات سنبھالے رہی۔ شنگارنئے، متحدہ شاہ پرستوں کا جنرل تب بھی اپنے ہاتھ میں پہلی آرمی ڈویژن اور پیرس کے نیشنل گارڈ دونوں کی اعلیٰ کمان تھامے رہا۔ آخر عام الیکشن ہوئے اور ضابطہ پارٹی بھاری اکثریت سے قانون ساز قومی اسمبلی میں آپہنچی۔ یہاں پہنچ کر لوئی فلپ کے زمانے کے ممبروں اور اعلیٰ خطاب یافتہ لوگوں کا اس جائز وارث (Legitimsts) گروہ کے مقدس دستے سے سامنا ہوا جس کے حق میں قوم کے ووٹوں کی بے شمار پرچیاں سیاسی اکھاڑے میں اترنے کا پاس بن گئیں تھیں۔ لوگوں کے وہ نمائندے جو بونا پارٹ کے حامی تھے اتنی کم تعداد میں چن کر آئے کہ ایک آزاد پارلیمنٹری پارٹی نہیں بنا سکتے تھے۔ وہ ضابطہ پارٹی کے Mauvaise queue (گلے میں پڑا ہوا ڈھول) معلوم ہوتے تھے۔ اس صورت میں ضابطہ پارٹی سرکاری اختیارات بھی سنبھال کر بیٹھ گئی، فوج بھی اور قانون ساز ادارے بھی مختصر یہ کہ پورے سرکاری اختیارات پر اسی کا قبضہ ہو گیا۔ عام انتخابات نے اسے اخلاقی طور سے مضبوط کر دیا تھا، جن کی بدولت حکومت گویا عوام کی مرضی کی تعمیل بن گئی_ اور عین اسی زمانے میں سارے براعظم یورپ پر انقلاب کے مخالفین حاوی ہو گئے۔

پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ کسی پارٹی نے اپنی مہم کا آغاز اس سے زیادہ طاقتور ذرائع کے ساتھ اور اس سے زیادہ مبارک شگون کے ساتھ کیا ہو۔

ہلاکت کے غار میں پھنسے ہوئے خالص ریپبلکنوں نے دیکھا کہ قانون ساز قومی اسمبلی میں وہ پچاس ممبروں کا چھوٹا سا گروہ ہو کر رہ گئے ہیں جن کے سربراہ افریقی جنرل کووے نیاک، لموری سیئر اور بیدو ہیں۔ تاہم ایک بڑی حزب مخالف (اپوزیشن) "مونٹین" کے ذریعے بن کر تیار ہوئی_ اس پارلیمنٹری نام کے ساتھ سوشل ڈیموکریٹوں کی پارٹی نے اپنی نام رکھائی کی رسم ادا کی۔ قومی اسمبلی کے ساڑھے سات سو ممبروں میں اس پارٹی کے دو سو سے زیادہ آدمی تھے۔ اور ان کی طاقت کم از کم اتنی ضرور ہو جاتی تھی جتنی ضابطہ پارٹی کی تینوں ٹکڑیوں میں سے کسی ایک کی ہو سکتی تھی۔ شاہ پرستوں کی ملی جلی طاقت کے سامنے "مونٹین" پارٹی میں جو تعداد کی کمی کا نقص تھا وہ بھی ظاہراً بعض دوسرے حالات کی بدولت دور ہو جاتا تھا۔ ڈیپارٹمنٹوں کے انتخابات سے تو خیر یہ ثابت ہوا کہ دیہاتی ووٹروں میں اس نے اپنے حامیوں کی تعداد کافی بڑھائی ہے، پیرس سے جتنے نمائندے چن کر آئے ان میں بھی قریب قریب سب اسی پارٹی کے تھے۔ فوج نے بھی انتخاب کے ذریعے اپنے جمہوری عقیدے کا اقرار کر لیا تھا کیونکہ تین "بے کمیشن افسر" چنے گئے اور "مونٹین" پارٹی کے لیڈر لیدرو رولیں کو، ضابطہ پارٹی کے تمام نمائندوں سے ہٹ کر، پانچ ڈیپارٹمنٹوں کی طرف سے، جنہوں نے اپنے ووٹ اس کے حق میں ملا لئے تھے، پارلیمنٹ کی مستقل ممبری کی عزت پیش کر دی گئی۔ شاہ پرستوں کے آپس میں تو ناچاقی اور ٹکراؤ ہونا ہی تھا، اس کے علاوہ ضابطہ پارٹی اور بونا پارٹ والوں کی بھی ٹکر ضرور ہوتی، ایسی حالت میں 28 مئی 1849 کے دن نظر آتا تھا کہ "مونٹین" پارٹی کو میدان مار لینے کے سارے موقعے ہاتھ آگئے ہیں۔ ابھی دو ہفتے گزرے تھے کہ یہ سارے موقعے بھی نکل گئے اور عزت آبرو بھی گئی۔

پارلیمنٹری تاریخ پر آگے بحث کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ چند نکتے واضح کر دیئے جائیں تاکہ ہمارے سامنے جو دور ہے اس کے کردار کے متعلق عام غلط فہمی پھیلنے کا اندیشہ نہ رہے۔ ڈیموکریٹوں کی نظر سے دیکھا جائے تو قانون ساز قومی اسمبلی کے زمانے میں بھی وہی کام پیش نظر تھا جو آئین ساز اسمبلی کے زمانے میں رہ چکا تھا، یعنی ریپبلکنوں اور شاہ پرستوں کے درمیان عام سی کشمکش۔ وہ خود اس تحریک کو ایک لفظ میں سمو دیتے ہیں، لفظ ہے "ری ایکشن"_ مطلب ایسی رات جب ساری بلیاں بھوری نظر آتی ہیں اور رات کے چوکیدار کی طرح ڈیموکریٹوں کو بے روک ٹوک سب طرح کی آوازیں نکالنے کا موقع ہوتا ہے۔ واقعی پہلی نظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضابطہ پارٹی مختلف قسم کے شاہ پرست جتھوں کی ایک معجون مرکب ہے، جو نہ صرف ایک دوسرے کے خلاف جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں تاکہ خاص اپنے مہرے کو بساط پر جما دیں اور حریف کی گوٹ ایک طرف سرکا دیں، بلکہ ان سب کو ایک ساتھ جوڑنے کی وجہ بھی مشترک ہے، وجہ ہے "ریپبلک" سے نفرت اور اس کے خلاف جدوجہد۔ ان شاہ پرست گٹھ بندوں اور سازشیوں کے برخلاف "مونٹین" پارٹی ہر پہلو سے ایسی نظر آتی ہے کہ ''ریپبلک'' کی حفاظت کے لئے کھڑی ہے۔ ضابطہ پارٹی ہمیشہ "ری ایکشن" کی حرکتوں میں لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے جس کا رخ پریس کے خلاف، انجمنوں وغیرہ کے خلاف لفظ بلفظ وہی ہے جو پروشیا میں تھا اور پروشیا ہی کی طرح یہ عمل محض اندھی طاقت کے زور سے کئے جا رہے ہیں۔ سرکاری کل پرزے، پولیس کی طاقت، سیاسی پولیس (ژندارمی) اور عدالتوں کے زور سے پریس اور انجمنوں کو دبا رہے ہیں۔ "مونٹین" پارٹی اپنی طرف سے مستقل اس کوشش میں لگی رہی ہے کہ "انسان کے ابدی حقوق" پر جو حملے ہوتے ہیں ان کا توڑ کرے اور اتنی ہی کوشش کی جتنی

پچھلے ڈیڑھ سو سال کے دوران عوامی پارٹی کہلائی جانے والی کسی بھی جماعت نے کم وبیش کی ہوگی۔ تاہم اگر صورت حال اور پارٹیوں کے عمل کو اندر تک چھانا جائے تو ظاہر کا وہ پردہ اٹھ جاتا ہے جس میں طبقاتی کش مکش چھپی ہوئی ہے اور اس دور کا عجب رنگ روپ غائب ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ کہا جا چکا ہے جائز وارث والے اور اورلین ضابطہ پارٹی کے دو جداگانہ گروہ ہیں۔ وہ کیا چیز تھی جو دونوں گرہوں کو اپنے اپنے دعووں سے باندھے ہوئے تھی اور ایک دوسرے سے الگ کئے ہوئے تھی؟ کیا وہ نیلوفر (18) اور ترنگے جھنڈے کے نشان تھے؟ اورلین کا گھرانا اور بوربوں کا گھرانا جو شاہ پرستی کے دو رنگ تھے، کیا وہ عموماً شاہ پرستی کے عقیدے کی ہی تبلیغ کرتے تھے؟ بوربوں کے تحت بڑے جاگیرداروں نے اپنے پادریوں اور جی حضوریوں کو لے کر حکومت کی تھی۔ اورلین کے تحت کے اوپر کے سیٹھوں ساہوکاروں، بڑے پیمانے کی صنعت، تجارت، یعنی سرمائے کی حکومت رہی تھی اور اس کے حاضر باش وکیل، پروفیسر اور چرب زبان مقرر تھے۔ جائز وارث والی بادشاہت محض زمین کے مالکوں کے موروثی اختیار کا ایک سیاسی اظہار تھی ۔ جولائی 1830 میں جو بادشاہت قائم ہوئی وہ سیاسی اظہار تھی نو دولتیے بورژوائیوں کی غاصبانہ حکومت کا۔ دونوں گرہوں کو الگ رکھنے والا سوال کچھ اصول نہیں بلکہ ان کی زندگی کے مادی حالات تھے، دونوں کی ملکیت الگ قسم کی تھی، یہ وہی پرانا ٹکراؤ تھا شہر اور دیہات کا، وہی رقابت تھی سرمائے اور جاگیر کی۔ کون ہے جو انکار کر سکے کہ اختلاف کے اصل سبب کے ساتھ پھر پرانی یادیں، ذاتی عداوتیں، خوف اور امیدیں، تعصّبات، اور خوش فہمیاں، ہمدردیاں اور بیزاریاں، پکی رائیں اور عقیدے یا ایمان اور اصول بھی ان کو دونوں میں سے کسی ایک شاہی خاندان سے وابستہ کئے ہوئے تھے۔

ملکیت یا جائداد کی الگ قسموں، زندگی کی سماجی حالتوں کی بنیاد پر ایک پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، ایک دوسرے سے مختلف اور اپنی اپنی وضع کے جذبات، خوش فہمیاں، سوچ کے رنگ، اور زندگی کے بارے میں خیالات یہ اوپر کی عمارت ہیں۔ ایک پورا طبقہ اپنی زندگی کی مادی بنیادوں پر، باہمی سماجی تعلقات کے مطابق اس عمارت کو اٹھاتا ہے، اسے شکل صورت دیتا ہے۔ فرد واحد جو اوپر اپنے بزرگوں سے اور اپنی ٹھان سے ان تمام خیالات وعادات کو حاصل کرتا ہے، وہ ممکن ہے یہی سمجھتا ہو کہ اس عمل کی اصل تحریک اور شروعات انہی سے ہوتی ہے۔ اورلین والے اپنی جگہ اور جائز وارث والے اپنی جگہ، خود کو اور دوسروں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ دو علیحدہ شاہی خاندانوں کی وفاداری نے انہیں الگ کر رکھا ہے لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان گروہوں کے مفادوں نے ایک دوسرے سے کٹ کر دونوں شاہی خاندانوں کو متحد ہونے سے روک رکھا تھا۔

جس طرح زندگی میں یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے بارے میں جو سوچے اور دعوے کرے وہ ایک کی طرف اور اس کی اصلیت یا عمل دوسری طرف دونوں میں فرق کیا جاتا ہے، اسی طرح تاریخی معرکوں میں ہمیں اور زیادہ فرق کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ پارٹیاں اپنے متعلق جو لفظی دعوے کرتی ہیں اور جو کچھ تصور کر لیتی ہیں انہیں ان کی اندرونی ساخت سے، ان کے اصل مفاد سے کیا نسبت ہے، جو رائے وہ اپنے بارے میں رکھتی ہیں اس کا حقیقت سے کیا تعلق ہے۔ اورلین والے اور جائز وارث والے ایک سے دعووں کے ساتھ ریپلک میں پہلو بہ پہلو جمے ہوئے تھے۔ اگر ان میں سے ہر ایک فریق خود اپنی طرف کے شاہی خاندان کو بحال کرنے اور دوسرے کو جھٹلانے کے درپے تھا تو اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ بورژوازی جن دو بڑے گروہوں میں بٹی ہوئی تھی، یعنی زمین جائداد اور سرمایہ، ان دونوں میں سے ہر ایک اس فکر میں تھا کہ خود ان کا فریق زبردست رہے اور دوسرا زیردست۔ ہم نے بورژوازی کے دو بڑے گروہوں کا ذکر کیا، کیونکہ ان میں وہ جو بڑی جاگیروں کا مالک تھا، جاگیردارانہ چونچلوں اور نسلی غرور کے باوجود موجودہ سوسائٹی کی تبدیلیوں نے اس کو سر سے پاؤں تک بورژوائی بنا دیا تھا۔ بالکل یہی حال تھا انگلینڈ کے ٹوریوں (82) کا جو ایک زمانے تک اسی گمان میں مبتلا رہے کہ انہیں بادشاہت، کلیسا اور پرانے انگریزی آئین کی خوبیوں کا جوش اٹھتا ہے، یہاں تک کہ جب کانٹے کا وقت پڑا تو انہوں نے خود اقرار کر لیا کہ اگر کسی بات کا زیادہ جوش ہے تو بس، لگان یا زمینی کرائے کا۔

متحدہ شاہ پرستوں نے پارلیمنٹ کے باہر، اخبارات میں، ایمس اور کلیر مونٹ میں (83) ایک دوسرے کے خلاف جوڑ توڑ کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ منظر عام سے ہٹ کر یہ دونوں گروہ اپنی اورلین اور جائز وارث والی پرانے وقتوں کی پوشاک سجتے اور اسی زمانے کا ٹورنامنٹ تازہ کیا کرتے۔ لیکن جب منظر عام پر جلوہ گر ہوتے اور بڑی پارلیمنٹری پارٹی کی شان دکھانے پر آتے تو اپنے اپنے شاہی خاندانوں کو تعظیم کے ساتھ ایک طرف رکھ دیتے اور بادشاہت کی بحالی کا سوال in infinitum (کھٹائی میں) ڈال دیتے تھے۔ جو کام اصل میں انہیں کرنے تھے یعنی سیاسی نہیں، سماجی جھنڈے تلے، وہ بورژوائی عالمی نظام کے نمائندوں کی حیثیت سے اپنا کام کرتے تھے، نہ کہ ہوائی دیدہ شہزادیوں کے کارندوں کی طرح، ریپبلکنوں کے خلاف ایک بورژوائی طبقے کی حیثیت سے مصروف تھے۔ ضابطہ پارٹی کی حیثیت میں انہیں سماج کے دوسرے طبقوں پر کہیں زیادہ بے لگام اور کڑی حکمرانی کی چھوٹ مل گئی تھی، اس سے پہلے "بحالی" کے دنوں یا جولائی کی بادشاہت کے زمانے میں اتنی کھلی چھوٹ نہیں ملی تھی۔ یہ غلبہ انہیں صرف پارلیمنٹری ریپلک میں ہی نصیب ہو سکتا تھا کیوں کہ ایک یہی صورت ہے جس میں فرانسیسی بورژوازی کے دو بڑے ٹولے مل کر کام کر سکتے تھے اور اپنی صرف ایک ٹکڑی کے چلتے ہوئے سکے کی جگہ پورے طبقے کی حکومت کا سکہ چلا سکتے تھے۔ پھر بھی اگر انہوں نے ضابطہ پارٹی کی حیثیت سے ریپلک کو نظروں سے گرایا اور اس کے وجود پر اپنی ناگواری کو نہیں چھپایا تو اس سے ان کی محض شاہ پرستانہ ذہنیت ہی ظاہر نہیں ہوتی۔ دل نے گواہی دے دی تھی کہ ریپلک اگرچہ ان کے سماجی غلبے کے سر سہرا باندھ رہی ہے، تاہم سماجی بنیاد کو اندر سے کھوکھلا بھی کرتی ہے کیوں کہ اب انہیں دبے ہوئے طبقوں کا برابر سے سامنا کرنا ہے اور خود ہی نمٹنا ہے، تاج وتخت کے پردے کی گنجائش نہیں رہی اور نہ اب ثانوی حیثیت کی باہمی کش مکش اور شاہی اختیارات سے زور آزمائی کی اوٹ میں قوم کی توجہ بٹائی جا سکتی ہے، کمزوری کے احساس نے انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ تنہا اپنے طبقے کی مکمل حکمرانی سے باز آئیں اور وہی پہلے کی فرماں روائی والی صورت اختیار کریں جو اگرچہ نامکمل ہوگی، اتنی ترقی یافتہ بھی نہ ہوگی تاہم اسی صفت کی بدولت اس طرز حکومت میں عافیت زیادہ رہے گی، پلٹ کر دیکھئے تو ہر بار، جب بھی شاہ پرستوں کو اپنے مدمقابل سے کینہ ور حریف، بوناپارٹ سے ٹکر لینی پڑتی ہے، ہر بار جب وہ انتظامیہ اختیارات کی طرف سے اپنے پارلیمنٹری طمطراق پر آنچ آتے دیکھتے ہیں، ہر بار جب آخر کار انہیں اپنی حاکمانہ حیثیت کی سیاسی سند پیش کرنی پڑتی ہے تو وہ شاہ پرست کی

نہیں، ریپبلکن کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں، اور لین والے تیئر سے لے کر، جو قومی اسمبلی پر یہ رعب جماتے ہیں کہ ریپبلک کے سوال پر ان کے درمیان کوئی خاص اختلاف نہیں پایا جاتا، جائز وارث پارٹی کے بیرئے تک، جس نے دوسری دسمبر 1851 کو ترنگا مفلر لپیٹ کر نقیب کی طرح ڈنکے کی چوٹ ان لوگوں کے سامنے جو دسویں حلقے کے ٹاؤن ہال پر جمع ہوئے تھے، ریپبلک ک طرف سے خطاب کیا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ تقریر کر رہا تھا اور لوگ "ہنری پنجم ہنری پنجم" پکار کر مذاق اڑا رہے تھے۔

بورژوازی کی مخلوط پارٹی کے مقابل چھوٹی حیثیت کی بورژوازی اور مزدوروں کی مخلوط صف آرائی ہوئی جس کا نام تھا سوشل ڈیموکریٹک پارٹی۔ 1848 میں جون کے دنوں کے بعد چھوٹی بورژوازی نے دیکھا کہ وہ پیچھے رہ گئی اور اس کے مادی مفاد کو چھوٹ پہنچی، وہ جمہوری ضمانتیں جن سے یہ امکان ہوتا تھا کہ چھوٹی بورژوازی کے مفاد کے بچے رہیں گے، اب انقلاب کی مخالف طاقتیں ان پر بھی انگلی اٹھا رہی ہیں۔ لہٰذا وہ مزدوروں سے نزدیک آ گئی۔ دوسری طرف پارلیمنٹ میں جو لوگ اس کی نمائندگی کے لئے کھڑے تھے، "مونٹین" والے جنہیں بورژوا رپبلکنوں کی آمریتکے زمانے میں پیچھے ہٹا دیا گیا تھا، اب آئین ساز اسمبلی کی بقیہ آدھی زندگی میں انہوں نے بونا پارٹ سے اور شاہ پرست وزیروں سے مقابلے کر کے اپنی کھوئی ہوئی مقبولیت پھر حاصل کر لی تھی۔ "مونٹین" نے اشتر کی لیڈروں سے ہاتھ ملا لئے۔ فروری 1849 میں اس صلح صفائی پر جی کھول کر دعوتیں کی گئیں۔ مشترکہ پروگرام طے ہوا، مشترکہ الیکشن کمیٹیاں بنائی گئیں اور مل کر انتخابی امیدوار کھڑے کئے گئے۔ پرولتاریہ کی سماجی مانگوں میں سے انقلابی دھاری نکال دی گئی اور اس کے بجائے جمہوری مطالبوں کا رنگ چڑھا دیا گیا۔ چھوٹی بورژوازی کے جمہوری مطالبوں میں سے خالص سیاسی شکل ہٹا دی گئی اور ان پر اشتر کی قلعی ہوگئی۔ اس طرح سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نمودار ہوئی اس سمجھوتے سے جو "نئی مونٹین" بنی، اگر اس میں مزدور طبقے کے گنتی کے آدمیوں کو، اور کچھ اشترا کی گروہ بندوں کو شمار نہ کیا جائے، تو اس میں وہ بھی پہلی والی "مونٹین" کے لوگ بھرے تھے، فرق یہ کہ اب ان کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، اس طبقے کے ساتھ جس کی وہ نمائندگی کر رہا تھی اس میں تبدیلی آتی گئی۔ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا اپنا کردار اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ڈیموکریٹک رپبلکن اداروں کا مطالبہ کرنے لگی، اس غرض سے نہیں کہ دونوں انتہاؤں یعنی سرمایہ اور مزدوری کا صفایا کر دیا جائے بلکہ اس غرض سے کہ سرمایہ اور مزدوری میں جو ٹکراؤ موجود ہے، اس کا زور توڑ کو باہمی تال میل پیدا کیا جائے۔ اس غرض کے حصول کے لئے چاہے کتنے ہی مختلف ذریعے تجویز کئے جائیں، کم و بیش انقلابی نیت سے اس میں چاہئے کتنے ہی بناؤ سنگار کئے جائیں، بہر حال اندرونی حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اندرونی حقیقت یہ کہ جمہوری طریقے سے سماج کی کایا کلپ کی جائے۔ لیکن چھوٹی حیثیت کی بورژوائی حدوں کے اندر رہ کر اس سے تنگ نظری کا یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ چھوٹی بورژوازی اصولی طور پر ایک خود غرضانہ طبقاتی مفاد ہی لاگو کرنا چاہتی ہے۔ نہیں۔ وہ تو یہاں تک مانتی ہے کہ ہمارے طبقے کی خیریت کے جو خاص حالات یا شرائط ہیں وہی عام حالات یا شرائط ہیں جن کی پابندی کر کے آج کی سوسائٹی کو سلامت رکھا جا سکتا ہے اور طبقاتی کش مکش سے نجات پائی جا سکتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی نہ سوچنا چاہئے کہ ڈیموکریسی کے جتنے نمائندے ہوتے ہیں وہ سبھی دکاندار ہوتے ہے یا دکانداروں کے حوالی موالی۔ اپنی تعلیم اور انفرادی حیثیت کے لحاظ سے ان لوگوں میں بھی زمین آسمان کا فرق ہو سکتا ہے۔ وہ صورت حال جو انھیں چھوٹی بورژوازی کا نمائندہ بنا دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ذہن میں وہ ان حدوں کو پار نہیں کر سکے جن کو چھوٹی بورژوازی کی زندگی پار نہیں کرتی، اس لئے نظریاتی لحاظ سے وہی الجھنیں اور وہی سلجھاؤ انہیں بھی درپیش ہوتے ہیں جن پر چھوٹی بورژوازی کا مادی مفاد اور سماجی حالت مل کر اسے پہنچا دیتے ہیں۔ عام طور سے یہی رشتہ ہوتا ہے کسی طبقے کے سیاسی اور ادبی نمائندوں کے اور طبقے کے درمیان جس کی وہ نمائندگی کرتے ہیں۔

اتنا کہہ دینے کے بعد یہ بات خود صاف ہو جاتی ہے کہ ضابطہ پارٹی کے مقابلے میں "مونٹین" پارٹی نے جو رپبلک کی خاطر اور نام نہاد انسانی حقوق کی خاطر مستقل زور آزمائی کی ہے، اس کی اصل غرض و غایت نہ رپبلک تھی، نہ انسانی حقوق۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی فوج سے ہتھیار رکھوا لینے کی کوشش کی جائے تو وہ فوج لڑنے مرنے پر اتر آئے گی، لیکن اس کی اصل غرض یہ نہیں ہوتی کہ اپنے ہتھیار بچا لئے جائیں۔

جیسے ہی نیشنل اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا، ضابطہ پارٹی نے "مونٹین" کو مشتعل کرنا شروع کر دیا۔ بورژوازی نے محسوس کیا کہ اب جمہوریت پسند چھوٹی بورژوازی کا کام تمام کرنا ضروری ہو گیا ہے، ٹھیک اسی طرح جیسے سال بھر پہلے انقلابی پرولتاریہ کا خاتمہ اس کے خیال سے ضروری ہو گیا تھا۔ مگر اس بار فریق مخالف کی حالت کچھ اور تھی۔ پرولتاری پارٹی کی طاقت سڑکوں پر تھی لیکن چھوٹی بورژوازی کی طاقت قومی اسمبلی کے اندر۔ مطلب یہ کہ اب اس فریق کو اسمبلی سے باہر کر کے سڑک پر نکالنا اور اس نوبت کو پہچانا تھا کہ وہ خود اپنی پارلیمنٹری طاقت توڑ لے اس سے پہلے کہ وقت اور حالات اسے مضبوط کر دیں "مونٹین" پارٹی آنکھ بند کر کے اس جال میں آ پھنسی۔

جال میں پھنسانے کے لئے چارے کا کام اس واقعے نے کیا کہ روم پر فرانسیسی فوجوں نے بمباری کر دی۔ آئین کی دفعہ 5 میں اس بات کی ممانعت کی گئی تھی کہ فرانسیسی رپبلک اپنی فوجی طاقت کو کسی اور قوم کی آزادی کے خلاف استعمال کرے۔ پھر دفعہ 54 میں یہ پابندی بھی رکھی گئی تھی کہ انتظامیہ طاقت قومی اسمبلی کی مرضی حاصل کئے بغیر اعلان جنگ کا اختیار نہیں رکھتی۔ 8 مئی کو جب یہ سوال پیش ہوا تو آئین ساز اسمبلی نے روم پر فوج بھیجنا نامنظور کر دیا۔ اس بنا پر لیدرو رولین نے 11 جون 1849 کو بونا پارٹ اور اس کی وزارت کے خلاف سرکشی کے الزام میں مقدمہ چلانے کا مسودہ قانون پیش کر دیا۔ تیئر کے بار بار کے کچوکوں سے جھنجھلا کر اس نے کھلے عام یہاں تک دھمکی دے ڈالی کہ آئین کی عزت بچانے کے لئے سارے ذریعے استعمال کئے جائیں گئے، بلکہ ہتھیار سنبھال کر بھی آئین کی عزت بچائی جائے گی۔ "مونٹین" پارٹی ایک ساتھ اٹھی اور اس نے ہتھیار اٹھانے کی پکار دہرا دی۔ 12 جون کو قومی اسمبلی نے سرکشی والے مسودہ قانون کو نامنظور کر دیا اور "مونٹین" پارٹی اس پر پارلیمنٹ سے باہر نکل آئی۔ 13 جون کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ اس پارٹی کے ایک حصے نے اس مفہوم کا اعلان شائع کیا کہ بونا پارٹ اور اس کے وزیر "آئین باہر" ہو چکے ہیں۔ ڈیموکریٹک نیشنل گارڈ نے سڑکوں پر جلوس نکالا تو وہ نہتے تھے ہی، جنرل شنگارنیے کے فوجی دستوں کا سامنا ہوتے ہی بکھر گئے، وغیرہ وغیرہ۔ "مونٹین" کا ایک حصہ ملک چھوڑ کر بھاگا، دوسرا پکڑ کر بورژے ہائی کورٹ کے حوالے کر دیا گیا۔ جو باقی بچے انہیں اسکولی لڑکوں کی طرح قومی اسمبلی

کے صدر کی گھٹیا نگرانی میں پارلیمنٹری قاعدے قانون کا پابند کر دیا گیا۔ پیرس میں پھر محاصرے کی حالت کا اعلان ہو گیا اور شہر میں نیشنل گارڈ کا جو ڈیموکریٹک حصہ تھا وہ توڑ دیا گیا۔ اس طرح سے پارلیمنٹ میں "مونٹین" کا اثر او پیرس شہر میں چھوٹی بورژوازی کی طاقت، دونوں کا صفایا ہو گیا۔

لیون کا علاقہ، جہاں 13 جون کے واقعات نے مزدوروں کی خونی بغاوت کا سگنل دے دیا تھا، آس پاس کے پانچ ڈپارٹمنٹوں (حلقوں) سمیت اس کے محاصرے کی حالت مشتہر کر دی گئی اور جب یہ مضمون لکھا جا رہا ہے، محاصرے کی حالت برقرار ہے۔

"مونٹین" کی اکثریت نے اپنے ہراول کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے اعلان پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ پریس بھی ساتھ دینے سے کترا گیا؛ صرف دو اخباروں نے ہمت کر کے یہ pronunciamento (اعلان عام) چھاپا۔ چھوٹی بورژوازی نے اپنے نمائندوں کو دغا دی چنانچہ نیشنل گارڈ یا تو غائب رہا یا کہیں سامنے آیا بھی تو رکاوٹیں کھڑی کرنے سے روکنے کے لئے۔ پارٹی کے نمائندوں نے بھی چھوٹی بورژوازی کو دھوکے میں رکھا تھا کہ فوج کی صفوں میں جو اپنے حامی بتائے گئے تھے، وہ کہیں نظر نہ آئے۔ آخر کار، بجائے اس کے کہ ڈیموکریٹک پارٹی پرولتاریہ کی شرکت سے اور طاقت حاصل کرتی، اس میں بھی اپنی کمزوری پھیلا دی گئی۔ اور جیسا کہ ڈیموکریٹوں کے بڑے کارناموں میں ہوا کرتا ہے، لیڈروں کی تسلی کے لئے یہ کہنا کافی تھا کہ "عام لوگ" اپنے عہد سے پھر گئے اور عام لوگوں نے یہ سوچ کر دل ٹھنڈا کر لیا کہ لیڈروں نے انہیں بے وقوف بنایا۔

شاید ہی کسی کارروائی کا اتنا ڈھنڈورا پیٹا گیا ہو جتنا اس کا کہ "مونٹین" والے کچھ کر گزریں گے؛ شاید ہی کسی واقعے کو اتنے یقین کے ساتھ اور اس قدر قبل از وقت اچھالا گیا ہو جتنا اس کو کہ جمہوریت کی جیت ہو کر رہے گی۔ اس میں شک نہیں کہ ڈیموکریٹوں کو ڈھول کی طاقت پر بہت بھروسہ ہے جس کے شور و غوغا میں یریکو کی دیواریں (84) بیٹھ گئی تھیں۔ ہر بار جب وہ مطلق العنانی کی فصیل کے سامنے پہنچتے ہیں اسی معجزے کی نقل کرنا چاہتے ہیں۔ "مونٹین" پارٹی کو اگر پارلیمنٹ میں معرکہ سر کرنا تھا تو ہتھیار اٹھانے کی صدا نہیں لگانی چاہئے تھی۔ اور اگر پارلیمنٹ میں یہ آواز بلند کی تھی تو پھر سڑکوں پر پارلیمنٹ کے انداز سے نکلنا چاہئے تھا۔ اگر پرامن جلوس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچا تھا، تو پہلے سے یہ اندازہ نہ کرنا حماقت تھی کہ اس جلوس کا جنگی مقابلہ کیا جائے گا۔ اگر واقعی ٹکر لینی ہی تھی تو یہ کون سی دانائی ہوئی کہ وہ ہتھیار ہی رکھ دئے گئے جن سے کام پڑنے والا تھا۔ چھوٹی بورژوازی اور اس ڈیموکریٹک نمائندوں کی انقلابی دھمکیاں محض فریق مخالف پر رعب جمانے کے لئے ہوتی ہیں، مگر جب وہ اندھی گلی میں پہنچتے ہیں، جب وہ اپنی پوزیشن اتنی نازک کر چکے ہوتے ہیں کہ دھمکی کو قول سے فعل میں لانا ضروری ہو جائے تو پھر ایسے دوغلے پن سے قدم اٹھاتے ہیں کہ منزل تک پہنچنے کے جوذریعے ہیں، ابھی سے نظر انداز کر دیے جائیں اور کوئی بہانہ ہاتھ لگے جو اپنی شکست کے سر منڈھ دیا جائے۔ کانوں کے پردے پھاڑنے والا الاپ، اصل مقابلے کا بلند بانگ اعلان کرتے کرتے جہاں مقابلے کی نوبت آئی کہ دبی آواز کے شکووں میں بدل جاتا ہے، ایکٹر سنجیدگی سے اپنا رول کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور ایکٹ یوں دم توڑنے لگتا ہے جیسے سوئی چبھا غبارہ۔

کوئی پارٹی اپنے ذرائع کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کرتی اور پیش آنے والی صورت حال کو اس قدر بے خیالی سے نہیں دیکھتی جتنا ڈیموکریٹک پارٹی۔ چونکہ فوج کے ایک حصے نے اس پارٹی کے حق میں ووٹ دے دئے تھے، لہٰذا "مونٹین" اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئی کہ فوج اس کی طرف سے اٹھ کھڑی ہو گی۔ وہ بھی کس موقع پر؟ ایسے موقع پر جب فوج کی نظر میں اس کا صرف ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا کہ انقلابیوں نے روم کے سپاہیوں کی حمایت میں اب فرانسیسی فوج کے مقابل ہتھیار اٹھا لئے۔ پھر بھی ہے کہ جون 1848 کے واقعات ابھی ذہنوں میں اتنے تازہ تھے کہ پرولتاریہ کے دلوں سے نیشنل گارڈ کی نفرت مٹی نہ تھی اور ڈیموکریٹک لیڈروں سے خفیہ سوسائٹیوں کے لیڈروں کی بے اعتباری گئی نہ تھی۔ ان اختلافات کو ہموار کرنے کے لئے یہ ہونا چاہئے تھا کہ ایسے سنجیدہ مقاصد یکجا کئے جاتے جنہیں خطرہ ہو سکتا تھا۔ آئین کے کسی ایک چلتے ہوئے پیراگراف کی خلاف ورزی ایسا سبب نہیں بن سکتی تھی، جو مشترک مفاد کو جگا دیتی۔ کیا اس سے پہلے خود ڈیموکریٹوں کے علم میں آئین کی بار بار خلاف ورزی نہیں ہو چکی تھی؟ کیا سب سے ہر دلعزیز اخباروں نے اسی آئین پر یہ پھبتی نہیں کسی تھی کہ یہ انقلاب کے مخالفین کی دستکاری ہے؟ لیکن ڈیموکریٹ جو چھوٹی بورژوازی کی نمائندگی کرتا ہے، یعنی ایک ایسا عبوری طبقے کی جس کے اندر دو طبقوں کے مفاد مل کر اپنی دھار کھو بیٹھتے ہیں، خود کو عام طور سے طبقاتی ٹکراؤ سے بلند و برتر شمار کرتا ہے۔ ڈیموکریٹک یہ تو مانتے ہیں کہ ان کا سامنا ایسے طبقے سے ہے جسے خاص حقوق حاصل ہیں۔ لیکن قوم کے باقی سب درجوں کے لوگ ملا کر وہ خود قوم بن جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ کسی طبقے کی نہیں بلکہ پوری قوم کے حق کی ترجمانی کرتے ہیں، وہ قوم کے مفاد کی طرف سے کھڑے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب مقابلے کی نوبت آنے والی ہو، تو ڈیموکریٹوں کو اس کی ضرورت نہیں کہ مختلف طبقوں کے منشا اور ان کی حالت کی چھان بین کر لیں۔ خود اپنے سروسامان کی پہلے سے جانچ پڑتال بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ انھیں تو بس سگنل دینا ہے اور پوری قوم اپنے بے پناہ تام جھام کے ساتھ ظالم پر ٹوٹ پڑے گی۔ اب اگر ان کے مفاد اپنی کشش کھو بیٹھیں، ان کی طاقت بے جان ہو جائے، تو وہ قصوروار ہیں یا تو وہ موزی sophists جو ایک قوم کو مخالف کیمپوں میں بانٹ کر رکھ دیتے ہیں، یا وہ فوج جس کی درندگی اور بے بصری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتی کہ ڈیموکریسی کے اصل اصول خود اسی کے حق میں جاتے ہیں، یا پھر تعمیل کا کوئی ایک آدھ نکتہ ہونے سے رہ گیا جس کی وجہ سے تباہی مچی یا آخر میں قصور یہ رہا کہ اس بات پر نظر نہ گئی کہ واقعات کیا رخ اختیار کریں گے اور اس با رسارا کھیل بگڑ گیا۔ بہر حال شکست چاہئے کتنی ہی شرمناک ہو، ڈیموکریٹ اتنا ہی بے داغ نکل آتا ہے، جتنا وہ اس طرف بڑھتے وقت بے قصور تھا۔ اب وہ اور پختہ یقین لے کر نکلتا ہے کہ فتح بہر حال اسی کی ہو گی، خود اسے یا اس کی پارٹی کو اپنا نقطۂ نظر بدلنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ حالات پختہ ہو جائیں اور اس کے مطابق بنیں۔

بہر حال یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ اگر چہ "مونٹین" نے سخت چوٹ کھائی ہے اور وہ ٹوٹی ہے اور پارلیمنٹ کے قوانین نے اس کی تذلیل کی ہے، تو یہ پارٹی بہت مصیبت میں ہو گئی۔ کیا ہوا اگر 13 جون کے واقعات نے اس کے لیڈر ہٹا دئے، ان کی جگہ دوسرے درجے کے "دماغوں" نے بھر دی جو نیا مرتبہ پا کر اکڑ رہے ہیں۔ اگر اب ان کی پارلیمنٹری بے بسی پر شبہ کی گنجائش نہیں رہی تو انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنی کارگزاری کا اخلاقی ملامتوں کی بوچھاڑ تک اور چیختی ہوئی ادائیگی الفاظ تک محدود رکھیں۔ اگر ضابطہ پارٹی کو ان میں اب بھی انقلاب کے

رہے سہے سرکاری نمائندے اور نراج کے سارے دھماکوں کے آثار نظر آتے ہیں تو وہ اور بھی سعادت مندی اور اعتدال سے کام لیں گے۔ 13 جون کی شکست پر انہوں نے خود کو اس گہری بامعنی للکار سے تشفی دے لی ہے "اچھا دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؛ زمانہ دیکھ لے گا کہ ہم کیا ہیں۔ ہم دیکھ لے گے

"مونٹین" والوں کے جو لیڈر ملک سے باہر بھاگ لئے، ان کے بارے میں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ لیدرورولین، جس نے دو ہفتے کے اندر اس زبردست پارٹی کو بالکل تباہ کرادیا جس کی رہنمائی سنبھال رکھی تھی، اب جلاوطنی کی فرانسیسی حکومت قائم کرنے کی دعوت وصول کرتا ہے اور یہ کہ عمل کے میدان سے دور پار اس کی شخصیت کا ڈیل ڈول اسی نسبت سے بڑھتا دکھائی دیتا ہے جتنا انقلاب کا معیار گرا ہے، اور جس نسبت سے سرکاری فرانس کی سرکاری ہستیوں کا وجود پستہ قامت ہو گیا ہے، اور یہ کہ 1852 کے الیکشن میں وہ ریپبلکن دعویدار کی حیثیت سے کھڑا ہو گا، اور یہ کہ وقتاً فوقتاً ولاخیوں کو اور دوسری قوموں کو سرکلر بھیجتا رہتا ہے، ان سرکلروں کے ذریعے یورپ کے ظالموں کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے کارناموں کی دھمکیاں دیا کرتا ہے۔ کیا مفکر پرودھوں نے بہت بے جا کہا تھا جب اس قسم کے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے یہ لفظ کہے تھے؛ vous n etes que des blagueurs (" آپ صرف باتیں بنانے کے ہیں، اور کچھ نہیں")؟

13 جون کو ضابطہ پارٹی نے نہ صرف یہ کہ "مونٹین" کی طاقت توڑ کر رکھ دی، بلکہ آئین کو قومی اسمبلی کی اکثریت رائے کا پابند بھی کر دیا۔ اس نے ریپبلک کے یہ معنی لئے ریپبلک میں حکومت بورژوازی کی ہے، اور یہ پارلیمنٹری صورت لئے ہوئے ہے۔ اس پر بادشاہت کے زمانے کا زور نہیں چلتا: نہ انتظامیہ طاقت کو اس کے فیصلے رد کرنے کا اختیار رہا، نہ پارلیمنٹ توڑنے کا۔ تیئر نے پارلیمنٹری ریپبلک کی جو تعریف کی، وہ یہی ہے۔ اب اگر 13 جون کو بورژوازی نے پارلیمنٹ کی چاردیواری کے اندر اپنے لئے لامحدود اختیار حاصل کر لیا تاکہ اس نے ایوان کے سب سے ہردلعزیز ممبروں کو باہر نکال کر خود پارلیمنٹ پر کاری ضرب نہیں لگائی، اسے انتظامیہ طاقت اور عوام کی نظروں میں حد درجہ گرا دیا؟ پارلیمنٹ کے اتنے سارے ممبروں کو بے تکلف، عدالت کے حوالے کر کے اس نے اپنے اس پارلیمنٹری مرتبے سے بھی تو ہاتھ دھو لئے کہ پارلیمنٹ کے ممبروں کے خلاف کارروائی نہ کی جائے۔ "مونٹین" پارٹی والوں کو ذلت کے جن قوانین کا پابند کیا گیا، ان کی بدولت ریپبلک کے پریزیڈنٹ کی شان اتنی ہی اونچی ہو گئی جتنی عوام کے نمائندوں کی انفرادی حیثیت گر گئی۔ آئینی حقوق کی حمایت میں جو بغاوت اٹھی تھی، اس کو بورژوازی نے ایسی نراجی کارروائی کا الزام دیا جو سماج کی جڑ کھودنے کے لئے کی گئی تھی، اور یہ الزام لگا کر آئندہ کو اپنے واسطے بھی یہ راہ بند کر لی اگر انتظامیہ طاقت کبھی بورژوازی کے خلاف آئین سے ہٹ کر کارروائی کرے تو وہ خود بھی بغاوت کی صدا نہیں لگا سکتی۔ تاریخ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ وہ جنرل جس نے بوناپارٹ کے حکم سے روم پر بمباری کر کے ایسا سبب پیدا کر دیا تھا جس سے 13 جون 1849 کا آئینی ہنگامہ برپا ہو گیا، دوسری دسمبر 1851 کو ضابطہ پارٹی نے انکھوں میں آنسو بھر کر مگر لاحاصل کوشش کی کہ بوناپارٹ کے مقابلے پر جنرل اودینو کو آئین کے محافظ کی حیثیت سے عوام کے سامنے کھڑا کر دے۔ 13 جون کا ایک اور ہیرو ہے ویئرا، اسے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے بانس پر چڑھایا گیا تھا کہ جمہوریت پسند اخباروں کے دفتروں میں نیشنل گارڈ کی ایک ٹولی لے جا کر، جس کا اوپر کے مالیاتی شرفا سے تعلق تھا، اس نے آفت مچادی تھی، اب وہی ویئرا بوناپارٹ کی سازش میں شریک ہوا اور بڑی حد تک اسی نے یہ اہتمام کیا کہ قومی اسمبلی جب موت کے منہ میں ہو تو نیشنل گارڈ کی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچنے پائے۔

13 جون کے واقعے کا ایک مطلب اور بھی ہے۔ "مونٹین" کی کوشش تھی کہ بوناپارٹ پر مقدمہ چلے۔ پارٹی کو شکست ہوئی تو آپ سے آپ یہ بوناپارٹ کی فتح ہوئی۔ جمہوریت والے دشمنوں پر اسے ذاتی فتح نصیب ہوئی۔ ضابطہ پارٹی نے میدان مار لیا۔ بوناپارٹ کے لئے بس یہی کرنا رہ گیا کہ اس فتح کو بھنالے۔ اس نے بھنالی۔ 14 جون کو پیرس کی دیواروں پر اس مفہوم کا سرکاری اعلان لگا ہوا تھا کہ پریزیڈنٹ، گویا بلا ارادہ، بجبر واکراہ حالات کے دباؤ میں، اعتکاف کی حالت سے نکل کر اور اگرچہ لوگوں پر اس کی خوبیاں آشکار نہیں ہیں اور مخالف اس پر تہمت تراشتے ہیں، جبکہ وہ ضبط و تنظیم کے حصول کو اپنی شخصیت سے جوڑ لیتا ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بعد کی کسی تاریخ میں قومی اسمبلی نے روم پر فوجی مہم بھیجنے کی منظوری دے دی، لیکن بوناپارٹ اس مہم کی پہل کر چکا تھا۔ ویٹکن میں اسقف اعظم حضرت سیموئیل کو قبضہ دلا کر بوناپارٹ کو یہ خوش فہمی ہو گی کہ تویلری کے شاہی محل میں حضرت داؤد کی شان سے داخل ہو گا (85)۔ پادریوں کو اس نے اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔

13 جون کا طوفان، جیسا کہ معلوم ہوا، ایک پرامن جلوس بن کر رہ گیا۔ یعنی اب اس کے مقابلے پر فتح کے ہار پھول کا سوال ہی نہ رہا۔ حالانکہ اس وقت میں واقعات اور سورماؤں کا قحط تھا، پھر بھی ضابطہ پارٹی نے اس سوکھے معرکے کو دوسرے آسٹرلٹز (86) کا مرتبہ دے دیا۔ جلسوں اور اخباروں میں فوج کی خوب تعریف کی گئی کہ وہی ضابطہ قائم رکھنے والی طاقت ہے، اس کے برخلاف عوام کا انبوہ محض بے ضابطگی یا افراتفری کی بے بسی ظاہر کرتا ہے۔ جنرل شنگانیے کو بانس پر چڑھایا گیا کہ وہ "سماج کی شیرازہ بندی" کا نام ہے، اور بالآخر وہ بھی اسی خودفریبی میں مبتلا ہو گیا۔ اس عرصے میں فوج کے وہ حصے جن پر شک وشبہ کیا جا سکتا تھا، چپ چاپ پیرس سے باہر روانہ کر دئے گئے۔ وہ پلٹنیں، جنھوں نے الیکشن کے زمانے میں جمہوری جذبہ کچھ زیادہ ہی دکھا دیا تھا، ان کا تبادلہ فرانس سے الجیریا کر دیا گیا۔ اور آخر یہ کہ ایک قاعدے کے تحت، فوجی بارکوں سے اخباروں کا، اور شہری سوسائٹی سے فوجی بارکوں کا سلسلہ بالکل کاٹ دیا گیا۔

اب ہم فرانس کے نیشنل گارڈ کی تاریخ میں فیصلہ کن موڑ پر آ گئے ہیں۔ 1830 میں نیشنل گارڈ نے بادشاہت کی بحالی کی تقدیر کا فیصلہ کر دیا تھا (87)۔ لوئی فلپ کے زمانے میں اگر نیشنل گارڈ نے فوجیوں کا ساتھ دیا ہوتا تو ہر ایک بغاوت ناکامی پر تمام ہوتی۔ فروری 1848 کے دنوں میں وہ بغاوت کا منھ دیکھتا رہا اور لوئی فلپ کے ساتھ مشتبہ سلوک رکھا، تو لوئی لپ نے سوچ لیا کہ وہ اب ڈوب گیا اور بالآخر یہی ہوا بھی۔ چنانچہ یہ عقیدہ جڑ پکڑ گیا کہ مقابلے پر فتح نہیں پا سکتی۔ فوج میں شہری آبادی کی ہمہ گیر طاقت کے بارے میں یہ وہم عام ہو گیا تھا۔ جون 1848 کے دنوں میں جب پورے نیشنل گارڈ نے چھاؤنی کی فوج سے مل کر بغاوت کچل ڈالی تو یہ وہم اور بھی گہرا ہو گیا۔ جب بوناپارٹ نے اختیارات سنبھالے تو نیشنل گارڈ کی

پوزیشن کسی قدر کمزور پڑ گئی کیونکہ جنرل شنگارنیے کے ہاتھ میں ایک ساتھ اس کی بھی کمان آ گئی اور پہلی آرمی ڈویژن کی بھی۔

جس طرح نیشنل گارڈ کی کمان، ایسا معلوم ہونے لگا کہ فوجی کمانڈر انچیف کے اختیارات کا ایک ضمنی حصہ ہے، اسی طرح خود نیشنل گارڈ بھی چھاؤنی کی فوج کا ایک دم چھلا نظر آنے لگا۔ آخر اس کی طاقت 13 جون کو توڑ دی گئی۔ نہ صرف یہ کہ اس روز سے رفتہ رفتہ اس کے دستے سارے فرانس میں توڑے جانے لگے اور یہ سلسلہ اس وقت چلا جب تک نیشنل گارڈ ٹکڑے ہو کر بکھر نہیں گیا بلکہ 13 جون کا جلوس اصل میں تو نیشنل گارڈ کے جمہوری حصے کا ہی مظاہرہ تھا۔ اس نے فوج کے مقابلے میں اپنے ہتھیار نہیں سجے تھے، صرف وردی سجی تھی، مگر یہ وردی بھی ایسے ہی اونی کپڑے کی ہے جیسے اور وردیاں ہو کرتی ہیں۔ جادو کا اثر غارت ہو گیا۔ جون 1848 کے دنوں میں بورژوازی اور چھوٹی نے نیشنل گارڈ کے روپ میں پرولتاریہ کے مقابلے پر فوج کا ساتھ دیا تھا۔ 13 جون 1849 کو بورژوازی نے یہ چال کی کہ چھوٹی بورژوازی کے نیشنل گارڈ کو فوج کی مدد سے تڑوا دیا۔ دوسری دسمبر 1851 کو خود بورژوازی کے نیشنل گارڈ کا وجود بھی ختم ہو گیا اور بوناپارٹ نے جب بعد میں اسے توڑ دینے کا فرمان جاری کیا تو اسی حقیقت پر اپنی مہر لگا دی۔ اس طرح سے خود بورژوازی نے ہی فوج کے مقابل کام آنے والا اپنا آخری ہتھیار توڑ لیا۔ مگر وہ اسی وقت توڑنا تھا جب چھوٹی بورژوازی نے اس کی پشت پر کمک بننا چھوڑا اور باغی کی طرح آستین چڑھا کر سامنے آ گئی۔ یوں بھی بورژوازی اس پر مجبور تھی کہ بے لگام طاقت کے سامنے اپنے بچاؤ کا تمام سامان توڑ پھینکے کیوں کہ اب تو وہ خود ہی بے لگام طاقت بن گئی تھی۔

بہت وقت نہ گزرا ہوگا کہ ضابطہ پارٹی نے ان اختیارات کو پھر سے پالینے کا جشن منایا جو 1848 میں اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے، گویا اسی لئے نکلے تھے کہ 1849 میں ہر قسم کی روک ٹوک سے پاک ہو کر پھر اس کے ہاتھ آ جائیں۔ اب جو پھر ہاتھ آئے تو ریپبلک اور آئین دونوں کی توہین کر کے، اگلے، پچھلے اور حالیہ تمام انقلابوں پر لعنت بھیج کر، اور اس انقلاب پر بھی جو خود اسی پارٹی کے لیڈروں نے برپا کرایا تھا، اور آخر ایسے قانون پاس کر کے جو پریس کی زبان بندی کریں، یونینوں کی آزادی مٹا کر اور محاصرے کی حالت کو ایک مستقل اور معمول کی سی قانونی صورت دے کر طاقت کی بازیافت کا جشن منایا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی نے وسط اکتوبر تک کے لئے اپنا اجلاس ملتوی کر دیا۔ اور اپنی غیر حاضری کے زمانے کا کام چلانے کے لئے ایک مستقل کمیشن بٹھا دیا۔ رخصت کے ان دنوں میں، جائز وارث والوں نے ایمس والوں سے جوڑ توڑ کیا، اور لین والوں نے کلیر مونت سے، بوناپارٹ نے شاہانہ دوروں کے ذریعے جوڑ توڑ کی گنجائش نکالی اور ڈپارٹمنٹل کونسلوں نے آئین پر نظر ثانی کے جلسوں میں یہی کیا۔ یہ حقیقتیں ہیں جو مستقل دہرائی جا رہی ہیں، ان دنوں میں جب قومی اسمبلی کے اجلاس کی چھٹیاں ہو جاتی ہیں۔ جب ان میں واقعات کی کیفیت ابھرے گی تب میں تفصیل سے بحث کروں گا۔ فی الحال صرف اتنا اضافہ کرنا ہے کہ قومی اسمبلی نے منظر عام سے ایک عرصے تک کے لئے غائب ہو کر اور اپنی جگہ ریپبلک کے سر پر ایک آدمی کو بٹھا کر جو ہلکی شخصیت کا آدمی، لوئی بوناپارٹ ہے، کوئی شرافت نہیں برتی، رہی ضابطہ پارٹی سو اس نے پبلک کو عجب چکر میں ڈالا ہے کہ اس پارٹی میں لگے ہوئے شاہ پرستی کے کل پرزے بکھر گئے اور اب بادشاہت کی بحالی کی حمایت اور مخالفت میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ ہر بار جب اسمبلی کے اجلاس کی چھٹی ہوتی ہے اور پارلیمنٹ کا زبردست شور تھم جاتا ہے اور اس کے ممبر قوم کے اندر گھل مل جاتے ہیں تو صرف اتنا آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ اس ریپبلک کی موجودہ حالت میں محض ایک بات کی کسر رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ پارلیمنٹ کی چھٹیاں مستقل کر دی جائیں اور جھنڈے پر جہاں اب یہ چڑھا ہے، fraternite liberte,egalite, (آزادی، مساوات، بھائی چارہ)، وہاں اس طرح کر دیا جائے؛ infanterie, cavalerie, artillerie (پیدل، سوار، توپ خانہ)

4

اکتوبر 1849 کے وسط میں قومی اسمبلی نے پھر اجلاس بلایا۔ پہلی نومبر کو بوناپارٹ نے اسمبلی کو ایک پیغام میں بارو۔ فالو کی وزارت کو برطرف اور نئی وزارت مقرر کرنے کا اعلان کر کے اسے حیران کر دیا۔ کوئی اپنے حوالی موالی اس بے تکلفی سے برخواست نہیں کرتا جیسے بوناپارٹ نے اپنے وزیروں کو نکالا۔ جو ٹھوکر قومی اسمبلی کے لگانی مقصود تھی وہ فی الحال بارو اینڈ کو کے حصے میں آئی۔

بارو کی مجلس وزات، جیسا کہ معلوم ہے، اور لین اور جائز وارث کے آدمیوں سے بنی تھی، یہ ضابطہ پارٹی کی وزارت تھی، بوناپارٹ کو اس قسم کی وزارت چاہئے تھی تا کہ ریپبلکنوں کی آئین ساز اسمبلی کو برخواست کیا جائے، روم پر فوجی مہم بھیجی جائے اور ڈیموکریٹک پارٹی کو توڑ دیا جائے۔ تب اس وزارت کو آگے کر کے بوناپارٹ بظاہر خود ادنیٰ حیثیت کا نقاب ڈال لیا۔ جیسے لوئی فلپ کے زمانے میں پیرس کے اخباروں کے ذمہ دار اڈیٹروں نے کیا تھا کہ خاکسار (homme de paille) بن کر بیٹھ رہے۔ اب اس نے وہ نقاب اتار پھینکا جو باریک سا پردہ بن کر اس کے اصلی خدوخال چھپانے کے کام کا نہیں رہ گیا تھا بلکہ آہنی نقاب بن چکا تھا اور اصلی چہرہ دکھانے سے روک رہا تھا۔ بوناپارٹ نے بارو کی وزارت اس غرض سے قائم کی تھی کہ ریپبلکنوں کی قومی اسمبلی کو ضابطہ پاٹی کی طرف تڑوایا جائے، اب وہ غرض پوری ہو گئی تو وزارت برطرف کر دی تا کہ اپنی ہستی کو منظر عام پر لایا جائے اس حیثیت سے کہ وہ ضابطہ پارٹی کی قومی اسمبلی سے آزاد ہے۔

وزارت کو برطرف کرنے کے لئے معقول بہانوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی۔ بارو وزارت نے ان تکلفات کو اپنانے سے بھی احتراز کیا جو ریپبلک کے پریذیڈنٹ کو قومی اسمبلی کے برابر با اختیار عہدہ دار معلوم ہونے دیتیں۔ قومی اسمبلی کی تعطیل کے دنوں میں بوناپارٹ نے ایک خط ایڈگر نیئی کے نام شائع کرایا جس میں بظاہر پوپ اعظم نہم کی بے مروتی کے سخت برتاؤ پر اپنی ناگواری ظاہر کی تھی، ٹھیک اسی طرح آئین ساز اسمبلی کی مرضی کے خلاف ایک خط چھپوا دیا جس میں سپہ سالار اودینو کو رومن ریپبلک پر چڑھائی کرنے کی داد دی گئی تھی۔ جب قومی اسمبلی نے

روم پر فوج کشی کے خرچ کا بجٹ پاس کر دیا تو وکٹر ہیوگو نے اپنے لبرل ازم کا بھرم رکھنے کو بونا پارٹ کے اس خط کا سوال زیر بحث لانا چاہا۔ ضابطہ پارٹی نے تحقیر آمیز بے اعتباری کی شور پکار میں اس خیال کو ہی دفن کر دیا کہ بونا پارٹ کے زبانی جمع خرچ سے کوئی سیاسی مطلب نکلتا ہے۔ وزیروں میں سے کسی نے بھی بونا پارٹ کے چیلنج کا جواب نہیں دیا۔ ایک موقع پر وزیر اعظم بارو نے اپنے خاص کھو کھلے طمطراق میں پلیٹ فارم سے جھڑک کر کہہ ڈالا کہ بقول خود، پریزیڈنٹ کے بہت نزدیک حلقے میں " گندی سازشیں" چل رہی ہیں، آخر میں یہ ہوا کہ جب وزرات نے قومی اسمبلی میں اورلین کی شہزادی کی بیوگی کی پنشن منظور کرائی تو پریزیڈنٹ کے اسٹاف کا خرچ بڑھانے کی کسی تجویز پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔ بونا پارٹ کی ہستی میں شاہی کے دعویدار کی حیثیت کے ساتھ ایک جانہار کی حیثیت بھی لپٹی ہوئی تھی جو اس کے دماغ میں ایک کے بعد ایک شاندار خیال ڈال رہی تھی کہ وہی ہے جسے سلطنت کے اکھڑے ہوئے قدم جمانے کو پکارا گیا، اور اب فرانسیسی قوم کی باری ہے کہ وہ اس کا قرضہ چکائے۔

بارو۔ فالو کی وزرات پہلی اور آخر پارلیمنٹری وزرات تھی جو بونا پارٹ نے بنائی۔ چنانچہ اس وزرات کا برطرف کیا جانا ایک فیصلہ کن موڑ ہے۔ اسی کے ساتھ ضابطہ پارٹی کے ہاتھ سے پارلیمنٹری حکومت بنائے رکھنے کا جو اصل سہارا تھا، یعنی انتظامیہ طاقت کی باگ ڈور، وہ ایسی گئی کہ پھر کبھی ہاتھ نہ آئی۔ فرانس ایسا ملک ہے جہاں انتظامیہ طاقت کے تحت پانچ لاکھ سے زیادہ سرکاری ملازمین کی فوج رہتی ہے، یعنی مستقل طور پر آبادی کی ایک بڑی تعداد اور اس کے مفاد قطعی انتظامیہ کی مرضی پر منحصر رہتے ہیں، جہاں شہری سوسائٹی کو اسٹیٹ اپنے جال میں، کنٹرول میں، ہدایت، نگرانی اور سرپرستی میں یہاں تک رکھتی ہے کہ اس کی زندگی کے خاص خاص مظاہر سے لے کر نہایت معمولی معاملات تک، زندگی بسر کرنے کی عام اور مشترک صورتوں سے لے کر افراد کی ذاتی گزر اوقات تک سبھی کچھ اسٹیٹ کے ہاتھ میں رہتا ہے، جہاں غیر معمولی مرکزیت کے اثر سے اسٹیٹ کا مفت خورا انجر پنجر ایسا پھیل پڑا ہے کہ ہر جگہ وہی کار فرما ہے، اسی کا سکہ چلتا ہے اور ایسی غضب کی لچک ور پھرتی آ گئی ہے جس کی مثال اگر کہیں ملے گی تو صرف بے بسی کے ساتھ دوسروں کی محتاجی میں ملے گی۔ جب اندر کا اصلی سماجی وجود بے ڈول اور ڈھیلا ڈھالا ہو کر رہ جائے۔

اس جیسے ملک فرانس میں یہ بات صاف ہے کہ قومی اسمبلی کے ہاتھ سے اگر قلمدان وزرات تقسیم کرنے کا اختیار جاتا رہے تو پھر ہر قسم کا اثر کافور ہو جاتا ہے، بشرطیکہ وہ سرکاری انتظامی محکموں کو سادہ نہ بنا چکی ہو کہ وہ گورنمنٹ کے حکم احکام سے بے نیاز ہو کر اپنے معاملات کی دیکھ بھال خود اپنے اداروں کے ذریعے سنبھال لیں۔

لیکن اسی لمبی چوڑی سرکاری مشنیری کو اس کے تمام بے شمار کل پرزوں کے ساتھ باقی اور قائم رکھنا ہی وہ تدبیر ہے جس سے فرانسیسی بورژوازی کے مادی مفاد اندر تک ایک دوسرے میں رچے بسے ہوئے ہوتے ہیں۔ بورژوازی کی فالتو آبادی کو یہیں سے نوکریاں دی جاتی ہیں اور جس رقم کو وہ منافع، سود، لگان اور الاؤنسوں وغیرہ کی شکل میں ہضم نہیں کر سکتی، اور اس کو وہ سرکاری تنخواہوں کی صورت میں وصول کر لیتی ہے۔ پھر یہ بھی کہ سیاسی مصلحتوں نے اسے مجبور کیا کہ روز بروز زیادہ سختی اور دباؤ سے کام لے، جس کی خاطر سرکاری اختیارات کے ذرائع اور کارکن دونوں کی تعداد بڑھانا لازم تھا، ساتھ ساتھ یہ ہوا کہ اسے لگاتار رائے عامہ سے لڑنا پڑا اور جہاں سماجی سرگرمی کے آزاد اداروں کا صفایا نہیں کر سکی وہاں ان کو بدگمانی کے ساتھ کچل ڈالا اور مفلوج کر کے رکھ دیا۔ اس طرح سے فرانسیسی بورژوازی کی طبقاتی پوزیشن نے ایک طرف تو ان حالات کو ہی مٹانے کی ٹھانی جو ہر قسم کی، یہاں تک کہ خود اسی طبقے کی پارلیمنٹری حکمرانی قائم رکھتے، اور دوسری طرف پارلیمنٹری اختیار کی دشمن انتظامیہ طاقت کو اٹوٹ حیثیت دے دی۔

جونئی وزارت بنی اس کا نام تھا دی اپول وزارت۔ مطلب یہ نہیں کہ جنرل دی اپول وزیر اعظم بن گیا۔ اصلیت یہ ہے کہ بارو کی وزارت سے استعفیٰ لیتے ہی بونا پارٹ نے اس عہدے کا وقار ختم کر دیا، جو ریپلک کے پریزیڈنٹ کو آئینی بادشاہ کے مقام کی حیثیت میں جس کے پاس نہ تخت و تاج تھا، نہ نشان و شمشیر، نہ وہ مرتبہ کہ کوئی آنچ نہ آ سکے، نہ یہ حق کہ ریاست کے سب سے بلند مرتبے کو اپنی اولاد میں منتقل کر سکے۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ شاہانہ الاؤنس تک محروم۔ دی اپول کی وزارت میں صرف ایک شخص تھا جسے پارلیمنٹری حیثیت حاصل تھی۔ یہ تھا ساہو کار فولد، اوپر کے مالیاتی شرفا میں جو بہت بدنام تھے ان میں سے ایک۔ اسے مالیات کا محکمہ ہی سپرد بھی ہوا۔ پیرس کے شئیر ایکسچینج مارکیٹ کے بلیٹن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی نومبر 1849 کے بعد سے سرکاری تمسکات (سکیوریٹیز) کی قیمت بونا پارٹ کے اسٹاک بڑھنے اور گھٹنے کے ساتھ چڑھنے اترنے لگی، اس طرح سے شئیر بازار میں بونا پارٹ نے اپنے شریک کار بنا لئے اور ساتھ ہی کار لیئر کو پیرس کا پولیس پریفیکٹ مقرر کر کے پولیس کی باگ ڈور بھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔

وزارت کی تبدیلی کا اثر تبھی ظاہر ہو سکتا تھا جب حالات آگے بڑھتے۔ فی الحال تو بونا پارٹ نے صرف ایک قدم آگے بڑھایا تھا تا کہ اس کا پیچھے ہٹنا زیادہ نظر میں آئے۔ اپنے چبھتے ہوئے پیغام کے فوراً بعد انتہائی ملائم اعلان کیا کہ وہ قومی اسمبلی کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ ہر بار جب بھی وزیروں نے یہ ہمت کی کہ بونا پارٹ کے اپنے ڈھکوسلوں کو قانونی شکل دینے کی ڈھکی چھپی کوشش کریں، تبھی یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی مرضی کے بغیر، صرف پوزیشن کی مجبوری سے مسخرے پن کے حکم بجا لانے کی ایسی حرکت کر رہے ہیں جن کی ناکامی کا انہیں پہلے سے یقین ہے۔ ہر بار جب بونا پارٹ نے وزیروں کی پیٹھ پیچھے اپنے نیت کے پٹ کھولے، اور (Idees Napoleniennes) (نپولینی نکات)(88) بگھارنے شروع کئے، اس کے وزیروں نے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے اسے پیٹھ دکھا دی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی غاصبانہ تمناؤں کا اظہار ہی اس لئے کرتا ہے تا کہ مخالفین اپنا زہر خند ضبط نہ کر سکیں۔ وہ ایسے چھپے رستم کی طرح پیش آ رہا تھا جس کے کمالِ ذہانت کو لوگوں نے پہچانا نہیں اور اسے ایک سادہ لوح شخص ہی سمجھا۔ سارے طبقوں نے کبھی اس کو ایسی گری ہوئی نظر سے نہیں دیکھا تھا جیسے اس دور میں۔ بورژوازی نے کبھی ایسی من مانی نہیں کی تھی؛ اس نے کبھی اتنی بے شرمی سے اپنی طاقت یا غلبے کی نمائش نہیں کی تھی۔

میرا یہ فرض نہیں کہ کہ بورژوازی کی قانون سازی کی تاریخ بیان کروں جو اس دور میں دو قانونوں کے اندر سمٹ آئی تھی: ایک قانون جس سے شراب پر آبکاری ٹیکس پھر لگایا گیا، دوسرا قانون تعلیم جس کے ذریعہ بے عقیدگی کا حق مٹا دیا گیا۔ اگر شراب کے ٹیکس نے فرانسیسیوں کی مشکلات بڑھا دیں تو بورژوازی نے فراخ دلی سے پاکیزہ زندگی کے دریا بہا دئے۔

اگر شراب پر ٹیکس لگا کر بورژوازی نے یہ جتایا کہ فرانس کا پرانا نفرت انگیز ٹیکس سسٹم اٹوٹ ہے تو ساتھ میں تعلیم کے قانون سے یہ بھی کوشش کی کہ عوام میں وہی پرانی ذہنی حالت باقی رکھی جائے جو انہیں یہ سسٹم برداشت کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اورلین والے جو آزاد خیال بورژوا ہیں، والتیر Eclectic فلسفے کے پرانے سجادہ نشین ہیں، وہ اپنے موروثی دشمنوں، یسوعیوں کو فرانسیسیوں کی روحانی ہدایت کا کام کیسے سپرد کر سکتے ہیں۔ لیکن دیکھا جائے تو اورلین جائز وارث والے دونوں، اگرچہ تخت کی دعویداری میں ایک دوسرے سے بڑا اختلاف رکھتے ہیں، تاہم اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ ان کے مشترکہ غلبے کے لئے دباؤ کے وہ سب ذریعے ملانے ضروری ہیں جو دونوں ادوار میں استعمال ہوئے، جولائی کی بادشاہت کے دور میں لوگوں کو قابو میں رکھنے کی جو تدبیریں اختیار کی گئیں، ان میں وہ تدبیریں، وہ صورتیں بھی ملانی اور دوآتشہ کرنی ہوں گی جن سے "بحالی کے دور" میں کام لیا گیا تھا۔

کسانوں کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ایک تو اناج کے بھاؤ پہلے سے کہیں زیادہ گرے، دوسرے لگان بڑھے، رہن رکھی ہوئی زمینوں پر قرضے کا بوجھ بڑھا، تو مختلف دیہی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) میں بےچینی کے آثار نظر آنے لگے۔ ان کو جواب یہ ملا کہ سکول ماسٹروں کو تو مذہبی اداروں کا پابند کر دیا گیا، حلقے کے چیرمین کو پولیس پریفیکٹ کا، اور جاسوسی کا نظام آخر اتنا پھیلایا کہ سبھی اس کی زد میں آ گئے۔ پیرس اور دوسرے بڑے شہروں میں رجعت پرستی اپنے دور کی چھاپ لگاتی پھرتی ہے اور لوگوں کو دبانے سے زیادہ ان پر اپنا رعب داب قائم کر رہی ہے۔ دیہات میں اس نے مکروہ، نیچ، گھٹیا، گھناؤنی مختصر یہ کہ ژندارمی (سیاسی پولیس) کی شکل اختیار کر لی ہے۔ سمجھ میں آتا ہے کہ تین سال تک پولیس کی لاٹھی ڈنڈے کا بندوبست، جس میں پادریوں کا مقدس حکم بھی چلتا ہے، ادھ کچرے عوام کے حوصلے پست کرنے میں کس قدر کامیاب ہوا ہوگا۔

ضابطہ پارٹی ایک اقلیت کے سامنے چاہے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے کتنا ہی جوش و خروش دکھائے، ہاتھ پاؤں پٹکے، لیکن اس کے منہ سے صرف دو بول نکلتے ہیں، جس طرح مسیحی کی زبان سے: ہاں، ہاں اور نہیں نہیں! اسٹیج سے بھی یہی دو بول زبان پر آتے ہیں اور اخبار میں بھی، بالکل اس پہیلی جیسے بےلطف بول، جس کا جواب پہلے سے معلوم ہوتا ہے۔ چاہے عدالت میں اپیل کرنے کے حق کی گفتگو ہو، یا شراب پر ٹیکس کی، پیرس کی آزادی کا سوال ہو، یا تجارت کی آزادی کا، کلب کے حق کا معاملہ ہو یا میونسپلٹی کے اختیار کا، ذاتی آزادی کا ہو، یا سرکاری بجٹ کی باقاعدگی کا، ہمیشہ سب کے جواب میں ایک ہی پلول (شناختی لفظ) زبان پر چڑھا ہے، موضوع وہی ایک رہتا ہے، سب کو ایک ہی فیصلے کی لاٹھی سے ہانکا جاتا ہے اور یہ لاٹھی پہلے سے تیار ہے کہ "سوشلزم" بورژوائی لبرل ازم (آزاد خیالی) تک کو سوشلزم کہہ دیا جاتا ہے، بورژوائی روشن خیالی ہے تو اس کو سوشلزم کا نام اور بورژوائی مالیاتی اصلاح ہے تو اس پر سوشلزم کا الزام۔ یہ بھی سوشلزم ہوا کہ جہاں نہر موجود ہے، وہاں ریلوے لائن بنائی جائے، اور یہ بھی سوشلزم کہ جب تلوار سے حملہ ہو تو آدمی لاٹھی سے اپنا بچاؤ کرے۔

یہاں نہ تو محض لفاظی تھی، نہ فیشن، نہ پارٹی بازی کا داؤ پیچ۔ بورژوازی خوب سمجھ رہی تھی کہ قسم قسم کے وہ ہتھیار جو اس نے جاگیرداری کے مقابلے میں ڈھالے تھے، اپنی دھار سمیت خود اسی پر پلٹ پڑے ہیں، روشن خیالی کے جتنے ذریعے اس نے ایجاد کئے تھے، وہ خود اسی کی تہذیب سے پھر گئے ہیں، جتنے دیوتا سجائے تھے، وہ اسی سے منہ موڑ چکے ہیں۔ بورژوازی نے سمجھ لیا تھا کہ وہ جنہیں شہری آزادی اور ترقی کے اداروں کا نام دیا گیا تھا وہی اس کے طبقاتی غلبے کی جان کے لاگو ہو گئے تھے، سماجی بنیادوں کی طرف سے بھی اور سیاسی چوٹی کی طرف سے بھی خطرہ بن گئے تھے۔ اور اسی لئے ان میں "اشتراکیت کی بو" آ گئی تھی۔ اس خطرے میں اور مصیبت کی حالت میں بورژوازی نے سوشلزم کا راز پا لیا، وہ اس کے باطن اور اس کے مزاج کو زیادہ صحیح سمجھی بہ نسبت اس نام نہاد سوشلزم کے جو اپنا ٹھیک اندازہ نہیں کر پاتا اور اسی وجہ سے یہ نہیں سمجھ پاتا کہ اگرچہ وہ انسانی مصائب کی نوحہ خوانی بھی کرتا ہے، ہزار سالہ دور حکومت کی مسیحی پیش گوئی اور برادرانہ محبت کرنے کی مسیحی تعلیم بھی یاد دلاتا ہے، انسانی روح، تعلیم، آزادی کی انسانیت بھری باتیں بھی بھگارتا ہے اور سارے طبقوں کے میل ملاپ اور فلاح و بہبود کے خیالی نظاموں کی تبلیغ بھی کئے جاتا ہے_ پھر بھی بورژوازی جب دیکھتی ہے، اس دشمن کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ایک بات جو بورژوازی نہیں سمجھی، وہ تھا منطقی انجام کہ اب اس کی اپنی پارلیمنٹری حکومت پر اور عام طور سے اس کے سیاسی اختیارات پر بھی وہی سزا کا فرمان جاری ہوگا کہ ان سے "سوشلزم کی بو" آتی ہے۔ جب تک کہ بورژوا طبقے کی حکومت نے پوری طرح پاؤں نہیں جمائے تھے، جب تک اس نے اپنا سیاسی رنگ روپ نہیں نکالا تھا، اس وقت تک بورژوازی سے دوسرے طبقوں کی کاٹ بھی کھل کر سامنے نہیں آ سکتی تھی، اور جہاں یہ لاگ ڈانٹ سامنے آئی بھی، وہاں ایسے خطرناک موڑ تک نہیں پہنچ سکی جہاں سرکاری طاقت کے مقابلے پر ہر ایک جدوجہد بالآخر سرمائے کے خلاف جدوجہد بن جاتی ہے۔ اگر سماج میں زندگی کی ہر ایک لہر کو اس نے "امن سکون" کے لئے خطرہ سمجھا تھا تو اب وہ کس منہ سے یہ چاہتی تھی کہ سماج کے سر پر بےچینی کی حکومت قائم رہے، اس کا اپنا سرکاری بندوبست، یعنی پارلیمنٹری حکومت، جس کے بارے میں بورژوازی کے ہی ایک مقرر کا قول ہے کہ وہ کشمکش میں جیتی ہے اور کشمکش کے دم سے اس کی زندگی قائم رہتی ہے۔ پارلیمنٹری حکومت بحث مباحثے کے دم سے ہے تو بحث مباحثے کی منانعت کیسے کرے؟ ہر مصلحت، ہر مفاد، ہر ایک سماجی تدبیر یہاں ایک عام خیال کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور یہ خیال زیر بحث آتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مصلحت، مفاد یا تدبیر خیال کی سطح سے اوپر اٹھ کر عقیدے یا ایمان کا جزو بن جائے۔ اسٹیج سے جو تقریری مقابلے ہوتے ہیں، وہ اخباری کالم نگاروں کے درمیان رسہ کشی کا سامان کرتے ہیں، پارلیمنٹ کے مباحثہ کلب سے بیٹھکوں اور شراب خانوں کے مباحثہ کلب جڑے ہوئے ہیں: وہ نمائندے جو رائے عامہ سے مستقل اپیل کیا کرتے ہیں، رائے عامہ کو یہ حق بھی دیتے ہیں کہ وہ عدالتی اپیلوں میں خود کو جوں کا توں ظاہر کرے۔ پارلیمنٹری طرز حکومت ہر فیصلے کو اکثریت پر چھوڑتا ہے_ پھر وہ زبردست اکثریت جو پارلیمنٹ سے باہر موجود ہے، فیصلہ صادر کرنا کیوں نہ چاہے؟ اگر آپ راج پاٹ کی چوٹی پر بانسری بجا رہے ہیں تو پھر کیا تعجب اگر نیچے کھڑے ہوئے لوگ بانسری کی لے پر ناچنا شروع کر دیں؟

چنانچہ وہی چیز جسے بورژوازی کبھی "لبرل ازم" یا آزاد خیالی کہہ کر سراہتی تھی، اب اسے "سوشلزم" کا نام رکھ کر دراصل اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ ذاتی مصلحت کا تقاضا ہے کہ اسے خود اپنے ہی سائے سے بچایا جائے: یہ کہ ملک میں امن چین بحال کرنے کی خاطر سب سے مقدم ہے کہ اس کی بورژوا پارلیمنٹ کو چین سے بٹھایا جائے؛ یہ کہ اس کی سماجی حکمرانی کو صحیح سالم رکھنے کے لئے لازم ہے کہ اس ک سیاسی حکمرانی توڑی جائے؛ الگ الگ بورژوا دوسرے طبقوں کا استحصال کرتے رہیں اور اپنی نجی ملکیت، خاندان، مذہب اور قاعدہ قانون میں

بغیر کسی خرخشے کے مگن رہیں صرف اس شرط پر کہ دوسرے طبقوں کے ساتھ طبقے کی حیثیت میں خود بورژوازی کو بھی سیاسی طور پر صفر کر دیا جائے؛ یہ کہ اپنی تجوری بچانے کی خاطر اس سے تاج چھین لیا جائے اور جو تلوار اپنی حفاظت کے لئے تھی وہی اب اس کے سر پر دیموکلس کی تلوار کی طرح لٹکتی رہے۔

عام شہریوں کے مشترکہ معاملات میں قومی اسمبلی نے اس قدر بے عملی کا ثبوت دیا کہ مثلاً ایک سوال در پیش تھا پیرس اور اوی نیون کے درمیان ریلوے لائن بچھانے کا، 1850 کی سردیوں میں اس پر غور شروع ہوا اور دوسری دسمبر 1851 تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ جہاں اسمبلی کو جبر سے، رجعت پرستی سے کام نہیں لینا تھا وہاں اس کا بانجھ پن نا قابل علاج بن گیا۔

اس وقت جب بونا پارٹ کی وزارت کچھ تو ضابطہ پارٹی کے منشا سے قانون بنانے میں پہل کر رہی تھی اور کچھ ان قانونوں کی تعمیل میں اور بھی زیادہ سخت گیری سے کام لے رہی تھی، خود بونا پارٹ اس کوشش میں تھا کہ بچگانہ تجویزوں کے ذریعے ہر دلعزیزی حاصل کرے اور قومی اسمبلی سے اپنے عناد کو ابھار کر وہ یہ اشارے کئے جا رہا تھا کہ کوئی پوشیدہ خزانہ موجود ہے، صرف حالات اجازت نہیں دے رہے کہ اس پوشیدہ خزانے کی مہر توڑ کر فرانسیسی قوم پر لٹا دے۔ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ بونا پارٹ نے تجویز رکھی تھی بے کمیشن افسروں کی تنخواہ میں چار Sou (سکہ) روزانہ بڑھانے کی اور مزدوروں کے لئے ایسے بینک کھولنے کی جو صرف اعتبار پر قرضہ دیا کریں۔ تحفے میں روپیہ اور قرضے میں نقدی یہ تھے وہ سبز باغ، جنہیں دکھا کر وہ عام لوگوں کو للچانے کی سوچ رہا تھا۔ تحفے میں دو، قرضے میں دو، آوارہ گرد لوگوں (Lumpenproletariat) کا سارا مالیاتی ہنر اس میں ہے، چاہے وہ عام ہوں یا خاص۔ بونا پارٹ کو اس قسم کے دریا بہانے کا ہنر آتا تھا۔ حکومت کے کسی دعویدار نے ہجوم عام کے گھٹیا پن سے کبھی اتنا گھٹیا سودا کیا ہو، ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔

قومی اسمبلی کو کئی بار جلال آیا کہ بونا پارٹ اسے نظروں سے گرا کر اپنی مقبولیت بنانے کی پکی کوششیں کر رہا ہے۔ اور یہ خطرہ بڑھتا جا رہا ہے کہ اس جیسا داؤ پر سب کچھ لگا دینے والا، جسے اپنے قرضے چکانے کی فکر ہے اور پہلے کوئی ایسی ساکھ نہیں جن کا لحاظ کر جائے، اسے کیا دیر لگتی ہے کہ آنکھ بند کر کے کوئی بڑا فتنہ اٹھا دے۔ ضابطہ پارٹی اور پریذیڈنٹ کے درمیان یہ چپقلش خطرے کی حدوں کو چھو رہی تھی کہ اتنے میں اچانک ایک واقعہ ہو گیا جس سے وہ مجبوراً لپک کر پھر اسی پارٹی کی بانہوں میں پہنچا۔ یہ واقعہ تھا 10 مارچ 1850 کے ضمنی الیکشن۔ 13 جون کے بعد پارلیمنٹ کے جو ممبر جیل میں گئے یا جلاوطن ہو گئے، ان کی خالی جگہوں کو بھرنے کے لئے یہ الیکشن ہوئے تھے۔ پیرس نے صرف ڈیموکریٹک پارٹی کے امیدوار چنے۔ اس کے علاوہ شہر کے زیادہ تر ووٹ جون 1848 کی بغاوت کے خاص آدمی دفلوت کو ملے اس طرح سے پرولتاریہ سے مل کر پیرس کی چھوٹی بورژوازی نے 13 جون 1849 کی شکست کا بدلہ لے لیا۔ یوں نظر آیا جیسے چھوٹے کاروباری لوگ خطرے کے وقت مقابلے کے میدان سے غائب ہو گئے تھے صرف اس غرض سے کہ جب حالات سازگار ہوں تو وہ پھر اور زیادہ جنگی طاقت کے ساتھ، زیادہ بامعنی جنگی نعروں کے ساتھ میدان میں اتر آئیں۔ ایک اور پہلو ایسا تھا جس نے الیکشن کے نتیجے کی یہ خطرناک حیثیت اور بھی شدید کر دی: وہ یہ کہ پیرس میں فوج نے جون کے باغی کے حق میں اور بونا پارٹ کے منسٹر لاہیت کے خلاف ووٹ دئے۔ دیہاتی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) میں جو ووٹ پڑے ان میں بھی، اگرچہ پیرس کی طرح بہت بڑے فرق سے نہیں، تاہم "مونٹین" پارٹی کے امیدواروں کو، فریق مخالف کے سامنے اکثریت حاصل ہوئی۔

اچانک بونا پارٹ نے دیکھا کہ اسے پھر انقلاب کا سامنا ہے۔ 29 جنوری 1849 کی اور جون 1849 کی طرح 10 مارچ 1850 کو بھی وہ ضابطہ پارٹی کی اوٹ میں ہو گیا۔ ٹھنڈا پڑ گیا، دبک کر معذرت کرنے لگا اور اس پر آمادگی ظاہر کی کہ پارلیمنٹ کی اکثریت جیسے کہے ویسی وزارت بنا دی جائے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اورلین اور جائز وارث دونوں گروہوں کے لیڈروں سے، جن میں تییر، بیریے، برولی اور مولے قسم کے لوگ تھے جنہیں بورگ گراف (چودھری) (89) کہنا چاہیے، اس نے التجا کی کہ وہ خود ریاست کا سارا کاروبار سنبھال لیں۔ ضابطہ پارٹی اس اچھوتے موقع کا فائدہ اٹھانے میں ناکام رہی۔ بجائے اس کے کہ وہ ہمت کر کے طاقت اپنے ہاتھ میں لے لیتی، اس سے یہ بھی نہ ہو پایا کہ بونا پارٹ سے پہلی نومبر کو برخواست کی ہوئی وزارت پھر بحال کروا دیتی۔ وہ اتنے میں ہی راضی ہو گئی کہ معافی دے کر اس کی گردن نیچی کر دی اور دی اپول کی وزارت میں جنرل بروش کو بھی لگا دیا۔ یہ بروش وہی شخص تھا جس نے وکیل سرکار کی حیثیت میں پہلے تو 15 مئی کے انقلابیوں پر، بعد میں 13 جون کو ڈیموکریٹوں پر یہ الزام لگایا کہ وہ قومی اسمبلی کی جان کے دشمن ہیں اور بورژے ہائی کورٹ کے سامنے بہت زور بیان دکھایا تھا۔ بعد میں بونا پارٹ کی وزارت کے کسی ایک منسٹر نے بھی قومی اسمبلی کو اتنا نہیں گرایا جتنا بروش نے۔ دوسری دسمبر 1851 کی تاریخ کے بعد جب ہمیں نظر آتا ہے تو وہ سینٹ کے نائب صدر کی اونچی کرسی پر، اونچی تنخواہ کے ساتھ براجمان ہے۔ اس نے انقلابیوں کے شوربے میں تھوک دیا تا کہ ان سے بچے اور بونا پارٹ چٹ کر جائے۔

سوشل ڈیموکریٹک پارٹی گویا اپنی طرف سے برابر اس موقع کی تلاش میں رہی کہ اپنی جیت کو پھر شبہ میں ڈالے اور اس کی معنویت پھر کم کرے۔ پیرس میں جو ممبر چن کر آئے ان میں ایک ویدل نام کا شخص تھا جو استراسبورگ کے حلقے سے بھی چنا گیا تھا۔ اسے کہہ سن کر راضی کیا گیا کہ پیرس کی جیتی ہوئی سیٹ چھوڑ کر استراسبورگ کی سیٹ چن لے۔ یوں، بجائے اس کے کہ الیکشن میں جو فتح نصیب ہوئی تھی اسے قطعی حیثیت بنا کر ضابطہ پارٹی کو پارلیمنٹ میں مقابلے پر للکارا جاتا، بجائے اس کے کہ فریق مخالف کو ایسے وقت جب اس کی کور دبی ہوئی تھی، لوگوں میں ہمدردانہ جوش اور فوج میں خوشگوار موڈ تھا ٹکر لینے پر مجبور کیا جاتا، سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے پیرس کو مارچ اپریل کے مہینوں پھر نئی الیکشنی سرگرمی سے تھکا مارا۔ لوگوں میں جو جذبہ ابھار پر تھا اسے دو دوبار کے عارضی انتخابات کے ہنگامے میں لگا کر سرد کر دیا، انقلابی طاقت کو آئینی فتح سے اکتا دیا چھوٹی ٹکڑموں میں، کھوکھلی تقریربازی میں اور دکھاوے کی تحریک میں اسے خارج کر دیا، بورژوازی کو مہلت دے دی کہ وہ پھر سے صف بندی کر کے تیار ہو جائے اور آخری بات یہ کہ اپڑین سیو حلقے میں اپریل کے ضمنی انتخابات کرا کے جذباتی رائے زنی سے مارچ کے انتخابات کی اہمیت کو ضائع کر دیا۔ یوں کہنا چاہیے کہ دسویں مارچ کو ہی اس پارٹی نے اپریل فول منا لیا۔

پارلیمنٹ کی اکثریت نے فریق مخالف کی اس کمزوری کو بھانپ لیا۔ ضابطہ پارٹی کے سترہ بورگ گراف (چودھریوں) نے ایک نیا انتخابی قانون تیار کیا۔ بونا پارٹ نے اسی پارٹی کو حملہ کرنے کا رخ اور اختیار سونپا تھا۔ اس نئے قانون کا مسودہ پیش کرنے کی ذمہ داری مسٹر فوشے کے سپرد ہوئی جو اپنے سر یہ سہرا بندھوانا چاہتا تھا۔ 8 مئی کو فوشے نے قانون پیش کیا جس کی

رو سے عام رائے دہندگی کا حق ختم ہونا تھا، ہر ایک ووٹر کو اپنے حلقۂ انتخاب میں کم سے کم تین سال کی رہائش ثابت کرنی تھی اور مزدوروں کے معاملے میں ثبوت مہیا کرنے کی یہ شرط رکھی گئی کہ ملازمت دینے والا اس بات کی سند دے۔

وہی ڈیموکریٹ جو آئینی انتخابات کی رسہ کشی کے وقت بڑا انقلابی جوش وخروش دکھا رہے تھے، اب جب کہ اپنی انتخابی جیت کو سنجیدگی کا وزن دینے کے لئے ہتھیار اٹھانے کا موقع آیا، آئینی تبلیغ میں لگ گئے، باوقار صبر وسکون کی (calme majestueux) تلقین کرنے لگے، قانونی کارروائی وغیرہ کہنے لگے_ یعنی انقلاب کے دشمنوں کی مرضی کے آگے، جو قانون بن بیٹھی تھی، آنکھیں موندھ کر گردن جھکا دی جائے۔ بحث کے دوران "مونٹین" والوں نے ضابطہ پارٹی کو بہت غیرت دلائی اور کہا کہ ایسے انقلابی جوش وجذبہ کے مقابلے میں تو ان آسائش پسندوں کی تن آسانی ہی بہتر ہے جو قانونی دائرے میں رہتے ہیں اور اسے ان طعنوں سے مار ڈالا کہ یہ پارٹی خوامخواہ انقلابی رنگ سے اٹھتی ہے۔ نئے منتخبہ ممبروں تک نے کوشش کی کہ سنبھل کر، قاعدے قرینے کو ملحوظ رکھ کر چلیں تا کہ ان پر یہ الزام ثابت نہ ہو کہ وہ انارکسٹ ہیں اور ان کی جیت میں انقلاب کی فتح ہے۔ 31 مئی کو نیا انتخابی قانون پاس ہو گیا۔ "مونٹین" والوں نے اپنی تسلی کر لی کہ پریذیڈنٹ کی جیب میں صدائے احتجاج کے پرچے ڈال دئے ہیں۔ انتخابی قانون کے فوراً بعد پریس کا نیا قانون بھی آ گیا، جس سے انقلابی اخبارات کا بالکل صفایا ہوتا تھا(90)۔ وہ اس سزا کا مستحق بھی تھا۔ اس غرقابی کے بعد انقلاب کی صرف دو نا کہ چوکیاں رہ گئیں، بورژوازی کے دو ترجمان___ ایک "نیشنل" دوسرا LaPresse (91)

ہم نے دیکھ لیا کہ مارچ اور اپریل میں ڈیموکریٹک لیڈروں نے کیا کچھ نہیں کیا کہ پیرس والوں کو جھوٹ موٹ کے مقابلے میں الجھائے رکھیں، اور یہی حرکت انہوں نے 8 مئی کے بعد کی کہ لوگوں کو اصلی مقابلے تک جانے سے روکے رکھا۔ اس کے علاوہ یہ نہ بھولنا چاہیے کہ 1850 صنعتی اور کاروباری خوش حالی کا شاندار سال تھا، لہٰذا پیرس کا پرولتاریہ تمام برسرِ روزگار ہو گیا۔ لیکن 31 مئی 1850 کے انتخابی قانون نے اسے سیاسی طاقت میں شریک ہونے سے محروم رکھا، اسے اکھاڑے میں اترنا ہی نصیب نہ ہوا۔ اس قانون نے مزدوروں کو پھر اسی انقلاب فروری سے پہلے کا اچھوت (Pariah) بنا ڈالا۔ اتنا بڑا واقعہ مزدوروں کے سامنے ہو گیا لیکن ڈیموکریٹک لیڈروں کے ہاتھ رہنمائی تھی تو وہ اپنے طبقے کے انقلابی تقاضے کو وقتی آسائش کی خاطر بھلا بیٹھے، ایک فاتح قوت بننے کے مرتبے سے پھر گئے کہ جون 1848 کی شکست نے انہیں آئندہ کئی سال کے لئے ٹھنڈا کر دیا ہے اور اب کچھ عرصہ تاریخی عمل ان کے پہلو سے گزرتا رہے گا۔ جہاں تک چھوٹی حیثیت کے بورژوا جمہوریت پسندی کا تعلق ہے جو 13 جون کو گلا پھاڑ کر کہتی تھی:

"ذرا عام رائے دہندگی کے حق کو چھیڑ کر دیکھو، تب ہم دکھا دیں گے کہ کیا ہوتا ہے"

اب اس پر راضی ہو گئی کہ یہ چوٹ جو انقلاب کے مخالفین نے لگائی ہے یہ کوئی چوٹ نہیں، 31 مئی کا قانون کوئی قانون نہیں۔ مئی 1852 کا دوسرا اتوار آتے ہی ہر ایک فرانسیسی اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا، ایک ہاتھ میں ووٹ کی پرچی، دوسرے میں تلوار۔ اس پیغمبرانہ پیش گوئی پر تکیہ کر کے وہ بیٹھ گئی۔ جس طرح 28 مئی 1849 کے الیکشن پر ہو چکا تھا، مارچ اور اپریل 1850 کے الیکشنوں کے بعد بھی افسروں کے ہاتھ سے فوج پر سخت گزری۔ مگر اس دفعہ فوج نے دل میں ٹھان لی:

"اچھا، تیسری بار ہم انقلاب کے بہکاوے میں نہیں آنے والے"۔

31 مئی 1850 کا قانون کیا تھا، بورژوازی نے اندر سے حکومت کا تختہ الٹ تھا۔ آج تک اسے انقلاب پر جتنی فتوحات ملی تھیں وہ سب عارضی حیثیت کی تھیں۔ جیسے ہی موجودہ قومی اسمبلی منظر سے اوجھل ہوتی، ان فتوحات کا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ صرف اس پر دارومدار رہ جاتا کہ اگلے عام الیکشن کیا آفت مچاتے ہیں۔ اور 1848 سے ہی الیکشنوں کی تاریخ دو ٹوک ثبوت دیتی تھی کہ عام لوگوں پر بورژوازی کا اخلاقی اثر کتنا ہی کمزور ہوتا جا رہا ہے جتنا اس طبقے کا غلبہ اور اختیار بڑھتا جا رہا ہے۔ 10 مارچ کو عام رائے دہندگی نے بورژوازی کی حکمرانی کے خلاف کھرا فیصلہ سنا دیا۔ بورژوازی نے اس کا توڑ یہ کیا کہ عام رائے دہندگی کا حق ہی قانون باہر کر دیا۔ چنانچہ 31 مئی 1850 کا قانون طبقاتی ٹکراؤ کا ایک لازمہ تھا۔ مگر دوسری طرف آئین میں یہ شرط بھی موجود تھی کہ کم از کم تعداد بیس لاکھ ووٹ ملیں تب ریپبلک کے پریذیڈنٹ کا چناؤ مانا جائے گا۔ اگر امیدواروں میں سے کسی ایک کو ووٹوں کی یہ کم از کم تعداد نہ مل سکے تو قومی اسمبلی کا فرض ہے کہ جن پانچ امیدواروں نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے ہوں ان میں سے کسی ایک کو پریذیڈنٹ چن لے۔ جس وقت آئین ساز اسمبلی نے یہ قانون وضع کیا ووٹروں کی فہرست پر ایک کروڑ نام درج تھے۔ آئین ساز اسمبلی نے خیال کیا کہ ووٹ کا حق رکھنے والوں میں سے بیس فیصدی کی تائید پریذیڈنٹ کے چناؤ کو حق بجانب کرنے کے لئے کافی ہے۔ 31 مئی کے قانون نے کم از کم تیس لاکھ ووٹروں کی فہرست سے خارج کر دیا۔ اب ووٹ دینے والے صرف ستر لاکھ رہ گئے۔ پھر بھی پریذیڈنٹ کے چناؤ کے لئے وہی بیس لاکھ ووٹ کی قانونی شرط باقی رکھی گئی۔ اس حساب سے، پڑنے والے ووٹوں کے پانچویں حصے کی شرط کے بجائے اب پورے ایک تہائی کی قانونی شرط لگ گئی۔ یعنی اس قانون نے سب جتن کر لئے کہ پریذیڈنٹ کا انتخاب عوام کے قبضہ قدرت سے نکل کر قومی اسمبلی کی مٹھی میں آ جائے۔ اس طرح یہ نظر آیا کہ ضابطہ پارٹی نے 31 مئی کے انتخابی قانون کے ذریعہ اپنی گرفت دوگنی مضبوط کر لی کہ اسمبلی کے ممبروں اور ریپبلک کے پریذیڈنٹ، دونوں کے انتخاب کا اختیار سماج کے ایک جگہ اٹکے ہوئے حصے کو بخش دیا۔

V

ابھی انقلابی بحران گزر رہا تھا، عام رائے دہندگی کا حق ابھی واپس ہی لیا گیا تھا کہ اتنے میں قومی اسمبلی اور بوناپارٹ کے درمیان کش مکش پھر زور پکڑ گئی۔ آئین نے بوناپارٹ کی تنخواہ 6 لاکھ فرانک منظور کی تھی۔ مسند صدارت پر آئے ہوئے چھ مہینے گزرے ہوں گے کہ اس نے تنخواہ دوگنی کرا لی۔ کیوں کہ اودی لوں بارو نے آئین ساز اسمبلی سے یہ منظوری حاصل کر

لی کہ چھ لاکھ فرانک سالانہ نمائندگی کے خرچ کے نام پر بڑھا دیا جائے۔ 13 جون کے بعد سے بونا پارٹ اس قسم کی منظوری طلب کئے جا رہا تھا لیکن اس دفعہ بارو نے کچھ چوں چراں نہیں کی۔ اب 31 مئی کے بعد اس نے فوراً مناسب موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے وزیروں سے کہا کہ قومی اسمبلی میں 30 لاکھ کی رقم سٹاف کے خرچ کے لئے تجویز کریں۔ ایک زمانے تک قسمت آزمائی کے لئے بھٹکنے پھرنے سے اس کی وہ حس تیز ہو گئی تھی جو کمزور لمحہ سونگھ کر بتا دے کہ اب بورژوازی سے روپیہ اینٹھا جا سکتا ہے۔ بار بار اس نے دباؤ ڈال کر کام نکالا۔ قومی اسمبلی نے بونا پارٹ کی مدد سے اس مجرمانہ شرکت سے ہی عوام کے اقتدار اعلیٰ پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اس لئے اب وہ دھمکی دیتا تھا کہ یا تو تجوری کھول کر تیس لاکھ سالانہ میں میری خاموشی خریدو، ورنہ میں عوام کی عدالت میں اس جرم کا بھانڈا پھوڑتا ہوں۔ اسمبلی نے تیس لاکھ فرانسیسیوں کا حق رائے دہندگی مار لیا تھا، لہٰذا اب اس کی دھمکی یہ تھی کہ الیکشن کے دائرے سے باہر نکل والے ہر ایک فرانسیسی کے بدلے دائرے (گردش) میں رہنے والے ایک فرانک کا سودا کیا جائے، اس طرح تیس لاکھ بنتے ہیں وہ شخص جسے ساٹھ لاکھ آدمی نے چنا تھا اب ان ووٹوں کا ہرجانہ طلب کر رہا تھا جو ملنے تھے مگر نہیں ملے۔ قومی اسمبلی کے کمیشن نے اس گستاخ کا ہاتھ جھٹک دیا۔ بونا پارٹ کے حامی اخبار دھمکیوں پر اتر آئے۔ قومی اسمبلی کو اتنی ہمت کہاں تھی کہ ریپلک کے پریذیڈنٹ سے ایسے وقت میں رشتہ توڑ لیتی جب وہ اصولی طور پر قوم کے عام لوگوں سے بھی رشتہ توڑ بیٹھی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ اس نے سالانہ خرچ میں اضافہ نامنظور کر دیا لیکن ساتھ ہی اس بار کے لئے 21 لاکھ 60 ہزار الاؤنس کی منظوری بھی دے دی۔ چنانچہ ایک ہی ہاتھ میں اس نے دو دو کمزوریاں ظاہر کر دیں، ایک تو رقم کی منظوری دی، دوسرے اپنی ناگواری سے ظاہر کیا کہ مرضی کے خلاف یہ منظوری دی ہے۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ بونا پارٹ کو یہ رقم کس غرض سے درکار تھی۔ عام رائے دہندگی کا حق چھینے جانے کے فوراً بعد جو یہ بدمزگی کا تماشہ ہو گیا، جس میں بونا پارٹ نے مارچ اپریل کے بحران کے وقت اپنے مصالحت آمیز رویے کے بدلے اب ووٹروں کا حق مارنے والی پارلیمنٹ سے دھاندلی برتی، قومی اسمبلی نے اپنا اجلاس 11 اگست سے 11 نومبر تک تین مہینے کے لئے ملتوی کر دیا۔ اپنی جگہ کام کرنے کو 28 ممبروں کا ایک مستقل کمیشن بٹھا دیا جس میں بونا پارٹ کا ایک بھی حامی نہیں تھا بلکہ چند اعتدال پسند ریپبلکن شامل تھے۔ 1849 میں جب مستقل کمیشن بٹھایا گیا تو اس میں ضابطہ پارٹی نے خود کو انقلاب کا مستقل مخالف قرار دیا تھا۔ اس بار پارلیمنٹری ری پبلک نے پریذیڈنٹ سے اپنی مستقل مخالفت ظاہر کر دی۔ 31 مئی کے قانون کے بعد ضابطہ پارٹی کے سامنے بس یہی ایک حریف رہ گیا تھا۔

جب قومی اسمبلی کا اجلاس نومبر 1850 میں پھر شروع ہوا تو یہ معلوم ہونے لگا کہ اس معمولی چپقلش کے بجائے جو پریذیڈنٹ اور اسمبلی میں رہ چکی ہے، اب بڑے معرکے کا وقت آ گیا ہے اور دونوں طاقتوں میں وہ جی توڑ مقابلے ہو کر رہے گا جس کا خاتمہ موت پر ہوتا ہے۔ 1849 کی طرح اس بار بھی یہی ہوا کہ پارلیمنٹ کی سالانہ تعطیل کے زمانے میں ضابطہ پارٹی کی الگ الگ ٹکڑیوں میں بٹ گئی، ہر ایک اپنے بادشاہ کی بحالی کے لئے جوڑ توڑ کرنے لگی۔ لوئی فلپ کی موت نے جانشینی کے دعووں میں اور جان ڈال دی تھی۔ جائز وارث (legistimist) والے بادشاہ ہنری پنجم نے تو ایک وزارت بھی نامزد کر دی جو پیرس میں مقیم تھی اور اس میں مستقل کمیشن کے ممبروں کے لئے بھی جگہ رکھی گئی۔ بونا پارٹ کو یہ حق تھا کہ وہ دیہی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) کے دورے کرے، اور جس شہر کو وہ اپنی آمد کا شرف بخشے اس کے تیور دیکھتے ہوئے ڈھکے چھپے یا صاف لفظوں میں خود اپنی بحالی کے منصوبے، خود اپنے حق میں رائے حاصل کرنے کے مشورے زبان پر لائے۔ ان دوروں کے موقع پر، جنھیں سرکاری نقیب قسم کے اخبار "Moniteur" نے اور بونا پارٹ کے چھوٹے موٹے ذاتی اعلانچیوں نے شاندار شاہی جلوس کا لقب دے رکھا تھا، ہمیشہ "10 دسمبری سوسائٹی" کے ممبر سائے کی طرح ساتھ چلتے تھے۔ یہ سوسائٹی 1849 میں ابھری تھی۔ سماج کی بھلائی کرنے کے نام سے پیرس کے آوارہ گردوں کو اکٹھا کیا گیا تھا۔ ان خفیہ سوسائٹیوں کے سرغنہ بونا پارٹ کے ایجنٹ ہوتے تھے اور ان سب کا بڑا سالار ایک جنرل مقرر ہوا تھا۔ ایسے تھکے ہوئے شرابیوں کے ساتھ، جن کا نہ کوئی مستقل ٹھکانا ہوتا ہے، نہ اتہ پتہ، نہ آمدنی کا مستقل ذریعہ، بورژوازی کے گرے پڑے لوگوں کے ساتھ جو منچلے یا بگڑے دل ہو جاتے ہیں، اس سوسائٹی میں شہر کے آوارہ گرد، فوج سے نکلے ہوئے، پکے سزا یافتہ، بھاگے ہوئے تڑی پار، چور اچکے، جعل ساز موالی (92) جیب کترے، مداری، جواری، ڈیرہ دار، قحبہ خانے چلانے والے، سامان ڈھونے والے، قلم گھسیٹ، شعبدہ باز، کباڑی، دھار رکھنے والے، قلعی ساز، بھک منگے، غرض کہ وہ بہت سارے فالتو، بے سروپا لوگ جو حالات کے دھکے کھاتے پھرتے تھے اور جنھیں فرانسیسی لوگ la boheme (اوٹ پٹانگ) آبادی کہتے ہیں، وہ بھی اکٹھے ہو گئے۔ اپنے ان عزیزوں رشتہ داروں کو جوڑ کر بونا پارٹ نے 10 دسمبری سوسائٹی کی گٹھلی بنائی جو ''سماج کی بھلائی'' کی خدمت انجام دینے والی تھی۔ خود بونا پارٹ کے نمونے پر اس سوسائٹی کے سارے ممبر اسی فکر میں تھے کہ قوم کے محنت کشوں پر چاہے کیسی بھی گذرے اپنا بھلا کریں۔ یہی بونا پارٹ اصلی بونا پارٹ تھا جو صرف یہیں پر عوامی شکل میں ابھرتا پایا، جس نے سارے طبقوں کی ان کترنوں اور چیتھڑوں میں وہ طبقہ تلاش کر لیا جو بے حیل و حجت اس کا سہارا بنے، یہ تھا وہ بونا پارٹ اپنے اصلی روپ میں۔ وہ پرانا چال باز جسے پینے کی لت ہے، وہ قوموں کی تاریخی زندگی کو اور تاریخ کے شاندار نشیب و فراز کو بھی مسخرے پن کا کھیل سمجھا، بہت ہی گھٹیا سا کھیل۔ اس نے سوچا کہ وہ بھی ایک بہروپیا تماشا ہے جس میں زرق برق لباس، لفظوں اور سج دھج کا طمطراق ادنا درجے کی حرکتوں کے لئے ایک نقاب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اسٹراسبورگ کو اس کی سواری چلی تو سوئٹزرلینڈ کا یہ پالتو گدھ نپولین کے شاہین کی شان سے نکلا۔ بولون میں شان نزول یہ تھی کہ لندن کے کچھ حواریوں پر فرانسیسی وردی منڈھ دی گئی ___ یہ ہوئے فوج کی جگہ (93)۔ ''10 نمبری سوسائٹی'' میں اس نے کوئی دس ہزار پڑے پھرتے لوگ جوڑ رکھے تھے، جنھوں نے عوام کی خانہ پری کر دی، جیسے شیکسپیئر کے ڈرامے ''گرمیوں کی آدھی رات کا خواب'' میں نک بوٹم شیر بن بیٹھتا ہے۔ ایسے وقت جب کہ بورژوازی خود ہی کامیڈی دکھانے چلی تھی، البتہ وہ اس کھیل میں تھی نہایت سنجیدہ، کیونکہ اس نے فرانسیسی ڈرامے کے سارے آداب ملحوظ رکھے، کوئی قاعدہ نہیں توڑا، کچھ تو اسے دھوکا ہوا اور کچھ خود کو اس دھوکے میں رکھا کہ وہ اپنا پارٹ بڑی شان سے ادا کر رہی ہے، ___ ایسے میں ایک منچلا، جو کامیڈی کو محض کھیل تماشا سمجھ رہا تھا، ظاہر ہے کہ وہی فتح یاب ہوتا۔ دون کی لینے والے اپنے حریفوں کو ٹھکانے لگا لینے کے بعد، جب اس نے شہنشاہی کا جامہ سنجیدگی سے پہن لیا اور نپولین کا روپ دھار کر خود کو اصلی نپولین شمار کر لیا، تب جا کر وہ موقع آیا کہ اس نے دنیا کا جو تصور بنا رکھا تھا، خود اس کا شکار ہوا اور اچھا خاصا مسخرا نظر آنے لگا جو پوری دنیا کی تاریخ کو بھولے سے کامیڈی نہیں سمجھے بیٹھا تھا بلکہ اپنی

کامیڈی کو پوری دنیا کی تاریخ سمجھنے لگا تھا۔ اشتراکی مزدوروں کے لئے جو حیثیت نیشنل مستری خانوں کی تھی، بورژوائی ریپبلکنوں کے لئے جو حیثیت گشتی گارڈ کی تھی، وہی بوناپارٹ کے لئے ''10 نمبری سوسائیٹی'' کی تھی جسے اس نے اپنے ڈھب سے پارٹی کی جنگی طاقت شمار کیا تھا۔ جب وہ سفر پر نکلتا تو اس سوسائیٹی کے دستے ریلوے اسٹیشنوں پر چلتی پھرتی استقبالیہ کا کام دیتے، عوام کا ساجوش وخروش ظاہر کرتے، ''شہنشاہ زندہ باد!'' کے نعرے لگاتے، ریپبلکنوں کے ساتھ بدتمیزی اور مار پیٹ کرتے۔ ظاہر ہے کہ یہ حرکتیں پولیس کے سائے میں کی جاتی تھیں۔ جب پیرس کو واپسی ہوتی تو اسی سوسائیٹی کے لوگ پہلے سے ہراول دستے کا کام دیتے، اہتمام کرتے کہ کوئی مخالفانہ مظاہرہ نہ ہونے پائے اور اگر ہو تو اسے توڑ دیا جائے۔ ''10 نمبری سوسائیٹی'' اس کی جیب میں پڑی تھی، اس کی اپنی کرامات تھی، اس کے لئے اپنے خیال کی ایجاد۔ باقی جس چیز پر بھی اس نے ہاتھ صاف کیا یا اس کے ہاتھ آیا وہ سب حالات کی دین تھی؛ باقی جو کچھ کیا وہ سب ماحول یا حالات نے کر کے دیا؛ یا پھر وہ بھی دوسروں کو کرتے دیکھ کر صرف نقل کرنے سے مطمئن ہو گیا۔ بہرحال اس نے برسرعام لب ولہجہ میں نظم وضبط کے متعلق، مذہب، خاندان، نجی ملکیت کے متعلق زبان کھولی اور اندر سے ڈاکوؤں کی اس ٹولی پر تکیہ کیا، جو بے ضابطگی، چوری اور چھنال پن کی سوسائٹی تھی۔ یہاں بوناپارٹ کا جواب نہیں تھا اور "10 دسمبری سوسائٹی" کی تاریخ خود اس بوناپارٹ کی اپنی تاریخ تھی۔ انہونی بات یہاں تک پہنچی کہ "10 دسمبری سوسائٹی" کی لاٹھیاں برسیں اور ضابطہ پارٹی کے کئی پارلیمنٹری ممبر چوٹ کھا کر گرے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ: پولیس کمشنر یوں جنہیں قومی اسمبلی کی حفاظت کی ذمہ داری سپرد تھی، مستقل کمیشن تک آلے نام کے کسی شخص کی پہنچائی ہوئی اطلاع پر یہ خبر لے کر پہنچا کہ "10 دسمبری سوسائٹی" کے ایک جتھے نے جنرل شنگارنیے اور قومی اسمبلی کے صدر دوپن کو جان سے مار ڈالنے کا فیصلہ کیا ہے اس منصوبے کو عمل میں لانے کے لئے آدمی بھی لگا دیئے ہیں۔ تصور کیا جا سکتا ہے کہ دوپن کتنا سہم گیا ہوگا۔ "10 دسمبری سوسائٹی" کی پارلیمنٹری تحقیقات، یا یوں کہیے کہ بوناپارٹ کی خفیہ دنیا کو بے نقاب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ ابھی قومی اسمبلی کا اجلاس کھلنے والا تھا کہ بوناپارٹ نے احتیاط کے مدنظر اپنی یہ سوسائٹی توڑ دی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ یہ کاغذی کارروائی ہوگی کیوں کہ ایک زمانے بعد 1851 کے آخر میں پولیس پریفیکٹ کارلے نے اپنی تحریری یادداشت میں اسے پھر آمادہ کرنے کی ناکام کوشش کی کہ وہ "10 دسمبری سوسائٹی" کو واقعی توڑ دے۔

"10 دسمبری سوسائٹی" بوناپارٹ کی ذاتی فوج کا کام اس وقت تک دیتی رہی جب تک وہ سرکاری فوج کو "10 دسمبری سوسائٹی" بنا دینے میں کامیاب نہیں ہو گیا۔ بوناپارٹ نے پہلی کوشش تو قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی ہوتے ہی کی اور وہ بھی اس رقم سے جو اسمبلی سے وصول کی گئی تھی۔ جبری عقیدے والوں کی طرح اسے بھی یہ اعتقاد ہے کہ بعض ایسی اوپری طاقتوں کا وجود ہے جن کے سامنے ٹھہرنا انسان، خاص کر فوج کے بس کی بات نہیں۔ ان طاقتوں میں اول تو اس کے نزدیک سگار اور شمپیئن ہے، پھر ٹھنڈی مرغی اور لہسن کے ساتھ سوکھے گوشت سے نوازنے لگا۔ تیسرے اکتوبر کو سین مورے کی معائنہ پریڈ کے وقت فوجیوں پر دعوت کی یہ ترکیب آزمائی اور پھر 10 اکتوبر کو اور بھی بڑے پیمانے پر ستوری کے معائنے کے موقع پر دعوت دے ڈالی۔ بچا جان (نپولین بوناپارٹ) کو ایشیا میں سکندر اعظم کی یلغار کی یاد ستاتی تھی، بھتیجے کو اسی ملک کے اندر واکھ (bacchus) کا فاتحانہ جلوس یاد آیا۔ سکندر اعظم تو، واقعہ یہ ہے کہ آدھا ہی خدا تھا لیکن واکھ پورم پور خدا نکلا، اوپر سے "10 دسمبری سوسائٹی" کا خداوند کریم بھی۔

جب تیسری اکتوبر کی پریڈ ختم ہوئی تو مستقل کمیشن نے وزیر جنگ دی اپول سے جواب طلب کیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ ایسی ضابطہ شکنی نہیں ہونے پائے گی۔ سب جانتے ہیں کہ دی اپول کے اس وعدے کو بوناپارٹ نے 10 اکتوبر کو کیسے پورا کیا۔ دونوں معائنوں پر پیرس چھاؤنی کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے جنرل شگارنیئے کمان کر رہا تھا۔ وہ بذات خود مستقل کمیشن کا ممبر بھی تھا، نیشنل گارڈ کا افسر اعلا بھی، 29 جنوری اور 13 جون کی آفت سے "بچانے والا" بھی، "سماج کا مضبوط پشتہ" ریپبلک کی صدارت کے لیے ضابطہ پارٹی کا امیدوار، دو بادشاہوں کا راج گرو سمجھا جانے والا، جس نے ابھی تک خود کو وزیر جنگ کا ماتحت نہیں مانا تھا، ہمیشہ کھلے عام ریپبلکن آئین کا مذاق اڑایا کرتا، بوناپارٹ کے ساتھ لگا رہتا تھا کچھ اس شان سے، گویا اسے اپنی سرپرستی میں لئے ہوئے ہے۔ اب وہ ایک دم بھڑک اٹھا کہ وزیر جنگ کے مقابلے پر ڈسپلن کی اور بوناپارٹ کے مقابلے پر آئین کی حفاظت کرے گا۔ جب 10 اکتوبر کو سواروں کے ایک حصے سے نعرے بلند ہوئے:

"نپولین زندہ باد؛ سوکھا گوشت زندہ باد"

جنرل شنگارنیئے نے ایسا بندوبست کیا کہ کم از کم پیدل فوج جو اس کے دوست نئے میئر کی کمان میں پریڈ کرتے ہوئے نکلے، وہ اپنے ہونٹوں پر مہر خاموشی لگائے ہوئے گزرے۔ وزیر جنگ نے بوناپارٹ کے ایما سے سزا کے طور پر، جنرل نئے میئر کو پیرس کی کمان سے ہٹا دیا اور عذر یہ کیا کہ اسے چودھویں اور پندرھویں فوجی ڈویژن کا کمانڈر بنا کر بھیجنا ہے۔ جنرل نئے میئر نے اس تبادلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسی وجہ سے استعفیٰ دینا پڑا۔ شنگارنیئے نے اپنی طرف سے دوسری نومبر کو حکم جاری کیا کہ صف بندی کی حالت میں جوج کی طرف سے کسی قسم کے سیاسی نعرے نہ لگائے جائیں اور مظاہرے نہ کئے جائیں۔ ‌یلی سے ئی کے اخباروں (94) نے شنگارنیئے پر حملہ کیا، ضابطہ پارٹی کے اخباروں نے بوناپارٹ کو نشانہ بنایا۔ مستقل کمیشن نے بار بار بند نشستیں کیں جن میں کئی دفعہ یہ تجویز آئی کہ ملک میں خطرے کی حالت کا اعلان کر دیا جائے۔ نظر آ رہا تھا کہ فوج دو مخالف کیمپوں میں بٹی ہوئی ہے، اور ان دونوں کے جنرل اسٹاف بھی آمنے سامنے کھڑے ہیں، ایک کی بیٹھک بوناپارٹ کی قیام گاہ ایلی سے ئی محل میں ہوتی ہے اور دوسرے کی تویلری میں، جہاں شنگارنیئے رہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتے ہی جنگی کارروائی کا بگل بجے گا۔ فرانسیسی پبلک بوناپارٹ اور شنگارنیئے کے درمیان اس تناتنی کو ٹھیک اسی طرح دیکھ رہی تھی جیسے ایک انگریز اخبار نویس نے صورت حال کا ان لفظوں میں جائزہ لیا تھا:

"فرانس کی سیاسی مامائیں انقلاب کے دہکتے ہوئے لاوے کو پرانے جھاڑوؤں سے صاف کر رہی ہیں اور صفائی کرتے میں ایک دوسرے کو گالی کوسنے بھی دیتی جاتی ہیں۔"

اتنے میں بوناپارٹ نے لگے ہاتھوں وزیر جنگ سے استعفیٰ لے لیا اور اسے الجیریا چلتا کیا۔ اس کی جگہ جنرل شرام کو وزیر جنگ مقرر کر دیا۔ 12 نومبر کو اس نے قومی اسمبلی کے نام

ایک پیغام بھیجا جس میں امریکی انداز کا طول کلام، چھوٹی تفصیلوں پر بے ضرورت زور، ضابطے کی خوشبو، صلح صفائی کی تمنا، آئین کی فرمانبرداری کی لہر، اور بہت سی باتوں کے بارے میں قطعی دوٹوک باتیں، سبھی کچھ بھرا تھا، صرف ایک کسر تھی کہ موجودہ لمحے کے کڑے سوالوں کا کہیں ذکر نہ تھا۔ بظاہر جملہ معترضہ کے طور پر یہ جتایا گیا کہ آئین کے لفظ و معنی کے مطابق فوج کے بندوبست کا معاملہ تنہا پریسیڈنٹ کے اختیارات میں آتا ہے۔ پیغام ان عالی شان پر تکلف الفاظ پر آ کر ختم ہوا:

"فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے... میں بذات خود حلف کا پابند رہ کر انہی تنگ حدود میں رہوں گا جو حلف نامے نے مقرر کی ہیں.... جہاں تک میرا تعلق ہے، لوگوں نے مجھے منتخب کیا ہے اور میرے اختیارات محض انہی کی دین ہیں۔ وہ اپنے منشا کا جو بھی قانونی اظہار کریں گے، میں ہمیشہ اس کی تعمیل کروں گا۔ اگر آپ اس اجلاس میں آئین پر نظر ثانی کا فیصلہ کریں تو اس صورت میں آئین ساز اسمبلی انتظامیہ کے معاملات کو بھی معمول پر لے آئی گی۔ اگر آپ یہ فیصلہ نہ کریں تو 1852 میں لوگ خود آن بان کے ساتھ اپنے فیصلے کا اعلان کر دیں گے۔ بہر حال مستقبل میں جو بھی حل نکلتا ہو، آئی فی الحال اس پر مہر توثیق ثبت کریں کہ جوش جذبات میں، بے خبری میں اور زبردستی سے ایک عظیم قوم کی قسمت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا .... میری نظر سب سے مقدم اس امر پر نہیں کہ 1852 میں فرانس کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہوگی، بلکہ اس امر پر مرکوز ہے کہ جو مہلت مجھے میسر ہے اس کو یوں استعمال کروں کہ یہ عبوری مدت اضطراب اور ہنگامہ خیزی سے پاک رہے۔ میں نے نہایت خلوص کے ساتھ آپ کے روبرو اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے۔ آپ میری صاف گوئی کا جواب اپنے اعتماد سے اور خیر اندیشی کا جواب اپنے تعاون سے دیجئے، باقی امور ہم خدا کے سپرد کر دیں۔"

بورژوازی کی شریفانہ، مصلحت آمیز، اور بدنیتی کے ساتھ سپاٹ زبان اپنی گہری معنویت کو ایک ایسے شخص کی زبانی ظاہر کر رہی ہے جو "10 دسمبری سوسائٹی" کا مختار کل ہے اور سین مورے اور ستوری کے تفریحی پروگراموں کا ہیرو۔

ضابطہ پارٹی کے چودھری دم بھر کے لئے بھی نہیں چکرائے کہ یہ دل کھول کر رکھنا کس قسم کے اعتبار کا مستحق ہے۔ حلف اور حلف نامے کے حقیقت بھی ان پر ایک زمانے سے آشکار تھی۔ خود انہی کے درمیان ایسے ایسے جغادری پڑے ہوئے تھے جو سیاسی توبہ شکنی میں نام کما چکے تھے۔ البتہ فوج کے بارے میں جو ذکر تھا وہ ان کی نظر سے نہیں چوکا۔ انہوں نے ناپسندیدگی کے ساتھ یہ بات نوٹ کی کہ یہ پیغام جس میں تھوڑے دنوں پہلے کے پاس کئے ہوئے قانونوں کا تفصیلی تذکرہ ہے، جان بوجھ کر ان میں سب سے اہم قانون، انتخابی قانون کا ذکر کترا گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہ اگر آئین پر نظر ثانی سے انکار رہا تو 1852 میں پریزیڈنٹ کے انتخاب کا معاملہ لوگوں کے ہاتھ میں رہنے دیا گیا ہے۔ انتخابی قانون سیسے کا گولا تھا جو ضابطہ پارٹی کے پیروں میں باندھ دیا گیا ہے، اب چلنا تو دشوار تھا ہی، تیزی سے جھپٹنے میں اور بھی مشکل ہوگی۔ پھر یہ بھی کہ "10 دسمبری سوسائٹی" کو سرکاری طور پر توڑ کر اور وزیر جنگ دی اپول کو برطرف کر کے بوناپارٹ نے ملک کی قربان گاہ پر اپنے ہاتھ سے قربانی کے بکرے چڑھا دئے تھے۔ آنے والے مقابلے کی دھار اس نے خود ہی کند کر دی تھی۔ ادھر ضابطہ پارٹی کو بھی فکر تھی کہ انتظامیہ طاقت سے فیصلہ کن ٹکراؤ حتی الامکان ٹالا جائے، نظر انداز کیا جائے، اس کی شدت کم کر دی جائے۔ کہیں انقلاب پر پائی ہوئی فتح اس کے ہاتھ سے نکل نے جائے۔ اس ڈر سے ضابطہ پارٹی نے اپنے فریق مخالف کو ہی پھل بٹورنے کا موقع دے دیا۔ "فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے۔" فروری 1848 کے بعد سے یہی بات ضابطہ پارٹی انقلاب کو پکار پکار کر سنا رہی تھی، اور اب یہی بات بوناپارٹ نے پکار کر اس پارٹی کو سنا دی۔ ''فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے''۔ بوناپارٹ نے ایسی حرکتیں کی تھیں جن کا مقصد تھا طاقت دبا بیٹھنا، اب اگر ضابطہ پارٹی ان حرکتوں پر چیخ پکار کرتی اور ان کے بخیے ادھیڑتی تو وہ ''بے چینی'' پھیلانے کی مجرم شمار ہوتی۔ ستوری کی دعوت کا سوکھا گوشت مچھلیوں کی طرح چپ سادھے رہتا بشرطیکہ اس کا ذکر زبانوں پر نہ آتا۔ ''فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے''۔ اسی لئے بوناپارٹ نے تقاضا کیا کہ اسے خاموشی سے اپنا کام کرنے دیا جائے۔ پارلیمنٹ میں جو پارٹی بیٹھی تھی اسے دوہرے خوف نے سہار رکھا تھا__ ایک تو یہ کہ اگر کچھ کیا تو انقلابی ہلچل پھیل جائے گی، دوسرے یہ کہ کل کو خود اپنا ہی طبقہ، بورژوا طبقہ اسے بے چینی پھیلانے کا قصوروار ٹھہرائے گا۔ فرانس کو چونکہ سب سے مقدم ضرورت تھی امن سکون کی، تو ضابطہ پارٹی میں اتنی جرأت کہاں کہ بوناپارٹ کے پیغام کی ''مصالحت'' کا جواب ''جنگ'' سے دیتی۔ پبلک جو آس لگائے بیٹھی تھی کہ قومی اسمبلی کا اجلاس کھلتے ہی کوئی بڑا معرکہ پیش آنے والا ہے، وہ دھوکا کھا گئی۔ حزب مخالف کے نمائندوں نے سوال اٹھایا کہ مستقل کمیشن اکتوبر کے واقعات کے سلسلے میں اپنی پوزیشن صاف کرے، تو ان کی تجویز اکثریت رائے سے پٹ گئی۔ قومی اسمبلی ان تمام بحث طلب معاملات سے دامن بچانے کا اصول برت رہی تھی جن سے شعلہ اٹھنے کا اندیشہ تھا۔ غرض یہ کہ نومبر دسمبر 1850 میں اسمبلی کے اجلاس کی کاروائی بالکل پھیکی رہ گئی۔

آخر، دسمبر کے ختم ہوتے ہوتے پارلیمنٹ کے کئی خصوصی اختیارات (perogatives) پر ڈھکی چھپی لڑائی چلی۔ دونوں طاقتوں کے خصوصی اختیارات کے سلسلے میں یہ جھگڑا معمولی چپقلش تک آ کر رہ گیا کیونکہ بورژوازی نے عام رائے دہندگی کا حق مٹا کر طبقاتی جدوجہد کا مسئلہ پہلے ہی ٹھنڈا کر دیا تھا۔

پارلیمنٹ کے ایک نمائندہ ممبر مُوگن پر قرض کے سلسلے میں مقدمہ چلا اور سزا سنا دی گئی۔ عدالت کے صدر کے سوال پر وزیر انصاف روئے (Ruher) نے کھلے لفظوں میں کہا کہ بغیر کسی رسمی تکلف کے مقروض کی گرفتاری کا حکم جاری ہونا چاہئے۔ اس پر مُوگن کو گرفتار کر کے قرضداروں کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ قومی اسمبلی کو جب پتہ چلا کہ پارلیمنٹ کے ممبر کی محفوظ حیثیت پر یوں ہاتھ ڈالا گیا ہے تو وہ بھڑک اٹھی۔ اس نے نہ صرف یہ قرار دیا کہ گرفتار شدہ ممبر کو فوراً رہا کیا جائے بلکہ اسی شام اپنے کلرکی اسٹاف کی مدد سے اسے زبردستی کلیشی سے چھڑا بھی لیا۔ مگر دوسری طرف سے، نجی ملکیت کے تقدس پر اپنا اعتقاد جتانے کے لئے اور دماغ میں پڑے ہوئے اس خیال سے کہ کیا خبر، ان شوریدہ سر ''مونٹین'' والوں کو ایک احاطے میں بند کر کے رکھنے کی ضرورت پڑ جائے اس لئے یہ احاطہ بھی تیار رہنا چاہئے، اسمبلی نے قرضے چڑھنے کی صورت میں پارلیمینٹ کے ممبروں کو گرفتاری منظور کر دی۔ بشرطیکہ پہلے سے اسمبلی کی منظوری حاصل کر لی گئی ہو۔ یہاں اسمبلی یہ فرمان نکالنا بھول گئی کہ ریپبلک کے صدر کو بھی قرض کے قصور میں جیل میں بند کیا جا سکتا ہے۔ اسمبلی کے ممبروں پر ہاتھ نہ ڈالنے کی جو ہلکی سی روک باقی تھی،

وہ بھی اسمبلی نے صاف کر دی۔

جیسا کہ ذکر آچکا ہے پولیس کمشنر یون آلے نام کے کسی شخص کی اطلاع پر یہ خبر لایا کہ ''10 دسمبر سوسائیٹی'' کے ایک جتھے نے دوپن اور شنگا یئے کے قتل کی سوچی ہے۔اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسمبلی کے پہلے ہی اجلاس میں کوئسٹروں نے تجویز پیش کی کہ پارلیمنٹ کی ایک اسپیشل پولیس بنائی جائے،جس کا سارا خرچ قومی سمبلی کے بجٹ سے دیا جائے اور جو پولیس پریفیکٹ کے قطعی ماتحت نہ ہو۔وزیر داخلہ بروش نے احتجاج کیا کہ یہ اس کے اختیارات کی حدود میں دخل اندازی ہے۔تب ایک مجہول سمجھوتے کی راہ نکالی گئی۔سمجھوتے سے طے پایا کہ پارلیمنٹ کا پولیس کمشنر اگچہ پارلیمنٹ کے بجٹ سے تنخواہ وغیرہ لے گا اور پارلیمنٹ کے کوئسٹروں کو ہی اس کی تقرری اور برطرفی کا اختیار رہے گا،تاہم وزیر داخلہ کا مشورہ اور مرضی حاصل کرنا پہلے لازم ہوگا۔اس عرصے میں آلے کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی گئی اور یہاں بغیر کسی دقت کے یہ بات بنادی گئی کہ وہ اطلاع محض من گھڑت تھی،وکیل سرکار نے اطلاع کو من گھڑت دکھاتے ہوئے دوپن اور شنگا رنیئے،یون اور پوری قومی اسمبلی کا خوب مذاق اڑایا۔بعد میں 29 دسمبر کو وزیر داخلہ بروش نے دوبن کو خط لکھا کہ پولیس کمشنریوں کو برطرف کیا جائے۔قومی اسمبلی کے بیورو نے فیصلہ کیا کہ یون اپنے عہدے پر رہے۔لیکن خود اسمبلی مئوگن کے معاملے میں جوز بردستی سے کام لے چکی تی،اس سے ڈری ہوئی تھی کیونکہ جب بھی اسمبلی نے انتظامیہ طاقت پر ایک چوٹ لگائی جواب میں دو چوٹیں کھائیں،اس ڈر سے اسمبلی نے اپنے بورو کی تجویز پر تصدیق کی مہر نہیں لگائی۔یون نے جی لگا کر جو خدمت انجام دی تھی،اس کے انعام میں اسمبلی نے اس کا استعفیٰ طلب کر لیا اور خود کو پارلیمنٹ کے خصوصی اختیارات سے محروم کر لیا۔حالانکہ یہ نہایت لازمی تھا ایسے وقت میں جب کام اس آدمی سے آ پڑا ہو جو رات کو سوچنے اور دن کو تعمیل کرنے والا نہیں تھا،بلکہ دن کو سوچتا اور رات کو اپنے منصوبے کی تعمیل کیا کرتا۔

ہم نے دیکھ لیا کہ قومی اسمبلی پورے نومبر دسمبر کے دوران انتظامیہ طاقت کے ساتھ ٹکر لینے سے کیسے کتراتی رہی اور ہر ممکن حیلے سے احتیاط برتتی رہی،حالانکہ اس کی گہری،گھمبیر اور ٹھوس وجوہات موجود تھیں۔اب دیکھئے کہ بعد میں چھوٹے موٹے سوالوں پر اسے کس طرح انتظامیہ طاقت سے ٹکر لینی پڑی۔مئوگن کے معاملے پر اسمبلی نے اصولی طور پر اجازت دے دی کہ قرضہ ادا نہ ہونے پر نمائندہ ممبروں کو گرفتار کیا جاسکتا ہے،البتہ اتنا حق اپنے ہاتھ میں رکھا کہ یہ اصول انہی ممبروں پر لاگو کیا جائے جو نظر میں چبھتے ہوں اور صرف اتنے سے شرمناک حق کو ہاتھ میں رکھنے کی خاطر وزیر عدالت سے بھی بیر مول لے لیا۔بجائے اس کے کہ قاتلانہ حملے کی تیاریوں کی اطلاع سے فائدہ اٹھا کر یہ مانگ کی جاتی کہ " 10 نمبر سوسائیٹی" کی سرگرمیوں کی تحقیقات کی جائے اور بالآخر بونا پارٹ کو فرانس اور یورپ کی نظروں کے سامنے بے نقاب کر دیا جائے،اس کا اصلی روپ دکھا دیا جائے کہ یہی شخص پیرس کے آوارہ گردوں کی ٹولی کا سرغنہ ہے،قومی اسمبلی وزیر داخلہ سے اس نقطے پر الجھ پڑی کہ پولیس کمشنر کی تقرری اور برطرفی کا اختیار کس کے ہاتھ میں رہے گا۔اس طرح سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ضابطہ پارٹی نے اس تمام مدت میں اپنی دوغلی پوزیشن سے مجبور ہو کر،اس لڑائی کو جو انتظامیہ طاقت سے لڑنی تھی،بے حیثیت کر لیا،اور اسے معمولی عدالتی داؤ پیچ میں بدل ڈالا،گھٹیا قسم کے الجھاوؤں میں،قانونی موشگافیوں میں،اختیارات کے دائرے کی بحثوں میں پھنسا کر رکھ دیا اور اپنی سرگرمی کا مطلب لے دے کے یہ ظاہر کیا کہ خالی خولی لفظی ہیر پھیر ہے اور کچھ نہیں۔ضابطہ پارٹی کو اتنی ہمت نہیں کہ اس وقت میدان میں اترے جب کسی اصول کی خاطر جنگ ٹھنی ہو،جب انتظامیہ طاقت مشکل میں پھنسی ہو اور جب قومی اسمبلی کا معاملہ پوری قوم کا معاملہ بنا ہوا ہو۔ضابطہ پارٹی اگر قدم اٹھا لیتی تو پوری قوم کو قدم اٹھانے کا سگنل مل جاتا مگر وہ کسی بات سے اتنا نہیں ڈرتی جتنا قوم کو حرکت میں لانے سے ڈرتی ہے۔اسی لئے ایسے موقعوں پر وہ ''مونٹین'' پارٹی کی تجویزوں کو رد کرتی رہی،اور صرف معمول کی مصروفیتوں میں لگی رہی۔جب ضابطہ پارٹی بڑے پیانے کی جدوجہد سے انکار کر چکی تو انتظامیہ طاقت نے نہایت اطمینان سے اس آنے والے لمحے کا انتظار کیا کہ وہ پھر چھوٹے اور معمولی حیثیت کے سوال اٹھائے اور یوں کہنا چاہئے کہ کشمکش پارلیمنٹری یا محض مقامی دلچسپی کی ہو کر رہ جائے۔تب پھر ضابطہ پارٹی کے دل کا غبار شدت سے اٹھے،تب وہ اصلی منظر پر سے پردہ کھینچے،صدر کا بہروپ چاک کرے،ریپبلک کے خطرے میں ہونے کا اعلان کرے،مگر تب تک زور باندھنے کا کوئی حاصل نہ رہ جائے گا،مقابلے کے لئے اٹھنے کی وجہ یا تو محض بہانہ نظر آئے گی یا یوں ہی اس کا قابل نہ ہوگی کہ اس کی خاطر مقابلہ کیا جائے۔پارلیمنٹ کے اندر کا ہنگامہ پیالے میں پانی کا طوفان ہوتا ہے،یہ مقابلہ صرف جوڑ توڑ،داؤ پیچ،اور الزام تراشی کا مقابلہ رہ جاتا ہے۔اور ایسے وقت میں جب انقلابی طبقے قومی اسمبلی کی گراوٹ ہنسی کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔کیونکہ وہ بھی اپنی باری کو پارلیمنٹ کے خصوصی اختیارات اتنے ہی عزیز ہوتے ہیں جتنی عزیز قومی اسمبلی کو سماجی آزادیاں ہوتی ہیں،تب بورژوازی جو پارلیمنٹ کے باہر ہے اسے کیا معلوم کہ پارلیمنٹ کے اندر پہنچنے والی بورژوازی کس طرح بہت چھوٹی موٹی پنجہ کشی پر وقت ضائع کرتی ہے اور پریذیڈنٹ سے رقابت کی معمولی چھین جھپٹ میں سارا امن وسکون خطرے میں ڈال دیتی ہے۔وہ ایسی چال کے چکر میں آجاتی ہے جس کی غرض یہ ہے کہ امن کا عہدنامہ کیا جائے،ایسے وقت جب جنگ چھڑنے کی سب کو امید ہو اور حملہ شروع کیا جائے ایسے وقت جب ہر طرف لوگ سوچ رہے ہوں کہ امن کا عہدنامہ ہو گیا۔

20 دسمبر کو پاسکل دو پرانے وزیر داخلہ سے سونے کی سلاخوں کی لاٹری پر سوال جواب کیا۔یہ لاٹری کیا تھی،دخترِ جنت (daughter of elysium) (95)۔بونا پارٹ نے اپنے حواریوں کی شرکت سے یہ تحفہ دنیا کو بخشا اور پولیس پریفکٹ کارلے نے اُسے خاص اپنی سرکاری سرپرستی میں لے لیا،حالانکہ فرانس کے قوانین کسی قسم کی لاٹری کی اجازت نہیں دیتے،سوائے ایسی لاٹریوں کے جو خیراتی کاموں کے لئے جاری کی جائیں۔ایک فرانک فی ٹکٹ کے حساب سے 70 لاکھ ٹکٹ جاری کئے گئے۔اور ظاہر یہ کیا گیا کہ اس رقم سے پیرس کے سیلانی لوگوں کو کیلیفورنیا بھیجنے کا انتظام کیا جائے گا۔ایک طرح سے غرض یہ تھی کہ سنہرے خواب دکھا کر پیرس کے پرولتاریہ کے دماغ سے اشترا کی خواب نکالے جائیں،محنت کے حق کا کلمہ پڑھنا بھول کر وہ بڑے انعام جیتنے کے چکر میں پڑ جائیں۔ظاہر بات ہے کہ پیرس کے مزدور کیلیفورنیا کے سونے کی چمکتی ہوئی سلاخوں کے پھیر میں آئے تو ان معمولی فرانکوں کا ہوش نہیں رہا جو ان کی جیبوں سے کھسکا لیے گئے تھے۔غرض کہ یہ سارا لاٹری کا دھندہ محض چال بازی تھی وہ سیلانی جو پیرس سے باہر گئے بغیر کیلیفورنیا کی سونے کی کانیں کھودنے چلے تھے،وہ خود

بونا پارٹ تھا اور قرضوں میں دبے ہوئے اُس کے حواری۔ قومی اسمبلی کے ووٹ سے جو تیس لاکھ فرانک ملے تھے وہ سب اندھا دھند خرچ ہو چکے تھے اور ان ضرورت تھی کہ خالی تجوری بھرنے کی کوئی سبیل کی جائے۔ بونا پارٹ نے ایک ناکام کوشش کی کہ تعمیری کام اٹھایا جائے۔ نئی cites ouvrieres (مزدور بستیوں) کی تعمیر کے نام سے اُس نے قومی فنڈ کھولا اور بڑی رقم کا چندا دینے کے لیے سرِ فہرست اپنا نام لکھوایا۔ سنگدل پیسے والوں نے بے اعتباری سے اُس دن کا انتظار کیا جب وہ اپنے چندے کی رقم ادا کرتے مگر وہ رقم کہاں آنی تھی، نتیجہ یہ کہ اشترا کی ہوائی قلعے بنانے کا جو ڈول ڈالا تھا وہ غبارے کی طرح پھٹ گیا۔ تعمیری منصوبہ غارت ہو گیا، مگر سونے کی سلاخوں نے خوب کمائی کی۔ بونا پارٹ اور اس کے مشیر کاروں کی صرف اتنے میں تسلی نہ ہوئی کہ 70 لاکھ فرانک میں سے جو رقم جیتنے والے ٹکٹوں کے انعام میں نکل جائے، اس سے اوپر آئی ہوئی رقم اپنی جیب میں ڈال لیں: انہوں نے جو لی ٹکٹ نکال دیے، ایک ہی نمبر کے دس، پندرہ بلکہ بعض تو بیس بیس ٹکٹ نکل آئے ــــ یہ "10 دسمبری سوسائٹی" کی قسم کا مالی نسخہ تھا۔ اس بار قومی اسمبلی کو رپبلک کے کسی فرضی پریزیڈنٹ سے واسطہ نہ تھا، بلکہ اُس کا سامنا ہوا تھا سچ مچ کے ٹھوس بونا پارٹ سے۔ وہ پریزیڈنٹ کو ٹھیک جائے واردات پر پکڑ سکتی تھی، واردات کوئی آئین کے خلاف نہیں، بلکہ صاف صاف خیانتِ مجرمانہ۔ اگر دو پرا کے سوال جواب پر اسمبلی کان دبا کر معمول کے کام نمٹانے میں لگی رہی تو اس کا سبب محض یہی نہ تھا کہ ژاراردین نے جو تجویز رکھی کہ اسمبلی اپنے "اطمینان" کا اظہار کر دے تو اس پر ضابطہ پارٹی کو خود ایک باقائدگی سے بے ایمانی کرنے کا خیال آ گیا۔ بورژوا خاص کر وہ بورژوا جو اسٹیٹ کے گھوڑے پر سوار ہو، عملی معاملات میں اپنے نیچ پن کو خیالات ونظریات کی بلند آہنگی سے بھر دیتا ہے۔ مدبر کی حیثیت میں وہ اپنے مقابل کی سرکاری طاقت کی طرح ایک بلند برتر ہستی بن بیٹھتا ہے جس سے لڑنا ہو تو اسی بلند و برتر سطح پر، اسی آن بان کے ساتھ لڑا جا سکتا ہے۔

بونا پارٹ جو ایک بے حیثیت آدمی تھا، ایک شاہانہ آوارہ گرد تھا، اسے چال باز بورژوازی کے مقابلے میں یہ جیت ضرور تھی کہ وہ کشمکش ہونے پر گرے ہوئے حربے اختیار کر سکتا تھا۔ اب اس نے دیکھ لیا کہ جب خود قومی اسمبلی ہی پھسلواں زمین سے گزر جانے میں ہاتھ تھام کر سہارا دے رہی ہے، فوجی دعوتوں اور پریڈوں کے معاملے میں، "10 دسمبر سوسائٹی" کے معاملے میں اور آخر میں اس خیانت مجرمانہ کے سلسلے میں جب اسمبلی نے خود اسے رپٹنے سے بچا لیا تو وقت آ گیا ہے کہ وہ ظاہر بچاؤ کرنے کے بجائے حملہ کر بیٹھے۔ اس عرصے میں جو چھوٹی چھوٹی شکستیں وزیرِ انصاف، وزیرِ جنگ، وزیرِ بحریہ، وزیرِ مالیات کو پارلیمنٹ کے مقابلے میں ہوئی تھیں وہ ان سے کچھ شکستہ خاطر نہیں تھا، ان موقعوں پر قومی اسمبلی صرف ناگواری ظاہر کر کے رہ گئی تھی۔ بونا پارٹ نے نہ صرف یہ کہ وزیروں کو استعفیٰ دینے سے روکا، ایسا ہوتا تو پارلیمنٹ کے سامنے انتظامیہ کی حیثیت دب جاتی، بلکہ وہ کام جو قومی اسمبلی کی تعطیل کے دنوں میں اٹھایا تھا، اب اس کی تکمیل کے لئے میدان صاف پایا، یعنی فوجی طاقت کو پارلیمنٹ سے کاٹ دیا جائے: اس نے شنگارنیے کو برطرف کر دیا۔

یلی سے ئی کے ای اخبار نے یہ عبارت شائع کی کہ گویا مئی مہینے میں پہلی فوجی ڈویژن کو ایک حکم جاری کیا گیا تھا۔ اور یہ ہے وہ حکم جو شنگارنیے کی طرف سے افسروں کے نام جاری کیا گیا کہ اگر بغاوت ہو جائے تو اپنی صفوں کے اندر جس کو ٹوٹتا دیکھیں، فوراً گولی سے اڑا دیں۔ اور اگر قومی اسمبلی فوج طلب کرے تو کمک نہ بھیجی جائے۔ 3 جنوری 1851 کو مجلس وزارت سے اس حکم پر جرح کی گئی تو اول اس نے معاملے کی چھان بین کے لئے تین مہینے کی مہلت مانگی، پھر ایک ہفتہ، آخر میں صرف 24 گھنٹے رہ گئے۔ اسمبلی نے اصرار کیا کہ فوراً پورے معاملے کی وضاحت پیش کی جائے۔ شنگارنیے اٹھ کر اعلان کرتا ہے کہ اس قسم کا کوئی حکم کبھی جاری نہیں ہوا۔ وہ اتنا اور بڑھا دیتا ہے کہ قومی اسمبلی کا ہر ایک تقاضا پورا کیا جائے گا اور اگر کوئی ٹکراؤ کا وقت آیا تو ہمیشہ وہ اسے اپنے ساتھ پائے گی۔ قومی اسمبلی اس اعلان کو تالیوں کے گونج میں قبول کرتی ہے اور ووٹوں سے شنگارنیے پر اپنا اعتماد ظاہر کرتی ہے۔ خود کو جنرل کی ذاتی سرپرستی کے سپرد کر کے اسمبلی اپنے اختیارات سے دست برداری، اپنی ذات سے بے بسی، اور فوج کے ہاتھ اختیار کل لکھ دیتی ہے۔ لیکن جنرل غلطی پر تھا کہ بونا پارٹ کے مقابلے میں اسی طاقت کو پارلیمنٹ کی مرضی پر چھوڑ رہا تھا جو طاقت اسے بونا پارٹ کی طرف سے محدود استعمال کے لئے دی گئی تھی، اور الٹا اسی پارلیمنٹ سے مدد کا امیدوار تھا جس نے مشکل کے وقت جنرل کی سرپرستی کا دامن تھاما تھا۔ تاہم شنگارنیے کو اس پر اسرار طاقت پر ایمان رہا جو بورژوازی نے اسے 29 جنوری 1849 کو عطا کی تھی۔ وہ خود کو دوسری دوسرکاری طاقتوں کے برابر کی تیسری طاقت سمجھ بیٹھا۔ اس دور کے جو باقی تیس مار خان، بلکہ روحانی بزرگ تھے، ان کی صف میں وہ بھی شریک ہو گیا، وہ لوگ جن کی عظمت ان کی پارٹی کی زبانی پھیلائی ہوئی لمبی چوڑی باتوں میں پوشیدہ ہوتی ہے، مگر جوں ہی حالات کا الٹ پھیر ان سے کرامات کی امید کرنے لگتا ہے وہ سکڑ سمٹ کر اپنی اوقات پر آ جاتے ہیں۔ لیکن ان فرضی سورماؤں اور سچ مچ کے کراماتی بزرگوں کے حق میں بے اعتباری عموماً ایک جان لیوا دشمن ہے۔ اسی لئے یہ حضرات ان جملہ کسنے والوں اور پھبتی بازوں کے طرف سے عالی ظرف کے ساتھ منہ پھیر لیتے ہیں، انہیں خاطر میں نہیں لائے جن میں جوش عقیدت کی کمی ہوتی ہے۔ اسی شام کو یلی سے ئی محل پر مجلس وزارت طلب کی گئی۔ بونا پارٹ نے زور دیا کہ شنگارنیے کو برطرف کیا جائے۔ پانچ وزیروں نے دستخط دینے سے انکار کر دیا۔ "مونیٹر" اخبار نے اعلان کیا کہ وزارت میں کھنڈت پڑ گئی۔ ضابطہ پارٹی کے اخباروں نے دھمکی دی کہ شنگارنیے کی کمان میں پارلیمنٹ کی فوج بنا لی جائے گی۔ آئین کی رو سے اس پارٹی کو یہ حق حاصل تھا۔ صرف اتنا کرنا تھا کہ شنگارنیے کو قومی اسمبلی کا صدر چن لیا جاتا اور اپنی سلامتی کے لئے فوج کی جتنی تعداد چاہئے ہوتی طلب کر لی جاتی۔ ابھی جب کہ شنگارنیے واقعی فوج کے کمانڈر کے عہدے پر اور پیرس کے نیشنل گارڈ کی کمان سنبھالے ہوئے تھا، اور اسی انتظار میں بیٹھا تھا کہ فوج سمیت اسے کمک پر بلایا جائے، اطمینان سے یہ کاروائی ممکن تھی۔ بونا پارٹ کے اخبارات ابھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ قومی اسمبلی اگر براہ راست فوج کی طلبی کا حکم دے تو اس پر اعتراض کر سکیں ــــ اس قسم کا قانونی الجھاؤ موجودہ حالات میں کام نہیں آ سکتا تھا۔ قومی اسمبلی کے حکم پر فوج عمل کرتی، یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ ہم یہ واقعہ نظر میں رکھیں کہ بونا پارٹ کو سارا شہر پیرس کھنگالنے میں پورا ایک ہفتہ لگ گیا تب جا کر دو ایسے جنرل براگے دی ایلیئے اور سین ژان دی انژیلی ہاتھ آئے جو شنگارنیے کی برطرفی کے حکم پر دستخط دینے کو تیار تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خود ضابطہ پارٹی کو اپنی صفوں میں اور پارلیمنٹ میں اس قسم کے فیصلے کے حق میں ضروری تعداد مل جاتی؟ اس میں بڑا شبہ ہے، اگر ہم نظر میں یہ واقعہ بھی رکھیں کہ ہفتہ بھر بعد 286 منتخبہ ممبر اس پارٹی سے پھر گئے اور دسمبر 1851 تک جب فیصلے کا آخری موقع تھا، "مونٹین" والے اس قسم کی تجویز کو رد کرتے رہے۔ تاہم یہ ممکن تھا کہ چودھری لوگ اپنی پارٹی والوں کا ہجوم لے کر سرفروشی کے لئے

سنگینیوں کے جنگل میں چھپ جائیں گے اوراس فوج کی خدمات سے کام لیا جاتا جو پارٹی کے کیمپ میں آ کر مل جاتی۔ مگراس کے بجائے چودھری حضرات 6 جنوری کی شام کو یلی سے ئی محل کی جانب روانہ ہو گئے، خیال یہ تھا کہ مدبرانہ داؤ پیچ سے، اوراونچ نیچ دکھا کر بونا پارٹ کو منالیں گے کہ وہ شنگا رییئے کو برطرف کرنے کے فیصلے سے باز رہے۔ جس کو منایا جاتا ہے اسے صورت حال پر حاوی مان لیا جاتا ہے۔ چودھریوں کی ان کوششوں سے بونا پارٹ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ 12 جنوری کو اس نے نئی منسٹری نامزد کر دی جس میں پرانی منسٹری کے لیڈر فولد اور بروش برقرار رہے۔ سین ژان دی انژیلی کو وزیر جنگ مقرر کیا گیا۔ "مونیٹر" اخبار میں شنگا رییئے کی برطرفی کا حکم نکلتا ہے اوراس کا عہدہ دوحصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے: براگے دی ایلیئے کو پہلی فوجی ڈویژن ملتی ہے اور پیرو کو نیشنل گارڈ کی کمان سپرد کی جاتی ہے۔ وہ جو "سماج کا مضبوط پشتہ" تھا اپنے عہدے سے اٹھا دیا جاتا ہے۔ اگراس واقعے پر کوئی زلزلہ نہ آیا تو یہ کیا کم ہے کہ سٹہ بازار کے بھاؤ میں تیزی آ گئی۔

ضابطہ پارٹی نے فوج کو دھکا دے کر، حالانکہ شنگا رییئے کی صورت میں فوج اسی پارٹی کی مرضی پر کام کرتی، اوراسے پریزیڈنٹ کے بالکل ہی حوالے کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ اب حکومت چلانا بورژوازی کے بس کی بات نہیں رہی۔ پارلیمنٹری وزارت پہلے ہی اپنا وجود کھو چکی تھی۔ اب جبکہ ضابطہ پارٹی نے فوج اور نیشنل گارڈ پر سے بھی اختیار کھو دیا تو منوانے کی کون سی سبیل اس کے پاس رہ گئی جس سے بیک وقت وہ عوام پر پارلیمنٹ کا غاصبانہ اقتدار بھی قائم رکھتی اور پریزیڈنٹ کے مقابلے میں پارلیمنٹ کا آئینی اقتدار بھی سنبھالتی؟ اب لے دے کہ صرف اتنا رہ گیا کہ ان بے طاقت اصولوں کی اپیل کیا کرے جنہیں وہ خود ہی محض عام قسم کے اصول شمار کیا کرتی تھی جو دوسروں کے لئے بنائے جاتے ہیں تا کہ ان پر لاگو ہوں اور خود کو بے روک ٹوک عمل کرنے سہولت رہے۔ شنگا رییئے کی برطرفی اور بونا پارٹ کے ہاتھ میں فوجی طاقت آ جانے کے ساتھ اس دور کا پہلا حصہ تمام ہو جاتا ہے جو ہمارے پیش نظر ہے، یعنی ضابطہ پارٹی اور انتظامیہ کی طاقت کی کش مکش کا دور۔ اب دونوں طاقتوں میں جنگ ٹھن جاتی ہے اور جنگ کھل کر ہوتی ہے۔ مگر یہ کب؟ یہ اس وقت جب ضابطہ پارٹی ہتھیار بھی کھو چکی اور سپاہی بھی۔ اب قومی اسمبلی کے پاس نہ وزارت، نہ فوج، نہ عوام، نہ رائے عامہ اور 31 مئی کا انتخابی قانون پاس کر دینے کے بعد اس کو ایک خودمختار قوم کی نمائندہ کہلانے کا بھی حق نہیں تھا۔ نہ آنکھ، نہ کان، نہ دانت، نہ کچھ اور ایسی حالت میں قومی اسمبلی رفتہ رفتہ فرانس قدیم کی پارلیمنٹ (96) ہو کر رہ گئی، کہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ساری کارگزاری سونپ کر خود سبکدوش اور مار پیچھے پکار کرنے میں خوش۔

نئی وزارت کو ضابطہ پارٹی نے زبردست ہائے واویلا کے ساتھ قبول کیا۔ جنرل بیدو نے اپنی یادداشت میں ذکر کیا ہے کہ تعطیل کے دنوں میں مستقل کمیشن کتنا دب کر چل رہا تھا اوراس نے احتیاط کی انتہا یہ کی کہ اپنے جلسوں کی روئیداد تک چھاپنے سے روک لی۔ وزیر داخلہ نے اپنی طرف سے کافی زور دیا کہ ان روئیدادوں کی اشاعت کی جائے، جو اپنا لطف کھو چکی تھیں؛ ان سے نہ اب کوئی خاص بات کھلتی تھی، نہ اکتائی ہوئی پبلک میں ان کا چرچا ہوتا تھا۔ ریمیوز کی تجویز پر قومی اسمبلی الگ الگ کمیشنوں میں بحث کرنے کے بعد "غیر معمولی کارروائیوں کی کمیٹی" مقرر کر دیتی ہے۔ پیرس کو یوں بھی روزمرہ کے مشغلوں سے فرصت نہیں۔ کاروبار ان دنوں بہت مزے میں جا رہا ہے، صنعتی ادارے زور میں چل رہے ہیں، اناج کے بھاؤ کم ہیں، کھانے پینے کا ذخیرہ افراط سے ہے۔ بچت فنڈ میں روزانہ خوب روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ "غیر معمولی کارروائیاں" جن کی پارلیمنٹ نے اتنی دھوم دھام کی تھی، وہ سب غائب ہو گئیں کیوں کہ خود منسٹری کے خلاف 18 جنوری کو عدم اعتماد کا ووٹ پاس ہو گیا اوراس میں کہیں شنگا رییئے کا ذکر تک نہ تھا۔ ضابطہ پارٹی نے تحریک کا نقشہ اس طرح جمایا کہ رپبلکنوں کے ووٹ بھی ساتھ کھنچے ہوئے آئیں، کیوں کہ وزارت نے جتنے کام کئے ان میں صرف ایک بات رپبلکنوں کو پسند تھی، شنگا رییئے کا نکالا جانا۔ مگر ضابطہ پارٹی کو دوسرے کاموں سے بھی انکار نہیں ہو سکتا تھا، وہ اس نے خود اپنے ایماء پر وزارت سے کرائے تھے۔

18 جنوری کی ووٹنگ میں وزارت کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پر 286 میں 415 ووٹ آئے اور تجویز پاس ہو گئی محض اس لئے کہ انتہائی جائز وارث والوں کے ساتھ اورلین والے، خالص رپبلکن اور "مونٹین" کے حامی مل گئے۔ صاف نظر آ گیا کہ ضابطہ پارٹی نے صرف وزارت یا فوج ہی نہیں کھوئی بلکہ بونا پارٹ سے رسہ کشی میں پارلیمنٹ کی اکثریت بھی اس کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ پارلیمنٹری نمائندوں کا ایک حصہ یوں ساتھ چھوڑ گیا کہ وہ اندھا دھند سمجھوتے کے حق میں تھا، کچھ ممبر ٹکراؤ کا سامنا دیکھ کر نکل گئے، کچھ کمزوری کی وجہ سے نکل گئے، کچھ گھریلو مجبوریوں سے کیوں کہ سرکاری تنخواہ پر دارومدار تھا، کچھ اس امید میں کہ (اودی لوں بارو) قلمدان وزارت خالی ہونے والے ہیں، کچھ محض خود پسندی یا خود غرضی کے مارے، جو معمولی بورژوا کے پاؤں اکھاڑ دیتی ہے اور وہ کسی نہ کسی ذاتی غرض پر اپنے پورے طبقے کا مفاد قربان کر ڈالتا ہے۔ بونا پارٹ کے حامی ممبر شروع سے ہی صرف انقلاب کے مقابلے میں ضابطہ پارٹی کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ کیتھولک پارٹی کے لیڈر مونتالامبیر نے اپنا پورا وزن بونا پارٹ کے پلے میں رکھ دیا تھا کیوں کہ اسے پارلیمنٹری پارٹی کے دم درود پر ایمان نہیں رہا تھا۔ آخر اس پارٹی کے سربراہ نمائندوں، یعنی اورلین والے، تیئر اور جائز وارث والے بیریئے نے مجبوراً کھل کر اپنے رپبلکن ہونے کا اظہار کیا اور یہ مان لیا کہ اگرچہ وہ دل سے بادشاہی کے طرف دار ہیں، لیکن دماغ سے رپبلک کے حامی ہیں ___ اور یہ کہ پارلیمنٹری رپبلک ہی ایک ایسی شکل رہ گئی ہے جس میں بورژوازی کا سکہ چل سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ خود بورژوا طبقے کی آنکھوں کے سامنے انہیں مجبوری کے اپنے بادشاہت کی بحالی کے منصوبے ایک خطرناک مگر بے معنی سازش کی طرح قلم زد کرنے پڑے جو وہ پارلیمنٹ کی پیٹھ پیچھے مستقل طور سے چلائے جا رہے تھے۔

18 جنوری کو عدم اعتماد کے ووٹ نے وزارت پر کاری ضرب لگائی۔ لیکن پریذیڈنٹ پر نہیں، حالانکہ شنگا رییئے کو نکالنے میں وزارت کا نہیں، پریذیڈنٹ کا ہاتھ تھا۔ ضابطہ پارٹی سے اتنا نہ ہوا کہ خود بونا پارٹ سے جواب طلب کر لیتی، کہ وہ اپنے اختیارات کی بحالی کی گھات میں تھا۔ مگر یہ کیوں کر ہوتا جب کہ یہ پارٹی اسی میں اپنے شاہی خاندانوں کی بحالی مضبوط ہوتے دیکھ رہی تھی۔ فوجی پریڈوں اور "10 دسمبری سوسائٹی" کی سازش بھرے حرکتوں پر جواب طلب کر لیتی؟ لیکن کیسے کرتی، یہ سوال تو پہلے ہی روزمرہ کے معمولی ایجنڈوں کے پلندے

میں دفن کئے جا چکے تھے۔ ایک ایسے شخص کو نکالنے کے قصور میں جواب طلب کر لیتی جو 29 جنوری اور 13 جون کا ہیرو تھا اور جس نے مئی 1850 میں دھمکی دی تھی کہ اگر بغاوت اٹھی تو پیرس کو چاروں کھونٹ سے پھونک دیا جائے گا۔ لیکن ضابطہ پارٹی کے اتحادیوں نے جو "مونٹین" پارٹی کے تھے اور کوے نیاک نے یہ بھی نہ کرنے دیا کہ "سماج کا پشتہ" جو بیٹھ گیا تھا، اس سے سرکاری طور پر اظہار ہمدردی کر دیا جاتا۔ خود اس پارٹی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ آئین کی طرف سے پریذیڈنٹ کو جو اختیار دیا گیا ہے جنرلوں کو نکالنے کا، اس پر انگلی اٹھا سکے۔ ضابطہ پارٹی صرف اس کارن آپے سے باہر تھی کہ پریذیڈنٹ وہ آئینی حق جو اس کو ملا ہوا ہے پارلیمنٹ کے خلاف استعمال کیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا خود اس پارٹی نے پارلیمنٹ میں اپنے خصوصی اختیارات سے مستقل کام لے کر بار بار آئین کے خلاف کاروائی نہیں کی، خاص کر جب عام رائے حق دہندگی کو منسوخ کیا؟ چنانچہ اب اس کے سامنے سوائے اس کے اور کوئی راہ نہ تھی کہ پارلیمنٹ کی مقررہ حدوں کے اندر رہ کر کام کرے۔ اور وہ اسی بیماری کے جال میں پھنس گئی جو 1848 سے برابر پارلیمنٹری حماقت کے نام سے سارے یورپ کو لپیٹ میں لے چکا تھا۔ اس کی لپیٹ میں آئے ہوئے لوگ اپنی ایک خیالی دنیا میں بند کر دیئے جاتے ہیں، نہ ان کے پاس قوت تمیز رہتی ہے، نہ یادداشت، نہ باہر کی کھردری دنیا کے سوجھ بوجھ۔ صرف اسی پارلیمنٹری حماقت سے ضابطہ پارٹی کی یہ بے بسی سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اور دوسرے طبقوں سے رسہ کشی کرنے میں پارلیمنٹ کی قوت وعظمت خاک میں ملا دی اور ابھی تک اپنی پارلیمنٹری جیتوں کو فتوحات سمجھے جا رہی تھی اور سوچتی تھی کہ پریذیڈنٹ کی بنائی ہوئی وزارت پر چوٹ لگا کر خود پریذیڈنٹ کو ہی نشانہ بنایا ہے۔ پارٹی نے الٹا اور موقع دیا کہ قومی اسمبلی کو وہ پوری قوم کے سامنے پھر ذلیل کرے۔ 20 جنوری کو "مونیٹر" اخبار نے اعلان کر دیا کہ پریذیڈنٹ نے مجلس وزارت کا استعفیٰ قبول کر لیا ہے۔ اس بہانے سے کہ فی الحال کسی پارلیمنٹری پارٹی کو اکثریت حاصل نہیں ہے، جیسا کہ 18 جنوری کی ووٹنگ سے ثابت ہوتا ہے اور یہ ووٹنگ "مونٹین" اور شاہ پرستوں نے مل کر کی تھی، اکثریت بننے تک بونا پارٹ نے نام کے لئے ایک وقتی وزارت قائم کر دی تھی جس کا ایک رکن بھی پارلیمنٹ کا ممبر نہیں تھا، سب کے سب انجانے اور بے حیثیت لوگ تھے۔ یہ وزارت محض کلرکوں اور نقلچیوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ ضابطہ پارٹی اب ان کٹھ پتلیوں سے الجھنے میں ہی اپنی طاقت برباد کیا کرتی، کیوں کہ انتظامیہ طاقت کی نظر میں کوئی خاص وزن نہیں تھا اس بات کا کہ قومی اسمبلی میں اس کی اچھی خاصی نمائندگی ہونی چاہیے۔ بونا پارٹ نے اب اپنی ذات میں زیادہ سے زیادہ انتظامی اختیارات سمیٹ لئے تھے اور اس کے وزیر جس قدر بھی نام کے مہرے بنتے اتنا ہی انتظامیہ کا استعمال اپنی غرض کے لئے زیادہ آسان ہو جاتا۔

ضابطہ پارٹی نے ''مونٹین'' سے مل کر انتقامی کاروائی کی کہ پریذیڈنٹ کو 18 لاکھ فرانک کی رقم جو کلرک منسٹری نے ''10 دسمبر سوسائیٹی'' کے دباؤ سے دینا تجویز کی تھی، وہ نامنظور کر دی۔ اس بار نامنظوری کے حق میں صرف 102 ووٹ زیادہ آئے، یعنی 18 جنوری سے اب تک ضابطہ پارٹی کے ہاتھ سے 27 ووٹ اور نکل چکے تھے: اس کا انتشار بڑھتا جا رہا تھا۔ اسی وقت محض اس خیال سے کہ کہیں ''مونٹین'' کے ساتھ جو کولیشن ہو رہا ہے، اس کا کچھ اور مطلب نہ نکال لیا جائے، ضابطہ پارٹ ''مونٹین'' کے 189 ممبروں کی پیش کردہ اس تجویز پر غور کرنے تک کو تیار نہ ہوئی کہ تمام سیاسی مجرموں کو عام معافی دی جائے۔ اور تو اور، وائس نام کے ایک وزیر داخلہ کی طرف سے کھلے لفظوں میں کہا گیا کہ امن وسکون صرف ظاہر کا پردہ ہے، زبردست ایجی ٹیشن اندر ہی اندر پھیل رہا ہے، جا بجا خفیہ سوسائٹیاں بن رہی ہیں جمہوریت پسند اخبار پھر سے سر اٹھانے کی تیاری میں ہیں، دیہی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) سے بھی خیر وعافیت کی اطلاع نہیں آ رہی، جنیوا کو بھاگنے والے فرانسیسی ان سازشوں کے سرغنہ ہیں، جن کا تار لیون کے راستے سارے جنوبی فرانس میں پھیل چکا ہے اور فرانس صنعتی اور کاروباری توڑ پر پہنچ چکا ہے، شہر روبے کے کارخانہ داروں نے کام کے گھنٹے کم کر دیے ہیں، بیل ایک کے جزیرے میں (87) سیاسی قیدیوں نے طوفان مچا دیا ہے ___ کسی ایک وائس کے منہ سے اتنی بات نکلنا ہی کافی ہو گیا کہ لال بھوت کا سایہ منڈلا رہا ہے اور ضابطہ پارٹی نے جھٹ ایسی تجویز سے منہ پھیر لیا جو قومی اسمبلی کو زبردست مقبولیت بخش دیتی اور بونا پارٹ کو پھر اس کے قدموں پر گرنے کے لئے مجبور کر دیتی۔ بجائے اس کے کہ انتظامیہ طاقت نے تازہ ہنگاموں کی جو خوفناک تصویر کھینچی تھی، اس سے دہشت کھائے، ضابطہ پارٹی کو چاہئے تھا کہ طبقاتی جدوجہد کا تھوڑا بہت زور دکھانے کا موقع نکالتی اور اس تدبیر سے انتظامیہ طاقت کو پنے حالات کی حد تک لا کر روک لیتی۔ لیکن اپنے اندر اتنا بوتہ ہی نہ پایا کہ آگ انگاروں کے اس کھیل سے نمٹ لیتی۔

اتنے عرصے وہ نام کی وقتی وزارت اپریل کے وسط تک گاڑی کھینچتی رہی۔ بونا پارٹ آئے دن منسٹری کے نئے نئے جوڑ بٹھا کر قومی اسمبلی کا ناک میں دم کرتا رہا، اسے بیوقوف بناتا رہا۔ کبھی وہ یہ ارادہ ظاہر کرتا کہ ریپبلکن منسٹری بنا دے جس میں لامارتین اور بی یوشامل ہوں، کبھی ایسی پارلیمنٹری وزارت بنانے کو کہتا جس میں اودی لوں بارو ضرور شریک ہو (یہ وہ نام ہے کہ جہاں بھی الٹی عقل کا ذکر ہو گا وہاں یہ نام زبان پر لازمی آئے گا)، کبھی جائز وارث والے گروہ کی وزارت سوچی جاتی جس میں واتی میئل اور بینوادی آزی شامل ہوں، اور کبھی اور لین والوں کا نام آتا کہ مال ویل کو لے کر ان کی وزارت مقرر کی جائے۔ اس داؤ پیچ سے ضابطہ پارٹی کے مختلف گروہوں کو ایک دوسرے سے تناتنی کی حالت مین ڈال کر، اور ساری پارٹی کو یہ اندیشہ جتا کر کہ ریپبلکنوں کی بھی منسٹری بن سکتی ہے، وہ بن گئی تو عام رائے دہندگی کا حق پھر سے بحال ہونا لازمی بات ہے، بونا پارٹ نے بورژوازی کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ پارلیمنٹری وزارت بنانے کی جتنی پر خلوص کوششیں وہ کرتا ہے، سب کی سب شاہ پرست گروہوں کی باہمی ناچاقی سے ناکام ہو جاتی ہیں۔ بورژوازی اور بھی با آواز بلند ''مضبوط سرکار'' کا مطالبہ کرنے لگی اور فرانس کو ''بغیر کسی سرکاری بندوبست'' کے رہنے دینا ناقابل معافی جرم قرار دینے لگی۔ اسے جتنا یہ نظر آتا گیا کہ ایک عام کاروباری بحران قریب آ رہا ہے جو شہروں میں اشتراکیت کے حامی پیدا کرے گا اور غلے کے بھاؤ تیزی سے گریں گے تو دیہات میں اشتراکیت کے حمایتی نکل پڑیں گے۔ روز بہ روز کساد بازاری بڑھتی گئی۔ بے روزگاروں کی تعداد بڑھتی نظر آنے لگی، پیرس میں کس سے کم دس ہزار مزدور روٹی کو محتاج ہو گئے۔ روآن روآن، میولوز، لیون، روبہ، تر کوئن، سین ایتیئن، ایل بیوف اور دوسرے کئی مقامات پر بہت سی فیکٹریوں پر تالے پڑ گئے۔ ان حالات میں بونا پارٹ نے یہ جرات کی کہ 18 جنوری منسٹری ہی 11 اپریل کو بحال کر دی۔ اب تک وزارت میں مسٹر روئے، فولد اور بروش وغیرہ تھے ہی، اب لیون

فوشے کو بھی ان میں جوڑ دیا، حالانکہ آئین ساز اسمبلی نے اپنے اجلاس کے آخری دنوں میں پانچ وزیروں کے اختلاف کے باوجود، اتفاق رائے سے اس شخص پر، جھوٹے ٹیلی گرام بھیجنے کے الزام میں عدم اعتماد کا ووٹ پاس کیا تھا۔ اس طرح سے قومی اسمبلی نے 18 جنوری کو وزارت پر فتح پائی اور تین مہینے بوناپارٹ سے کشمکش جاری رکھی صرف اتنے کے لئے کہ 11 اپریل کو فولد اور بروش اپنے وزارتی حلقے میں ایک تیسرے کو بھی ملالیں ___ یا کمباز فوشے کو۔

نومبر 1849 میں بوناپارٹ اسی سے مطمئن تھا کہ وزارت پارلیمنٹری نہیں ہے، جنوری 1851 کو اتنی تسلی تھی کہ وزارت پارلیمنٹ سے باہر کی ہے، اب 11 اپریل کو ایسی وزارت بنانے کی طاقت پائی جو پارلیمنٹ کے خلاف ہو، اور ایسی وزارت کہ باری باری دونوں اسمبلیاں، آئین ساز بھی اور قانون ساز بھی ریپبلکن والوں کی بھی اور شاہ پرستوں کی بھی اس وزارت کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر چکی تھیں۔ وزارتوں کی یہ درجہ بدرجہ حیثیت ایسا تھرمامیٹر تھی جس سے خود پارلیمنٹ اپنی زندگی کا گرتا ہوا درجہ حرارت ناپ سکتی تھی۔ یہ درجہ حرارت اپریل کے آخر میں اتنا گر گیا کہ پیرسنی نے شنگارینے کو ذاتی گفتگو میں پریذیڈنٹ سے مل جانے کی پیشکش کر دی۔ اس نے شنگارینے کو یقین دلایا کہ بوناپارٹ کے اندازے سے اب قومی اسمبلی کا اثر بالکل ٹوٹ چکا، وہ فرمان بھی تیار رکھا ہے جو نظام حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد شائع کیا جائے گا۔ اس کارروائی پر بھی خوب خوب غور کیا جا چکا تھا لیکن پھر اتفاق سے ملتوی ہوگئی ہے۔ شنگارینے نے ضابطہ پارٹی کے لیڈروں کو اس کی موت کی تیاریوں کی خبر بھیجی مگر کھٹمل کے کاٹے سے موت کا یقین کون کرتا۔ پارلیمنٹ کتنی بھی بے بس تھی، ناچاقیوں کا شکار تھی، آخری سانس لے رہی تھی، تاہم کیسے نہ مانتی کہ ''10 نمبری سوسائٹی'' کے سرغنہ مسخرے سے دو دو ہاتھ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کھٹمل سے کشتی لڑنا، لیکن بوناپارٹ نے ضابطہ پارٹی کو وہی جواب دیا جو اگی سیلائی نے شاہ اگیس کو دیا تھا: ''میں تمہیں چیونٹی نظر آتا ہوں، لیکن وقت آ رہا ہے کہ میں شیر بن جاؤں گا۔'' (98)

6

ضابطہ پارٹی نے ''مونٹین'' اور کالص ریپبلکنوں کے ساتھ کولیشن بنایا، وہ کولیشن بنانے پر اس لئے مجبور ہوئی تاکہ اپنی سی لاحاصل کوشش کر کے ایک تو فوجی طاقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے، دوسرے انتظامیہ طاقت پر جو بالادستی جاتی رہی، اسے پھر چھین لے۔ مگر اس کولیشن نے قطعی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ ضابطہ پارٹی پارلیمنٹ میں بذات خود اکثریت سے محروم ہو چکی ہے۔ صرف وقت کی دیر تھی، ادھر کیلنڈر پر 28 مئی کی تاریخ آئی، گھڑی نے 28 مئی کا گھنٹہ بجا کر اس پارٹی کے بکھر جانے کا سگنل دے دیا۔ 28 مئی کی تاریخ کو قومی اسمبلی کی زندگی کا آخری سال آ پہنچا۔ اب اس سوال کا فیصلہ درپیش تھا کہ آئین کو جوں کا توں رہنے دیا جائے یا اس پر نظر ثانی کی جائے۔ نظر ثانی کا مطلب یہ ہوتا کہ صرف بورژوازی یا چھوٹی حیثیت کی بورژوازی کی حکمرانی میں، ڈیموکریسی یا پرولتاری نراج کی حکومت میں پارلیمنٹری، پارلیمنٹری ریپبلک یا بوناپارٹ کی عملداری میں ہی کسی ایک کا چناؤ نہیں کرتا تھا بلکہ اورلین اور بربوں کی خاندانی بادشاہت میں سے بھی کسی کو چنا جا سکتا تھا۔ چنانچہ پارلیمنٹ کے بیچوں بیچ پھوٹ کا پھل گرا اور اس کے چار طرف کھلے عام ان مفادوں کی چھینا جھپٹی شروع ہوئی جو ضابطہ پارٹی کو ایک دوسرے کے دشمن گروہوں میں بانٹنے والے تھے۔ مختلف فطرت کے سماجی عناصر یکجا ہونے سے یہ پارٹی بھان متی کا کنبہ تھی۔ آئین پر نظر ثانی کا سوال آنا تھا کہ سیاسی پارہ چڑھ گیا، جس سے جڑا ہوا کنبہ ٹوٹ کر ہر ایک پھر اپنے اپنے ٹھکانے جا لگا۔

بوناپارٹ والوں کو آئین پر نظر ثانی کی ضرورت کیوں پڑی تھی، وجہ صاف ہے، سب سے اول ان کے نزدیک دفعہ 45 کو ہٹوانا تھا جو بوناپارٹ کے دوبارہ چناؤ اور اختیارات کی مدت بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ ریپبلکنوں کی پوزیشن بھی اتنی ہی واضح تھی۔ وہ غیر مشروط طور پر نظر ثانی کے خلاف تھے کیونکہ جانتے تھے اس سے ریپبلک کے خلاف عام سازش چل پڑے گی۔ قومی اسمبلی کے اندر انہیں ایک چوتھائی سے زیادہ ووٹ حاصل ہوئے تھے اور چونکہ آئین کے مطابق یہ لازم تھا کہ تین چوتھائی ووٹوں سے تجویز آئے تب آئین پر نظر ثانی کا فیصلہ قانونی ہو سکتا ہے اور آئین میں ترمیم کے لئے خاص سیشن طلب کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ریپبلکن صرف اپنے ووٹوں پر بھروسہ کر کے یقین کے ساتھ جیت جائیں گے۔

ادھر تو ان دونوں کی یہ صاف پوزیشن تھی، اس کے برخلاف ضابطہ پارٹی اپنے اندر ایسے تضادات میں مبتلا ہوئی کہ وہ سلجھ نہ سکے۔ اگر وہ آئین پر نظر ثانی کو ٹھکرا دے تو جو بندوبست قائم ہے، وہ خطرے میں پڑے گا، بوناپارٹ کے سامنے صرف ایک راستہ رہ جائے گا ___ طاقت آزمائی کا راستہ، اور فرانس کو مئی 1852 کے دوسرے اتوار کے جیسے فیصلہ کن موقع پر وہ انقلابی افراتفری کے حوالے کر دے گی؟ ایک پریذیڈنٹ ہوگا جس کے ہاتھ سے اختیار لے لیا گیا، پارلیمنٹ ہوگی جس کے پاس اختیار تھا ہی نہیں اور وہ عوام ہوں گے جو پھر سے طاقت چھیننے کی نیت لے کر اٹھیں گے۔ اب اگر ضابطہ پارٹی آئین کے مطابق نظر ثانی کی حمایت میں ووٹ ڈال دے تو جانتی تھی کہ لاحاصل ہوگا کیوں کہ آئین کی رو سے ریپبلکنوں کے ووٹ اس ووٹنگ کو منسوخ کرا دیں گے۔ البتہ آئین شکنی کر کے محض اکثریت رائے فیصلہ کرنے کے حق میں آواز اٹھائے تو یہ انقلاب پر قابو پانے کی امید کر سکتی ہے لیکن اس میں یہ پخ لگی ہے کہ انتظامیہ طاقت کے سامنے بالکل ہی گھٹنے ٹیک دے اور یوں بوناپارٹ کو ملک کے آئین پر، نظر ثانی پر، اور خود اس پارٹی پر پورا اختیار دلوا دے۔ اور اگر آئین پر صرف جزوی نظر ثانی کی جائے کہ پریذیڈنٹ کے اختیارات کی مدت بڑھانا مقصود ہو تو بوناپارٹ کیلئے طاقت دبا بیٹھنے کی زمین تیار ہوتی ہے۔ اگر عام نظر ثانی کی جائے کہ ریپبلک کی عمر کا رشتہ ہی کاٹ دیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ الگ الگ شاہی خاندانوں کی بحالی کی شرط نہ صرف مختلف ہوں گے بلکہ ایک کے ہوتے دوسرے کی سمائی نہیں ہونے والی۔

پارلیمنٹری ریپبلک ہونے کو صرف ایک غیر جانبدار سرزمین تھی جس پر فرانسیسی بورژوازی کے دونوں گروہ، اورلین والے اور جائز وارث والے، صنعت کے مالک اور زمینوں

جاگیروں کے مالک، پہلو بہ پہلو برابر کے حق سے راج کر سکتے تھے۔ یہی ایک لازمی شرط تھی ان کی اس مشترکہ حکمرانی کے لئے، جو بس واحد صورت رہ گئی تھی ایسی ریاست کی جس میں ان دونوں کے مشترکہ طبقاتی مفاد حاوی رہتے، بورژوازی کے الگ الگ گروہوں کے باہمی مقابلے پر اور سماج کے دوسرے طبقوں کے مفاد پر غالب رہتے۔ شاہ پرست ہونے کے ناتے وہ پھر اپنی پرانی دشمنی نکالنے پر اتر آئے کہ جاگیر والوں کا ہاتھ اوپر رہے یا روپے والوں کا، یہ ٹکراؤ خوب ابھر کر ظاہر ہو رہا تھا ان کے بادشاہوں یا اپنے اپنے موروثی شاہی خاندانوں کی صورت میں۔ یہ سبب تھا کہ ضابطہ پارٹی بوربوں والوں کی تخت پر واپسی کے خلاف گئی۔

اورلین والے اور منتخبہ ممبر پارلیمنٹ کریے ٹن نے 1849 اور 1850 اور 1851 میں لگاتار یہ تجویز رکھی کہ شاہی خاندانوں کی جلاوطنی کا فرمان واپس لیا جائے۔ ہر بار پارلیمنٹ شاہ پرستوں کے جلسے کا ایک ایسا منظر پیش کرتی تھی جس نے اپنے دروازے مضبوطی سے بند کر رکھے تھے کہ نکالے ہوئے بادشاہ وطن کو واپس نہ آنے پائیں۔ رچرڈ سوم نے ہنری ششم کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ اس دنیا میں اتنے نیک آدمی کی ضرورت نہیں، اس کی جگہ آسمان پر ہے۔ شاہ پرستوں نے فرانس کو اتنا بےوقوف سمجھ رکھا تھا کہ وہ نکالے ہوئے بادشاہوں کو پھر بلالے گا۔ حالات کے دباؤ نے انہیں ریپبلکن بن جانے پر مجبور کر دیا تھا اور کئی بار ایسا ہوا کہ قوم کے اس فیصلے کی انہیں تائید کرنی پڑی کہ بادشاہ کو فرانس سے جلاوطن رکھا جائے۔

حالات کا تقاضا تھا کہ آئین کی نظرثانی کے سوال پر غور کیا جائے اور ایسا کرنے میں جہاں یہ خطرہ بھی تھا اور امکان بھی کہ بورژوازی کے دونوں گروہوں کی حکمرانی قائم ہو جائے، وہیں بادشاہت قائم ہونے کا امکان ان مفادوں کی رقابت کو پھر سے زندہ کر دیتا جن کی بڑھ چڑھ کر نمائندگی باری باری کبھی ایک گروہ کرتا تھا، کبھی دوسرا اور بورژوازی کے دونوں گروہوں کے درمیان اوپر رہنے کی رسہ کشی بھی پھر سے جی اٹھتی۔ ضابطہ پارٹی کے سیاسی بھاؤ تاؤ کرنے والے سوچتے تھے کہ دونوں شاہی خاندانوں کو ملا کر یا بقول شخصے شاہ پرست پارٹیوں اور شاہی گھرانوں کو گھول کر مقابلے کا قصہ ہی پاک کر دیں گے۔ حقیقت میں "بحالی" والوں اور جولائی کی بادشاہت کی گھلی ملی شکل سے تو خود پارلیمنٹری ریپبلک کا خمیر اٹھا تھا جس میں اورلین اور جائز وارث کے رنگ دھل دھلا کر، بورژوازی کے الگ نمونے صاف ہو کر سب ایک ہی بورژوا کے رنگ میں رنگ گئے تھے اور بورژوائی قسم کے نمائندے بن کر نکلے تھے۔ لیکن اب اورلین والوں کو جائز وارث اور جائز وارث والوں کو اورلین بننا باقی تھا۔ وہی بادشاہت جس میں ان کی عداوت ظاہر ہوتی تھی اب اتنی کسر تھی کہ وہی اتحاد کا گڑھ بن جائے۔ ایک گروہ کا مفاد دوسرے گروہ کے مفاد کو برداشت نے کرنے کی جو صورت تھی وہی اب کایا کلپ ہو کر ان سب کے مشترکہ طبقاتی مفاد کی ایک شکل بننا باقی تھی۔ بادشاہت کو اب وہی کچھ کرنا تھا جو دونوں بادشاہوں کے دعوے رد کرنے سے، یعنی ریپبلک کے ذریعے کیا جا سکتا تھا اور کیا جا چکا تھا۔ یہی وہ سنگ فلاسفہ تھا، وہ کیمیا کا نسخہ تھا جس پر ضابطہ پارٹی کے کیمیا گر سر کھپا رہے تھے۔ گویا موروثی بادشاہت کے دعویدار کبھی صنعتی بورژوازی کی بادشاہت بن سکتے تھے، یا بورژوا بادشاہت بدل کر موروثی جاگیر شرفاء کی بادشاہت میں ڈھل سکتی تھی۔ گویا یہ ممکن تھا کہ جاگیری ملکیت اور صنعتی ملکیت ایک تاج کے سائے میں میل ملاپ سے رہ لیں حالانکہ تاج دونوں میں سے کسی ایک ہی کے سر پر چڑھ سکتا تھا۔ یا تو بڑے بھائی کے سر پر یا چھوٹے بھائی کے سر۔ گویا یہ ممکن تھا کہ جاگیری ملکیت جب تک صنعتی ملکیت نہیں بن جاتی، صنعتی ملکیت اس سے بھائی چارہ بنا کر رکھ سکتی ہے۔ کل ہنری پنجم مر جائے تو اس کی موت سے نواب پیرس جائز وارث والوں کا بادشاہ نہیں مانا جائے گا جب تک وہ اورلین والوں کا بادشاہ ہونے سے دست برداری نہ لکھ دے۔ پھر بھی شاہی خاندانوں کو گھول دینے کے فلسفی، جن کی آواز آئین پر نظر ثانی کا سوال آگے آنے کے ساتھ ساتھ اونچی ہوتی گئی، جنہیں "Assemblee nationale"(99) کا ایک روزنامہ بھی سرکاری ترجمانی کے لئے مل گیا تھا اور جو آج تک (فروری 1852 میں) برابر اپنے کام سے لگے ہوئے ہیں، یہ سمجھے جا رہے تھے کہ ساری مشکل یہ آ پڑی ہے کہ دونوں شاہی خاندانوں کے درمیان مخالفت اور رقابت دور نہیں ہوتی۔ آخر اورلین کے گھرانے کو ہنری پنجم سے ملانے کی کوششیں رنگ لائیں، جولائی فلپ کی موت کے بعد شروع ہوئی تھیں لیکن جیسا کہ عام طور سے شاہی خاندانوں کے جوڑ توڑ ہوا کرتے ہیں، جن دنوں قومی اسمبلی کی چھٹی رہتی تھی، اس "انٹرول" کے وقت میں پردے کے پیچھے یہ جوڑ توڑ خوب کھیلتے تھے اور بجائے کسی سنجیدہ غرض کے، ان میں پرانے چونچلوں کے جذباتی ڈھکوسلے زیادہ نظر آتے تھے۔ اب جا کر انہوں نے ایک شاندار تماشے کی صورت اختیار کی جس میں ضابطہ پارٹی کو، آج تک کے محض شوقیہ کھیل تماشے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ پورے اہتمام سے تمام حاضرین کے سامنے پردہ اٹھانا تھا۔ اب کاغذی گھوڑے دوڑنے لگے، پیرس سے وینس (100) وینس سے کلیر مونت اور کلیر مونت سے پھر پیرس نامہ بروں کا تانتا لگ گیا۔ گراف شمبور نے اعلان عام صادر فرمایا، کہ وہ "خاندان کے تمام ممبروں کی تائید کے بل پر" اپنی بحالی کا نہیں بلکہ "قوم کی" بحالی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اورلین خاندان کا سلواندی ہنری پنجم کے قدموں پر جھک جاتا ہے۔ جائز وارث گروہ والے کے پرکھ بیریے، بینوادی آزی، سین پریست چل کر کیرمونت پہنچتے ہیں کہ اورلین والوں کو کہہ سن کر منائیں مگر کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ شاہی خاندانوں کو تحلیل کر دینے کے حامی بہت دیر سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بورژوازی کے دونوں گروہوں کے مفاد، خاندانی مفادوں کی صورت میں، دو شاہی گھرانوں کے مفاد بن کر اور بھی کٹیلے ہو گئے ہیں، ایک کو دوسرے کی برداشت بالکل نہیں رہی اور مروت یا رعایت سے کام لینے کو قطعی تیار نہیں ہیں۔ اگر ہنری پنجم نواب پیرس کو اپنا جانشین بنانے پر راضی ہو (اب تک دونوں کو ملانے کی کوشش میں صرف اسی قدر کامیابی ہو سکتی تھی) تب بھی اورلین کے گھرانے کو اس سے خاص فائدہ نہیں ہوتا کیوں کہ ہنری پنجم کے لاولد ہونے کی بناء پر یہ تو پہلے ہی سے ظاہر تھا، البتہ اورلین والوں نے جولائی کے انقلاب کی بدولت اپنا دعویٰ جتنا آگے بڑھایا تھا وہ بھی ہاتھ سے جائے گا۔ اسے اپنے سارے دعوؤں سے دستبردار ہونا پڑ جائے گا، وہ سارے خطاب جو کم و بیش سو سال کے معرکوں کے بعد بوربوں شاہی گھرانے کی پرانی شاخ سے بزور حاصل کئے تھے، چھوڑنے پڑیں گے اور تاریخی طور پر شاہی خاندان کے اپنے شجرہ نسب کی بدولت جو حقوق پہنچتے ہیں ان کی خاطر موجودہ حقوق سے ہاتھ دھونے ہوں گے۔ چنانچہ گھل مل کر ایک ہو جانے میں اورلین کے گھرانے کو صرف یہی ملنا تھا کہ وہ خوشی سے دستبردار کرے، Legitimacy کی حالت پر واپس جائے اور پروٹسٹنٹ سرکاری چرچ سے توبہ کر کے پھر کیتھولک چرچ کا حلقہ بگوش ہو جائے۔ اتنی پسپائی اختیار کرنے کے بعد بھی تخت جو ہاتھ سے گیا، ملنے والا نہیں تھا، بلکہ صرف تخت شاہی کے پائے تک رسائی ہوتی جہاں انہوں نے آنکھ کھولی تھی۔ اورلین والوں کے پرانے وزیر گیزو، دیوشاتیل وغیرہ جو دوڑ دوڑ کر کلیر مونت

جاتے تھے تاکہ وقت آنے تک دونوں خاندانوں کو ملا کر تیار رکھیں وہ جولائی کے انقلاب کا صرف خمار ظاہر کرتے تھے، بورژوائی بادشاہت کے اور شاہی بورژوا کے بارے میں ان سے مایوسی ٹپکتی تھی، اور ان کی کوششیں کیا تھیں Legitimacy کو اس وہم میں سر پر سوار کر لینا تھا کہ نراج سے حفاظت کا یہ آخری تعویذ گنڈا ہے۔ خود کو یہ حضرات اگرچہ اورلین اور بوربون گھرانوں کے درمیان پنچ بنائے بیٹھے تھے، تاہم اصلیت میں وہ اورلین کو چھوڑ رک نکلے تھے اور پرنس ژوان ویل انہیں اسی حیثیت سے دیکھتا تھا۔ ادھر اورلین والوں کا زیادہ جاندار اور جانباز حصہ تیئیر، باز اور دوسرے لوگ لوئی فلپ کے خاندانوں کو زیادہ آسانی سے قائل کر سکتے تھے کہ جب موروثی بادشاہت کی بحالی کے سارے دعوے دار اس پر آمادہ ہیں کہ دونوں شاہی خاندانوں کو ملا کر ایک کر دیں اور ان کے گھل مل جانے سے ظاہر ہے کہ اورلین والوں کو اپنے شاہی موروثی حقوق سے دست بردار ہونا پڑے گا تو یہ صورت حال ان کی خاندانی روایات کے عین مطابق ہے کہ وہ فی الحال ریپبلک کو مان لیں اور اس وقت کی گھات میں رہیں جب حالات پلٹا کھا کر پریذیڈنٹ کی کرسی کو ہی تخت بنا دیں۔ شروع میں افواہ پھیلی کہ پرنس ژوان ویل نے ریپبلک کے پریذیڈنٹ کی امیدواری کے لئے اپنا نام دیا ہے۔ لوگوں کو اس بات کی کرید لگ گئی۔ جب کئی مہینے گزر گئے تو ستمبر کے مہینے میں آئین پر نظر ثانی کی تجویز نا کام ہو جانے کے بعد اس کی امیدواری کا عام اعلان کر دیا گیا۔

اس طرح سے اورلین اور جائز وارث والے دونوں شاہی خاندانوں کے ملا دینے کی سارے کوششیں تو اکارت ہو ہی گئیں، انہوں نے پارلیمنٹ کے اندر بھی ان کی یک سوئی یعنی مشترکہ ریپبلکن شکل بر باد کر دی جس سے ضابطہ پارٹی کے اجزاء بکھر کر اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے۔ پھر کلیر مونت اور وینس کے درمیان فاصلہ جتنا بڑھتا گیا، اور پرنس ژوان ویل کی امیدواری زور پکڑتی گئی اسی نسبت سے جائز وارث والوں اور بونا پارٹ کے وزیر فوشے کے درمیان بات چیت بڑھی اور اس میں سنجیدگی آتی چلی گئی۔

ضابطہ پارٹی میں پھوٹ پڑی تو صرف یہی نہیں کہ اصلی اجزاء بکھر کر الگ ہو جاتے بلکہ باری باری دونوں بڑے گروہ آپس میں بھی بکھرتے چلے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پرانے اختلافی رنگ جو کبھی آپس میں دونوں کیمپوں میں برسر پیکار رہا کرتے تھے (اورلین اور جائز وارث والے دونوں کیمپوں میں دست و گریباں رہتے تھے) اسی طرح پھر سے پھیل پڑے ہیں جیسے سوکھے کیچوے (Infusoria) پانی لگتے ہیں پھر زندہ ہو جاتے ہیں؛ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے اندر زندگی کی اتنی کافی لہر دوڑ گئی ہے کہ اب اپنے الگ الگ گروپ بنا کر وہ باہمی مفادوں کے ٹکراؤ پر کمر بستہ ہو سکتے ہیں۔ جائز وارث والوں کے تصور میں پھر وہی زمانہ پھر گیا جب تویلری محل اور مرسان پویلین کے درمیان، ویلیل اور پولی نیاک (101) کے درمیان ٹھنی رہتی تھی۔ اورلین والوں کو ان سنہرے دنوں کی یاد تازہ ہو گئی جب گیزو، مولے، برولی، تیئیر اور اوڈی لوں بارو کے درمیان اکھاڑے جمتے تھے۔

ضابطہ پارٹی کا وہ حصہ جو آئین پر نظر ثانی کے حق میں تھا، لیکن اس پر باہمی اتفاق رائے نہیں رکھتا تھا کہ نظر ثانی کس حد تک ہو، جس میں جائز وارث والوں کا ایک فریق ایک طرف سے بیرئے اور فالو کی سرکردگی میں اور دوسری طرف سے لاروش ژاکلین کی سرکردگی میں شریک تھا اور اورلین والوں میں سے مولے، برولی، مونتالامبیر اور اوڈی لوں بارو کی زیر سرکردگی وہ لوگ بھی جو روز کی کش مکش سے تنگ آ چکے تھے، انہوں نے بونا پارٹ کے حامی، پارلیمنٹ کے ممبروں سے معاملہ کیا کہ یہ تحریک کی جائے جس میں ہر قسم کی گنجائش ہے اور کوئی قطعی بات نہیں :

"اس غرض سے کہ قوم اپنے اقتدار اعلیٰ کو پوری طرح کام میں لا سکے، ذیل میں دستخط کرنے والے نمائندے تحریک کرتے ہیں کہ آئین پر نظر ثانی کی جائے"۔

انہی دنوں میں پارلیمنٹ کے ان ممبروں نے اتفاق رائے سے اپنے ترجمان تو کویل کی زبانی یہ اعلان کر دیا کہ قومی اسمبلی کو ریپبلک توڑنے کی تجویز لانے کا کوئی حق نہیں ہے، یہ حق صرف اس ایوان کا ہے جو آئین پر نظر ثانی کرنے کے لئے بیٹھے۔ اس کے علاوہ ان کے اعلان میں تھا کہ آئین پر صرف "قانونی" اصول کے ماتحت ہی نظر ثانی کی جا سکتی ہے، یعنی صرف اس صورت میں کہ آئین کی رو سے تمام ووٹوں کے تین چوتھائی نظر ثانی کے حق میں آئیں۔ چھ دن تک طوفانی بحث بحثی کے بعد جیسا کہ پہلے اندازہ تھا، 19 جولائی کو نظر ثانی کی تجویز گر گئی۔ اس کے حق میں 446 ووٹ آئے اور خلاف 278۔ اورلین والوں میں جو انتہائی لوگ تھے، تیئیر، شنگارنیئے اور دوسروں نے ریپبلکنوں اور "مونٹین" والوں کی تائید میں ووٹ دیئے۔

اس طرح پارلیمنٹ کی اکثریت نے تو آئین کے خلاف رائے دی لیکن آئین نے خود اقلیت کے حق میں رائے دی اور فیصلہ اسی رائے پر ہونا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ضابطہ پارٹی نے آئین کو 31 مئی 1850 اور 13 جون 1849 کے دن پارلیمنٹ کی اکثریت رائے کا پابند نہیں بنایا تھا؟ کیا اب تک اس کی پالیسی یہ نہیں رہی تھی کہ آئین میں لکھے ہوئے پیراگراف پارلیمنٹری اکثریت کے فیصلے کے ماتحت رہیں؟ کیا اس نے ڈیموکریٹوں کو خود یہ موقع نہیں دیا تھا کہ وہ قانون کے لفظوں کو پرانے زمانے کی وہم پرستی کے طرح چاٹ رہے ہیں؟ کیا اس نے ڈیموکریٹوں کو اس وہم پرستی کے قصور کی سزا نہیں دی تھی؟ لیکن فی الحال آئین پر نظر ثانی کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ پریذیڈنٹ کے اختیارات کی مدت بڑھا دی جائے اور آئین کی مدت بڑھانے کا مطلب صرف اتنا تھا کہ پریذیڈنٹ کو ہٹا دیا جائے۔ پارلیمنٹ نے پریذیڈنٹ کے حق میں فیصلہ دیا لیکن خود آئین نے پارلیمنٹ کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا۔ مطلب یہ کہ بونا پارٹ نے جب آئین چاک کر کے پھینکا تو پارلیمنٹ کی مرضی پر عمل کیا اور جب پارلیمنٹ توڑ دی تو آئین کا منشا پورا کر دیا۔

پارلیمنٹ نے آئین کو، اور آئین کے ساتھ ہی اپنے اقتدار کو "اکثریت سے بالاتر" قرار دیا تھا۔ پارلیمنٹ نے اپنے فیصلے سے آئین کو منسوخ کیا اور پریذیڈنٹ کے اختیارات کی معیاد بڑھا دی اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ جس وقت تک پارلیمنٹ کا وجود باقی ہے، نہ تو آئین مر سکتا ہے، نہ پریذیڈنٹ کے اختیارات زندہ رہ سکتے ہیں۔ جو اسے دفنانے آئے تھے وہ دروازے پر کھڑے رہ گئے۔ اس وقت جب پارلیمنٹ آئین پر نظر ثانی کی بحثوں میں الجھی ہوئی تھی، بونا پارٹ نے جنرل براگے دی ایلئے کو پہلے آرمی ڈویژن کمانڈر کے عہدے سے ہٹا دیا، اس شخص سے تذبذب ظاہر ہو رہا تھا، اس کی جگہ جنرل مانیان کو مقرر کر دیا جو لیون کا فاتح تھا اور دسمبر کے دنوں میں کارنامے انجام دے چکا تھا، خود بونا پارٹ کا بنایا ہوا آدمی تھا، اور لوئی فلپ کے زمانے میں ہی بولون کی فوجی مہم کے سلسلے میں بونا پارٹ کے حمایتی کے نام سے اپنی شہرت کو کم و بیش بٹہ لگا چکا تھا۔

ضابطہ پارٹی نے آئین پرنظرثانی کے بارے میں جو فیصلہ کیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ نہ تو وہ حکمرانی کے قابل ہے، نہ محکومی کے، نہ جینے، نہ مرنے کے، نہ ریپبلک کو قبول کرنے کے، نہ اسے رد کرنے کے، نہ وہ اس حالت میں ہے کہ آئین پر آنچ نہ آنے دے اور نہ اس پوزیشن میں کہ اسے پھینک دے، نہ وہ پریذیڈنٹ سے مل کر کام کر سکتی ہے، نہ اس سے رشتہ توڑ سکتی ہے۔ اب کس سے آس تھی کہ ان سارے تضادوں کو سلجھائے؟ صرف کیلنڈر سے، واقعات کی رفتار سے آس رہ گئی تھی۔ واقعات پر قابو میں رکھنے کی امید اس نے چھوڑ دی تو خود کو واقعات کے قابو میں دے دیا یعنی اس طاقت کے قابو میں دے دیا جسے وہ عوام سے ٹکراتے وقت برابر یکے بعد دیگرے اختیارات سونپتی چلی جا رہی تھی یہاں تک کہ اس طاقت کے آگے ضابطہ پارٹی کے ہاتھ میں کوئی بھی اختیار نہ رہ گیا۔ اور اس غرض کہ انتظامیہ طاقت کے سربراہ کو بغیر کسی روک ٹوک کے میدان میں صاف ملے، کہ وہ اسی پارٹی سے ٹکر لینے کی تدبیریں زیادہ سے اطمینان سے سوچ سکے، بھرپور حملہ کرنے کے ذریعے پکے کر سکے، اپنے ہتھیار چن سکے اور قدم جما سکے، ضابطہ پارٹی نے ایسے نازک لمحے میں فیصلہ کیا کہ خود منظر عام سے ہٹ جائے اور پارلیمنٹ کا اجلاس 10 اگست سے 4 نومبر تک تین مہینے کے لئے برخواست کر دیا جائے۔

اتنا ہی کافی نہ تھا کہ پارلیمینٹری دو بڑے گروہوں میں بٹ گئی اور پھر ان دو گروہوں کے اندر بھی الگ الگ پرزے اڑانے لگے، اوپر سے یہ ہوا کہ پارلیمنٹ کے اندر کی اور باہر کی ضابطہ پارٹی نے ایک دوسرے سے منہ پھیر لیا۔ بورژوازی کی طرف سے زبان اور قلم چلانے والے، اس کے پلیٹ فارم اور اخبار، یعنی بورژوازی کے دماغ اور خود بورژوازی، وہ جو نمائندے تھے اور وہ جن کی نمائندگی کی جاتی تھی دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، ایک کی بات دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ دیہاتی صوبوں میں جائز وارث والے، جن کی نظر محدود لیکن ولولہ بے پناہ تھا، خود اپنے پارلیمنٹری لیڈروں بیریئے اور فالو کے سر الزام تھوپنے لگے کہ وہ بوناپارٹ کے کیمپ سے مل گئے اور ہنری پنجم کو دغا دے گئے۔ ان کے بچکانے دماغوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ کوئی ڈپلومیسی نہیں بلکہ آدمی نے ٹھوکر کھائی ہے۔ تجارتی کاروباری بورژوازی اور اس کے سیاست دانوں میں اور بھی بری طرح اور زور دار لے دے شروع ہو گئی۔ جائز وارث والے تو اپنے سیاست دانوں کو اصولوں سے مکر جانے کا ہی قصوروار ٹھہرا رہے تھے، یہاں کاروباری بورژوازی نے اپنے سیاسی کارندوں کو الٹا ملزم گردانا کہ ایسے اصولوں سے کیوں لپٹے رہے جن کا کچھ فائدہ نہیں تھا۔

میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں کہ جب سے وزارت میں فولد شامل ہوا کاروباری بورژوازی کا وہ حصہ جو لوئی فلپ کے زمانے میں اختیارات کا شریک غالب رہا تھا یعنی اوپر کے الیاتی شرفاء کا حلقہ، وہ بوناپارٹ کا حامی بن گیا۔ فولد نہ صرف یہ کہ شیئر بازار میں بوناپارٹ کی وکالت بلکہ بوناپارٹ کے سامنے شیئر بازار کی وکالت بھی کیا کرتا تھا۔ مالیاتی شرفاء کی پوزیشن ان کے یورپی ترجمان لندن کے اخبار "Economist"(102) کی ایک تحریر میں بڑی خوبی سے بیان ہوئی ہے۔ پہلی فروری 1851 کے شمارے میں "Economist" اخبار نے اپنے پیرس کے نمائندے کا یہ بیان شائع کیا:

"اب ہر طرف سے یہ بیان دئے جا رہے ہیں کہ فرانس کو سب سے مقدم امن وسکون کی ضرورت ہے۔ پریذیڈنٹ کی طرف سے قانون ساز اسمبلی کو جو پیغام بھیجا گیا اس میں بھی یہی جتایا ہے، قومی پلیٹ فارم سے بھی اسی بات کی گونج سنی گئی ہے، اخبار بھی اسی پر زور دے رہے ہیں، گرجا گھر کے ممبروں سے بھی یہی صدا بلند ہے، بے چینی کے ذرا بھی آثار ہوں تو سرکاری رقموں سے کاغذات پر اس کا فوراً اثر ظاہر ہوتا ہے اور انتظامیہ طاقت کی ہر ایک جیت پر سود اپکا رہتا ہے۔ اس سے بھی یہی صاف نظر آ رہا ہے"۔

29 نومبر 1851 کو یہ اخبار اپنی طرف سے لکھتا ہے:

"یورپ کے سارے شیئر بازاروں میں اب پریذیڈنٹ کو نظم ونسق کا پہرے دار مان لیا گیا ہے"۔

اوپر کے مالیاتی شرفاء نے انتظامیہ طاقت سے ضابطہ پارٹی کی پارلیمینٹری کش مکش کو ضابطے میں خلل ڈالنے کا قصور ٹھہرایا اور اس پر پریذیڈنٹ کی ہر ایک فتح یابی کو ضابطے کی فتح کہہ کر سینے سے لگایا۔ یہاں اوپر کے مالیاتی شرفاء سے مطلب صرف وہی سیٹھ ساہوکار نہیں جو بڑے قرضے کا لین دین کرتے ہیں، سرکاری رقمیں بھناتے اور ان پر سٹہ لگاتے ہیں، کہ ان کے مفاد میں سرکاری طاقت کے مفاد کے ساتھ پوری طرح بندھے ہونے کی وجہیں صاف ظاہر ہیں۔ آج کے زمانے میں روپے کا سارا لین دین اور بینک کا کاروبار سرکاری قرضوں کے ساتھ خوب گٹھا ہوا ہے۔ ان کے کاروباری سرمائے کا ایک حصہ لازمی طور سے ان سرکاری سیکیورٹیز میں لگا رہتا ہے جن کا سود ملے اور ہاتھ کے ہاتھ رقم کھری کی جا سکے بینکوں کے ڈپازٹ، یعنی وہ نقد رقم جو بینکوں کے راستے ہو کر بیوپاریوں اور صنعت کاروں میں پھیلی رہتی ہے اس کا ایک حصہ سرکاری قرضوں کے منافع سے آتا ہے۔ جب ہر زمانے میں یہ ہوتا رہا ہے کہ سرکاری طاقت کی مضبوطی تمام نقد سودوں کے بازار اور اس کے بازار کے مہنتوں کے لئے تائید غیبی بنی رہی ہے تو اب اس کے خلاف کیسے ہو سکتا تھا جب کہ ہر آنے والے سیلاب سے یہ خطرہ تھا کہ پرانی ریاستیں بھی ڈوب جائیں اور ساتھ میں ان کے سرکاری قرض بھی؟

صنعتی بورژوازی جسے ضابطے اور نظم ونسق کی رٹ لگی رہتی ہے، وہ بھی پریذیڈنٹ کے ساتھ ضابطہ پارٹی کی پارلیمینٹری چپقلس سے ناراض ہوتی تھی۔ جنرل شنگارنیئے کو برطرف کرنے کے سلسلے میں 18 جنوری کو جو ووٹنگ ہوئی اس کے بعد پارلیمنٹ کے ممبر تییر، آنگلس، سینٹ بیوف وغیرہ کو ان کے اپنے اپنے حلقہ انتخاب کی طرف سے، جو صنعتی علاقوں میں پھیلے تھے، عام نکتہ چینی کا نشانہ بنایا گیا کہ ان لوگوں نے "مونٹین" سے کولیشن بنا کر خصوصیت سے نظم وضبط کے معاملے میں دغا کی ہے۔ جیسا کہ ذکر آ چکا ہے کہ پریذیڈنٹ سے ضابطہ پارٹی کی جو کھینچا تانی چل رہی تھی اس میں جس طرح بڑھ بڑھ کر دعوے کئے گئے، طعنے دیئے گئے اور گھٹیا داؤ پیچ کھیلے گئے ان کی داد کچھ بہتر نہیں ملنے والی تھی تو اب بورژوازی کا یہ حصہ جس کا پارٹی کے نمائندوں سے صرف اتنا تقاضا تھا کہ فوجی طاقت کو اپنی پارلیمنٹ کے ہاتھ سے نکل کر بلا مقابلہ ایسے جاں باز شخص کے قبضے میں جانے دیں جو حکومت پر دانت لگائے بیٹھا ہے اب وہ ان داؤ پیچ کی بھی ضرورت نہ سمجھتا تھا جو پہلے ہی اپنی غرض کو بہت کھیلے جا چکے تھے۔ بورژوازی کے اس حصے نے دکھایا کہ اس کی سماجی مصلحتوں، نجی طبقاتی مصلحتوں اور سیاسی اقتدار کی مصلحتوں

کی خاطر جو بھی کش مکش ہوتی ہے وہ اب اس کے ذاتی کاروبار میں رکاوٹ ڈالنے کے سبب ناگوار گزرتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے۔

اضلاع کے صدر مقامات پر بورژوائی معززین نے جن میں میونسپلٹی کے ممبر، کاروباری عدالتوں کے جج وغیرہ شامل تھے، قریب قریب ہر جگہ، جہاں بوناپارٹ دورہ کرتا پہنچا خوشامدانہ استقبال کیا۔ دی ژون تک میں استقبال ہوا جہاں اس نے قومی اسمبلی پر بے لگام حملے کئے اور خاص کر ضابطہ پارٹی کو نکتہ چینی کا نشانہ بنایا۔ جب تک کاروبار مزے میں چلتا رہا ـ جیسا کہ 1851 کے شروع میں چل رہا تھا، کاروباری بورژوازی کو کسی قسم کے بھی پارلیمنٹری کھینچا تانی برداشت نہ تھی کہ کہیں اس کے کارن بزنس کو نقصان نہ پہنچے۔ جب کاروبار ٹھنڈا پڑا ــــ جیسا کہ فروری 1851 کے آخر سے مستقل خرابی آئی ـ تو وہی کاروباری بورژوازی شکایت کرنے لگی کہ پارلیمنٹری کش مکش کے کارن بزنس اٹک رہی ہے، اسے فوراً ختم کرنا چاہیے تا کہ کاروبار میں پھر سے جان پڑنے کی راہ کھلے۔ آئین پر نظر ثانی کی بحثا بحثی خاص انہیں دنوں چل رہی تھی جب کاروبار مندا تھا۔ چونکہ سارا معاملہ یہ درپیش تھا کہ موجود سرکاری نظام چلنے دیا جائے یا اسے ختم کیا جائے، تو بورژوازی خود کو اور بھی حق بجانب سمجھتی تھی اپنے نمائندوں سے یہ مطالبہ کرنے میں کہ وہ اس اذیت ناک عبوری حالت کو جلدی سے نمٹائیں اور جوڑ جھپڑ جل رہا ہے سے جوں کا توں چلنے دیں۔ اس معاملے میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ عبوری حالت کا خاتمہ چاہنے کا مطلب وہ خوب سمجھتی تھی کہ حالات جوں کے توں باقی رہیں اور ان کا فیصلہ کھٹائی میں ڈال دیا جائے۔ جوڑ جھپڑ جل رہا تھا اسے باقی رکھنے کی صرف دو ہی صورتیں تھیں: یا تو بوناپارٹ کو مختار کل کی حیثیت سے رہنے دیا جاتا یا پھر آئین کی رو سے اسے رخصت کر کے کوے نیا ک کو اس کی جگہ پریذیڈنٹ چن لیا جاتا۔ بورژوازی کا ایک حصہ دوسری صورت کی طرف مائل تھا لیکن وہ اپنے نمائندوں کو اس سے بہتر مشورہ نہ دے سکا کہ وہ خاموش رہیں اور اس دہکتے ہوئے سوال کو چھیڑیں ہی نہیں۔ وہ یہ سوچ بیٹھا تھا کہ اگر اس کے نمائندے زبان نہ کھولیں تو بوناپارٹ عمل نہ کرے۔ وہ شتر مرغ جیسی پارلیمنٹ چاہتا تھا جو اپنا سر ریت میں چھپالے تا کہ جیسا ہوتا آ رہا ہے، ویسا ہی ہوتا رہے۔ اسے یہ پریشانی تھی کہ اس کی پارلیمنٹ کھلے عام آئین کی خلاف ورزی کرنے کو اور اختیارات سے چپ چاپ ہاتھ اٹھانے کو تیار نہیں ہے۔ دیہی حلقوں کی جنرل کونسلیں، جو بڑی بورژوائی کے صوبائی نمائندہ ادارے تھے، انہوں نے قومی اسمبلی کی تعطیل کے دنوں میں 25 اگست کے بعد سے اپنے اجلاسوں پر قریب قریب ایک آواز سے پارلیمنٹ کے خلاف آئین پر نظر ثانی اور بوناپارٹ کے حق میں اعلان کر دیا۔

اپنے پارلیمنٹری نمائندوں سے بورژوازی نے جو بے تعلقی برتی وہ تو تھی ہی مگر اس سے بھی زیادہ غصہ ظاہر کیا اپنے ادبی نمائندوں اور ذاتی اخباروں پر۔ ان سے بورژوازی نے کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی۔ صرف فرانس نہیں بلکہ سارا یورپ حیران رہ گیا یہ دیکھ کر کہ بورژوائی عدالتوں نے ان بورژوا اخبار نویسوں کو جنہوں نے بوناپارٹ کے طاقت ہتھیا لینے کی نیت پر کسی قسم کا حملہ کیا یا ان اخباروں پر جنہوں نے بورژوازی کے سیاسی حق پر انتظامیہ طاقت کی دست درازی کے خلاف ذرا زبان کھولی، کس بے دردی سے جرمانے کئے اور کیسی کیسی قید و بند کی شرمناک سزائیں دیں۔ جیسا کہ میں دکھا چکا ہوں، جب پارلیمنٹ کی ضابطہ پارٹی نے امن و سکون کی ضرورت کا شور مچا مچا کر خود کو نچلا بٹھانے کا سامان کر لیا، جب اس نے دوسرے سماجی طبقوں سے کٹا چھنی کرنے میں خود اپنے ہاتھ سے وہ حالات ڈبو دیئے جو کو داس کی عملداری، ایک پارلیمنٹری عملداری قائم رکھتے، جب اس نے کھلم کھلا کہہ دیا کہ بورژوازی کی سیاسی حمرانی اور اس کی سلامتی یا وجود کا ایک ساتھ رہنا ممکن نہیں، تو پھر پارلیمنٹ سے باہر کے عام بورژوا لوگوں نے بھی پریذیڈنٹ کے آگے جی حضوری کر کے، پارلیمنٹ کو رسوا کر کے، اپنے ہی اخباروں کے ساتھ بیدردی کا برتاؤ کر کے بوناپارٹ کو شہ دے دی کہ وہ اس بورژوازی کے زبانی اور قلمی حمایتوں کو، سیاست دانوں اور اہل قلم کو، تقریری پلیٹ فارموں اور اخباروں کو کچل کر رکھ دے، ان کا صفایا کر دے اور یہ سب اس غرض سے کیا کہ پھر کسی خرخشے کے بغیر بورژوازی ایک طاقتور اور مختار کل حکومت کے سائے میں اپنے ذاتی معاملات کی دیکھ بھال میں لگ جائے۔ بورژوازی نے دو ٹوک اعلان کر دیا کہ وہ خود اپنی سیاسی حکمرانی سے جان چھڑانے کی آرزومند ہے اور اس لئے آرزومند ہے کہ حکمرانی میں مشکلات اور خطرے پیش آئیں گے۔

اور یہ پارلیمنٹ سے باہر کی بورژوازی جسے خود اپنے طبقے کی حکمرانی کی خاطر پارلیمنٹری اور قلمی جدوجہد تک گوارہ نہ تھی، جس نے ان لیڈروں تک کو دغا دی جو یہ جدوجہد چلا رہے تھے، اب یہی بورژوازی پرولتاریہ کو قصوروار ٹھہرانے کی ہمت کرتی ہے کہ وہ خونی مقابلے کے میدان میں، موت و حیات کی کش مکش میں اس کی طرف کیوں نہیں اترا۔ وہ بورژوا جو ہر منٹ اپنے طبقے کے مشترکہ مفاد کو، یعنی سیاسی مقاصد کو چھوٹے چھوٹے ذاتی، گھٹیا اور ذلیل اغراض پر قربان کرتا تھا اور اپنے نمائندوں سے بھی یہی قربانی مانگتا تھا، اب اس پر ہائے واویلا کرتا ہے کہ پرولتاریہ نے اپنے مادی فائدوں کے لئے ہمارے اونچے سیاسی مفاد قربان کر دیئے۔ وہ خود کو نہایت عالی ظرف ہستی قرار دیتا ہے جسے ٹھیک طرح سمجھا نہیں گیا اور جب فیصلے کا وقت آیا تو پرولتاریہ نے اشتراکیوں کے بہکاوے میں پڑ کر اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ ہائے واویلا پوری بورژوازی دنیا میں گونجتی ہے اور یہی آوازیں پلٹتی ہیں۔ یہاں میرا روئے سخن ظاہر ہے کہ جرمن کم ظرفوں کی طرف، سیاسی شاطروں اور ان کے چھٹ بھیاؤں کی طرف نہیں ہے۔ فی الحال میری نظر میں وہی اخبار "Economist" ہے جو 29 نومبر 1851 کو بھی، یعنی سرکار کا تختہ الٹنے جانے سے صرف چار دن پہلے تک بوناپارٹ کو "نظم و نسق کا پہرہ دار" قرار دے رہا تھا اور تیئیر وں اور بیرئے کو "انارکسٹ"۔ اور پھر 27 دسمبر 1851 کو جب بوناپارٹ ان "انارکسٹوں" کو ٹھنڈا کر چکا، تو یہی اخبار چیخ پکار کرتا ہے کہ "گستاخ" بے ادب، بدتمیز اور کوڑھ مغز پرولتاری عوام "نے "سوسائٹی کے درمیان اور اونچے درجے والوں کی ذہانت، لیاقت، تمیز داری، اخلاقی اثر، دماغی صلاحیت اور اخلاقی برتری" کو دغا دی ہے۔ حالانکہ کوڑھ مغز، بدتمیز اور بدطینت لوگ نکلے تو وہ یہی بورژوازی کے لوگ تھے۔

یہ صحیح ہے کہ 1851 میں فرانس کو ایک طرح کا کاروباری جھٹکا لگا۔ فروری کے آخر میں مال کی برآمد 1850 کے مقابلے میں گرنے لگی۔ مارچ میں بیوپار مندا ہوا اور فیکٹریوں پر تالے پڑنے شروع ہو گئے۔ اپریل میں دیہات کے صنعتی حلقوں کی حالت ویسی ہی خستہ نظر آنے لگی جیسے انقلاب فروری والے دنوں میں تھی۔ مئی میں بھی کاروبار کی حالت کچھ سدھری نہ تھی۔ 28 جون تک یہ نوبت پہنچی کہ بینک وف فرانس میں ڈیپازٹ کی بھاری رقموں کے ہوتے ہوئے، مال پر ایڈوانس کی مانگ اتنی ہی گری تھی، رقمیں اٹکی پڑی تھیں اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ پیداوار وہیں ٹھہری ہوئی ہیں۔ کہیں اکتوبر کے وسط میں جا کر پھر سے کاروبار کی حالت کچھ سدھرتی نظر آئی۔ فرانسیسی بورژوازی کا کہنا تھا کہ بیوپار کے اٹکنے کا سبب سیاسی حالات

ہیں، پارلیمنٹ اور انتظامیہ طاقت کی رسہ کشی ہے، ریاست کا ایک عارضی عبوری حالت میں ہونا ہوا اور مئی 1852 کے دوسرے اتوار کو جو خطرناک آثار نظر آتے ہیں وہ بھی اس کا سبب ہیں ۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ سب حالات بھی پیرس میں اور دیہی علاقوں (ڈیپارٹمنٹوں) میں صنعت کی بعض شاخوں پر پست ہمتی کا سایہ ڈال رہے تھے تاہم کچھ بھی ہو، سیاسی حالات کا یہ اثر مقامی تھا اور زیادہ گہرا نہ تھا۔ کیا اس بیان کے لئے اتنا ثبوت کافی نہیں ہے کہ کاروبار کی حالت اکتوبر کے وسط میں سدھرنے لگی؟ یعنی عین اس وقت جب سیاسی صورت حال اور بھی بگڑ چکی تھی، سیاسی افق پر کالی گھٹا چھانے لگی تھی، اور ہر لمحہ یہ نظر آتا تھا کہ ایلی سے ئی محل سے اب کوئی بجلی کڑک کر گرنے والی ہے۔ فرانسیسی بورژوا جس کی "ذہانت، لیاقت، دوراندیشی اور ذہنی صلاحیت" اس کی ناک سے آگے نہیں بڑھنے پاتی، ان دنوں جب لندن میں صنعتی نمائش (103) چل رہی تھی، اپنی کاروباری بدحالی کا سبب ناک کے نیچے دیکھ سکتا تھا۔ ٹھیک اس زمانے میں جب فرانس کے کارخانے بند ہو رہے تھے، انگلینڈ میں تجارتی فرموں کے دیوالے نکلنے شروع ہو گئے۔ اپریل اور مئی کے دوران فرانس میں صنعتی بدحواسی انتہا کو پہنچ گئی۔ اپریل اور مئی کے دوران ہی انگلینڈ میں کاروباری سراسیمگی کی انتہا ہو گئی۔ فرانس کی اونی صنعت کی طرح انگلستان کی اونی صنعت کو بھی چوٹ پہنچی۔ فرانس کے ریشم سازوں کی طرح انگلینڈ کے ریشم سازوں پر بھی زد پڑی۔ یہ صحیح ہے کہ انگلستان کے سوتی مل چلتے رہے، لیکن 1849 اور 1850 کا سا منافع نہیں رہا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ فرانس میں صنعتی بحران آیا تھا اور انگلستان میں تجارتی۔ جن دنوں فرانس کے کارخانے بند پڑے تھے، انگلینڈ میں ان کی سرگرمی بڑھی ہوئی تھی لیکن اس سے پہلے کے برسوں کی سی سازگار فضاء میں کام نہیں کر رہے تھے۔ فرانس میں مال کی برآمد پر زیادہ چوٹ پڑی تو انگلینڈ میں درآمد پر۔ ان دونوں کا مشترک سبب بالکل صاف تھا جس فرانس کے سیاسی افق پر تلاش کرنا بے سود ہے۔ 1849 اور 1850 زبردست مادی خوش حالی کے سال تھے، اور ان میں پیداوار کھپت سے بڑھ گئی جس کا نتیجہ کہیں 1851 میں جا کر معلوم ہوا۔ صنعتی نمائش کے امکانات نے 1851 کے شروع سال میں پیداوار ضرورت سے آگے بڑھادی۔ اس کے علاوہ کچھ اور بھی خاص اسباب مہیا ہو گئے: اول تو یہ کہ 1850 اور 1851 میں کپاس کی فصل کمزور رہی، پھر جتنی کی امید کی جارہی تھی اس سے کہیں زیادہ کپاس آنا یقینی ہو گیا۔ کپاس کے بھاؤ پہلے تو خوب چڑھے پھر ایک دم تیزی سے گرنے لگے، مختصر یہ کہ ان کے داموں میں بہت اونچ نیچ ہو گئی۔ کچے ریشم کی فصل، کم از کم فرانس میں تو اوسط سے بھی بہت کم اتھی۔ اونی مال بننا 1848 کے بعد اتنا پھیل گیا کہ اون کی پیداوار سپلائی میں اس کا ساتھ نہ دے سکی، چنانچہ کچے اون کا بھاؤ اتنا بڑھا کہ دنیا کے مارکیٹ کی تین صنعتوں کے کچے مال کی حالت ہے جہاں رکاوٹ پڑنے کے تین مختلف سبب موجود ہیں۔ ان خاص حالات واسباب کے علاوہ 1851 کا یہ ظاہا سنکٹ سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ فالتو پیداوار اور حد سے بڑھی ہوئی سٹہ بازی کی وجہ سے ہر ایک صنعتی چکر گھومنے میں ہمیشہ گاڑی کہیں کہ کہیں اٹک جاتی ہے اور پھر سارا زور لگا کر جنونی پن سے اس چکر کے آخری حصے کو گھمایا جاتا ہے اور گھماؤ پورا کر کے پھر اسی نقطے پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سے چلے تھے۔ وہ نقطہ ہے عام کاروباری بحران۔ تجارت کی تاریخ میں جب یہ وقفے آتے ہیں تو انگلینڈ میں کاروباری دیوالے نکلنے لگے ہیں اور فرانس کی صنعت ہی چوپٹ ہو جاتی ہے۔ اس کی کچھ تو وجہ یہ کہ تمام منڈیوں سے انگریزوں کے مقابلے کی بدولت اس کا ناطقہ بند کیا جاتا ہے اور ان حالات میں وہ مقابلے پر قدم نہیں جمائے رہ سکتی، اور کچھ یہ وجہ کہ اس کے پاس ایسی صنعت ہے جو (ضرورت کا نہیں) آسائش کا سامان تیار کرتی ہے اور جب بھی لین دین میں کسی طرح کا خلل پڑتا ہے، آسائشی سامان کی صنعت پر خاص کر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح عام بحرانوں کے علاوہ فرانس کے اندر قومی تجارتی بحران بھی آجاتے ہیں جن پر فرانس کے مقامی حالات کا اثر اتنا نہیں پڑتا بلکہ اس سے کہیں زیادہ دنیا بھر کے مارکیٹ کی عام حالت ان بحرانوں کو جدھر چاہے لے جاتی ہے، اور جیسے چاہتی ہے چلاتی اور طے کرتی ہے۔ فرانسیسی بورژوا جن غلط فہمیوں میں مبتلا تھا ان کا انگریزی بورژوا کے سلجھے ہوئے خیالات سے مقابلہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ لیورپول کی ایک بہت بڑی فرم نے 18512 کی اپنی سالانہ کاروباری رپورٹ میں لکھا کہ:

> ''یہ سال جو ابھی تمام ہوا، اب تک کے برسوں میں عجیب گذرا ہے کہ شروع میں اس سے جتنی امیدیں وابستہ کی گئی تھیں، سب کو جھٹلا گیا۔ بجائے اس زبردست خوش حالی کے، جس کی سب نے متفقہ امیدیں لگائی تھیں، یہ سال ایسا ہمت شکن نکلا کہ پچھلے پچیس برسوں میں کبھی اتنی دشواری نہ ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ بات صنعتی طبقے کے نہیں، تجارتی طبقے کے بارے میں صحیح ہے۔ اس سال کے شروع میں بغیر کسی شک وشبہ کے ایسے آثار تھے کہ نتیجہ جو نکلا اس کے برعکس نکلنا چاہئے تھا: مال کا اسٹاک کم رکا تھا۔ سرمایہ افراط سے تھا، خوراک کا سامان سستا اور فصل بہت اچھی نظر آتی تھی؛ یورپ کے امن میں کہیں خلل نہیں تھا اور نہ ملک میں کوئی سیاسی یا مالی دشواری کا سامنا تھا۔ واقعی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تجارت پہلے سے کہیں زیادہ پر پھیلائے گی.... یہ جو الٹا نتیجہ نکلا یہ کس کے سر ڈالا جائے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ درآمد اور برآمد دونوں کا مال حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اگر ہمارے بیوپاری خود اپنی کاروائیوں کو مقررہ حد کے اندر نہیں رکھ سکتے تو پھر توازن قائم رکھنے کی کوئی صورت نہ ہوگی سوائے اس کے ہر تین سال میں ایک دفعہ بدحواسی پھیلا کرے۔''

اب ذرا تصور کریں کہ اس تجارتی بدحواسی میں گھر کر لین دین میں الجھے ہوئے دماغ کے ساتھ فرانسیسی بورژوا کی کیا حالت ہوگی کہ وہ مستقبل عذاب میں مبتلا ہے، چکرا رہا ہے، سرکار کا تختہ الٹنے اور عام رائے دہندگی کا حق بحال ہونے کی افواہوں نے کان کھالئے ہیں، پارلیمنٹ اور انتظامیہ طاقت میں کٹا چھنی ہے، اور لین اور جائز وارث والوں میں الگ صف آرائی ہے، فرانس کے جنوب میں کمیونسٹوں کی سازشیں پھیلی ہیں، نیورے اور شیر کے دیہی حلقوں (ڈیپارٹمنٹوں) میں شورشیں برپا ہیں، پریزیڈنٹ کے عہدے کے لئے کئی امیدواروں کی اشتہار بازی جاری ہے، اخباروں نے بعروں کا بازار چلا رکھا ہے، ریپبلکنوں نے دھمکی دی ہے کہ ہتھیاروں کی مدد سے آئین کو بچائیں گے اور عام رائے دہندگی کا حق دلوائیں گے، ملک سے باہر جلاوطن ہیرا لگ اپنا وعظ سنا رہے ہیں، انہوں نے پیش گوئی کر رکھی ہے کہ مئی 1852 کے دوسرے اتوار کو قیامت کا صور پھونکا جائے گا،___ یہ سب تصور کریں تو سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس ناقابل بیان ہنگامے میں، جہاں ملانے کی، نظر ثانی کی، مدت بڑھانے کی، آئین کی، سازش کی، کولیشن کی، ملک سے باہر بھاگنے کی، طاقت ہتھیانے اور انقلاب برپا کرنے کی چیخ پکار میں کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی، بورژوازی نے بوکھلا کر کیوں اپنی پارلیمینٹری ریپبلک کو چیخ کر ڈانٹا کہ: ''وحشت ناک انجام بہتر ہے اس سے کہ وحشت

کا کوئی انجام نہ ہو!

بوناپارٹ اس چیخ کا مطلب سمجھ گیا۔اس کی سوجھ بوجھ ان قرض خواہوں ی بڑھتی ہوئی بے صبری نے تیز کردی تھای جو دیکھ رہے تھے کہ ہر ایک غروب آفتاب کے ساتھ پریزیڈنٹ کی کرسی کا آخر دن، مئی 1852 کا دوسرا اتوار نزدیک آتا جارہا ہے۔آسمان پرستاروں کی گردش زمینی قرض کی دستاویزوں کو گھور رہی ہے۔ یہ لوگ سچ مچ جوتشی بن گئے تھے۔قومی اسمبلی نے بوناپارٹ کو اس امید سے محروم کردیا تھا کہ اختیارات کی میعاد آئین کے مطابق بڑھادی جائے گی۔ پرنس ژوان ویل کی امیدواری نے اب تذبذب کی مہلت بھی نہیں چھوڑی تھی۔

اگر کبھی کسی واقعے نے ظہور میں آنے سے بہت پہلے اپنا سایہ ڈالا ہے تو وہ بوناپارٹ کے ہاتھوں سرکار کا تختہ الٹنے کا واقعہ ہے۔ بہت پہلے 29 جنوری 1849 کو، چنے جانے کے صرف مہینہ بھر بعد بوناپارٹ نے شنگارنیے سے اس قسم کا خیال ظاہر کردیا تھا۔1849 کی گرمیوں میں اس کے ذاتی وزیراعظم اودی لوں بارو نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اور 1850 کی سردیوں میں تیئر نے کھلے لفظوں میں سرکار کا تختیہ الٹنے کی سیاست کا ذکر کیا۔مئی 1851 میں پیرسنی نے پھر ایک بار شنگارنیے کو ملانے کی کوشش کی۔ Messager de L'Assemble'e (اسمبلی کے رپورٹر) (104) نے اس بات چیت کو بآواز بلند کہہ ڈالا۔ بوناپارٹ کے اخبر ہر ایک پارلیمنٹری ہلچل کے موقع پر سرکار کا تختہ الٹے جانے کا خطرہ دکھاتے رہتے تھے۔بحران جتنا قریب آتا جارہا تھا،ان کے لہجے کی سختی بڑھتی جارہی تھی۔ بوناپارٹ جو نائونوش کی محفلیں ہر رات جمایا کرتا تھا جن میں بنے ٹھنے جعل ساز مذکر و مونث جمع رہتے تھے، جہاں آدھی رات ہونے کو آئی اور فرط شوق میں ان کی زبانیں کھلیں، خیالی گھوڑے بگٹٹ دوڑتے ہی اگلی صبح سرکار کا تختہ الٹنے کے فیصلے سنانے لگے۔تلواریں نیام سے باہر کھینچی جاتیں، جام کھنکائے جاتے، پارلیمنٹ کے ممبران کو کھڑکی سے باہر پھینکا جاتا، سلطنت کا بار بوناپارٹ کے شانوں پر رکھا جاتا، یہاں تک کہ صبح ہوتے ہی یہ منڈلاتے آسیب بکھر جاتے اور حیرت زدہ پیرس کو غیر محتاط خبریں اڑانے والوں اور بے تکلف ادھر ادھر لگانے والوں کی زبانی پتہ چلتا کہ کل رات پھر ایک خطرہ تھا جو اس کے سر سے ٹل گیا ہے۔ستمبر اکتوبر میں تو انقلاب حکومت کی افواہوں نے ذرا بھی دم نہیں لیا۔سائے میں اب رنگین فوٹو پلیٹ کی طرح رنگ آچلا۔ یورپ کے اخبروں سے اگر ستمبر اکتوبر کے ورق الٹے جائیں تو ان میں لفظ بہ لفظ اس مضمون کی اطلاعات ملتی ہیں: ''سرکار کا تختہ الٹے جانے کی افواہیں پیرس میں گرم ہیں، لہا جارہا ہے کہ راجدھانی پر رات کو فوج پھیل جائے گی اور صبح ہوتے فرمان نکل جائیں گے کہ قومی اسمبلی توڑی جاتی ہے، فوج کا علاقہ (سینپارٹمنٹ) محاصرے کی حالت میں ہے، عام رائے دہندگی کا حق بحال کردیا گیا اور قوم کے نام اپیل جاری کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ بوناپارٹ کو ایسے وزیروں کی تلاش ہے کہ ان خلاف قانون فرمانوں کی تعمیل کرسکیں۔'' یہ اطلاعات ہمیشہ ایک بدقسمت لفظ پر تمام ہوتی ہیں: ''ملتوی''۔تختہ الٹنے کی دھن ہمیشہ سے بوناپارٹ کے دماغ میں سمائی ہوئی تھی۔یہی دھن لے کر وہ فرانس واپس آیا تھا۔اور اس پر یہ دھن ایسی سوار تھی کہ مستقل ظاہر ہوتی، اور گفتگو میں زبان سے نکل جاتی تھی۔ بوناپارٹ جب تک کمزور رہا مستقل طور پر اپنے خیال سے مکرتا رہا۔انقلاب حکومت کا سایہ ایک آسیب یا بھوت تھا کہ پیرس والے چلتے پھرتے اس کے اتنے عادی ہوگئے کہ جب وہ گوشت پوست کے وجود میں سامنے اتر آیا تب بھی انہیے یقین ہی نہیں آتا تھا۔پس اگر انقلاب حکومت کامیاب رہا تو اس کی وجہ یہ ہرگز نہیں کہ ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ نے سازش کو بہت ہی خفیہ رکھا تھا،اور قومی اسمبلی بے خبری میں ماری گئی۔پھر بھی اگر اس میں کامیابی ہوئی تو بوناپارٹ کے بے پروائی سے زبان چلانے کے باوجود اور قومی اسمبلی کے اچھی طرح باخبر ہونے کے باوجود، صرف اس لئے ہوئی کہ پہلے سے واقعات کی رفتار کا یہی لازمی اور قطعی نتیجہ نکلنے والا تھا۔

10 اکتوبر کو بوناپارٹ نے اپنے وزیروں سے کہہ دیا کہ وہ عام حق رائے دہی بحال کرنے کا فیصلہ کرچکا ہے۔16 اکتوبر کو انہوں نے استعفے حوالے کردئے۔26 تاریخ کو پیرس میں اطلاع عام ہوئی کہ تھوری ی کی وزارت بن گئی۔اسی وقت پولیس پریفیکٹ (انسپکٹر جنرل) کارلے کی جگہ موپا کو مقرر کردیا گیا۔پہلی فوجی ڈویژن کے افسر اعلیٰ مانیان نے راجدھانی میں نہایت بھروسے کہ پلٹنیں جمع کرلیں۔4 نومبر کو قومی اسمبلی نے اپنا اجلاس شروع کاے۔اسمبلی کو اب اس کے سوا کیا کرنے کو رہا تھا کہ جس راہ پر وہ چل چکی ہے اسے کم فاصلے میں طے کرے، اس پٹے ہوئے راستے کو پرا کرے اور ثابت کردے کہ جب اس کا دم نکل چکا تب دفن کیا گیا ہے۔

انتظامیہ طاقت سے ٹکر لینے میں اسمبلی کے ہاتھ سے جو پہلا مورچہ نکلا وہ وزارت تھی۔اسے یہ نقصان اس ٹھاٹھ سے قبول کرنا پڑا کہ تھوری نی کی جھوٹ موٹ کی وزارت کو سچ مچ کی وزارت مان لیا۔مستقل کمیشن کے سامنے جب مسٹر ژیرونئی کابینہ کی طرف سے پیش ہوئے تو کمیشن والے ہنس پڑے۔عام رائے دہندگی کا حق بحال کرنے کے جیسے بھاری اقدام کے لئے اتنی ہلکی وزارت! مگر لے دے کے ساری غرض اتنی تھی کہ پارلیمنٹ کے ذریعے سے کچھ نہیں کرنا، جو کچھ کرنا ہے پارلیمنٹ کے برخلاف۔

جس دن قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا اسی روز بوناپارٹ کا پیغام آپہنچا جس میں کہا گیا تھا کہ عام رائے دہندگی کا حق پھر سے بحال کیا جائے اور 31 مئی 1850 کا قانون منسوخ کردیا جائے۔اسی روز وزیروں نے اس مطلب کا سرکاری اعلان سامنے رکھ دیا۔قومی اسمبلی نے منسٹروں کی یہ تحریک کہ سرکاری اعلان کی فوری ضرورت ہے، ہاتھ کے ہاتھ رد کردی اور قانون کو بعد میں 13 نومبر کے روز 348 کے مقابلے میں 355 ووٹوں سے منصوخ کردیا۔اس طرح سے اسمبلی نے پھر ایک دفعہ اپنے منڈیٹ کے پرخچے اڑادیے۔ پھر خواہ مخواہ تصدیق کردی کی بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کے آزادانہ ووٹ سے چنی ہوئی ایک جماعت ہو، اب محض ایک طبقے کی غاصبانہ پارلیمنٹ بن چکی ہے، پھر ایک بار تسلیم کرلیا کہ پارلیمنٹ کے دماغ کو قوم کے جسم سے جوڑنے والے رگ پٹھے اس نے خود ہی کاٹ دئے ہیں۔

اگر انتظامیہ طاقت اپنی اس تجویز کے ذریعے کہ عام رائے دہندگی کا حق بحال کیا جائے، قومی اسمبلی میں عوام سے اپیل کررہی تھی، تو قانون ساز طاقت نے کوئسٹروں کا مسودہ قانون پیش کرکے عوام کی طرف سے فوج سے اپیل کی۔ اس مسودہ قانون سے اسمبلی کا منشا یہ تھا کہ فوج کو براہ راست طلب کرنے کا، پارلیمنت کی فوج بنانے کا اپنا حق پوری طرح منوائے۔اس صورت میں جب قومی اسمبلی نے فوج کو اپنے اور لوگوں کے درمیان، اپنے اور بوناپارٹ کے درمیان پنچ مقرر کردیا، ریاست میں فوج کو فیصلہ کن طاقت مان لیا تو پھر اسے یہ

بھی تصدیق کرنی چاہئے تھی کہ اس طاقت کو ہاتھ میں رکھنے کے دعوے سے وہ بہت پہلے ہی دست بردار ہوچکی تھی۔ بجائے اس کے کہ فوراً فوج طلب کرلیتی، اس نے فوج طلب کرنے کے اپنے حق کو بحثا بحثی کا موضوع بنا کر، الٹا یہ ظاہر کردیا کہ خود اپنے کس بل پر بھروسہ نہیں رہا۔ پھر کوئیسٹروں کے مسودہ قانون کو رد کرکے اسمبلی نے اپنی بے بسی بالکل ہی مان لی۔ اس مسودہ قانون کے پاس ہونے میں 108 ووٹوں کی کسر رہ گئی: ''مونٹین'' نے اس کی تقدیر کا فیصلہ کر دیا۔ ''مونٹین'' والوں کی وہ درگت بنی جو بریڈن کے گدھے کی بنی تھی، فرق اتنا کہ گدھے کو گھاس کے دو گٹھوں میں سے ایک چننا تھا جو زیادہ لبھاتا ہو، لیکن یہاں دو طرف سے مار پڑ رہی تھی، اور انہیں وہ مار چننی تھی جس کی چوٹ کراری پڑے۔ ایک طرف سے جنرل شنگارنیے کا خوف، دوسری طرف سے بونا پارٹ کا ڈر ___ ماننا پڑے گا کہ حالت کوئی بہت شاندار نہیں تھی۔

18 نومبر کو ضابطہ پارٹی کے پیش کئے ہوئے قانون میں جو میونسپل الکشنوں کے بارے میں تھا، ایک ترمیم آئی۔ ترمیم یہ کہ میونسپلٹی کے انتخابات میں ووٹ دینے کے لئے حلقۂ انتخاب میں تین سال کے بجائے ایک سال کا قیام کافی سمجھا جائے۔ ایک ووٹ کی کمی سے ترمیم رہ گئی۔ مگر فوراً پتہ چل گیا کہ ایک ووٹ کی کمی اصل میں گننے کی غلطی تھی۔ دشمن گروہوں میں بٹ جانے کی وجہ سے ضابطہ پارٹی بہت پہلے پارلیمنٹ میں آزادانہ اکثریت کھو بیٹھی تھی۔ اب اس نے یہ بھی دکھا دیا کہ پارلیمنٹ کے اندر کسی قسم کی اکثریت باقی نہیں ہے۔ قومی اسمبلی کے بس کی بات نہ رہی کہ فیصلے کرسکے۔ جن ذروں سے وہ مل کر بنی تھی وہ یوں بکھرے کہ اب انہیں جوڑنے والی کوئی تدبیر نہیں رہ گئی۔ اس نے آخری سانس لیا اور جان دے دی۔

آخر جب آفت برپا ہونے میں کچھ ہی دن رہ گئے تھے، پارلیمنٹ سے باہر کی عام بورژوازی نے طے کیا کہ پارلیمنٹ کے اندر کی بورژوازی سے اپنا قطع تعلق دھوم دھام سے دکھا دیا جائے۔ تیئر نے جو پارلیمنٹی ہیرو کی حیثیت سے پارلیمنٹری حماقت کے ناقابل علاج مرض کا خاص کر مارا ہوا تھا، پارلیمنٹ کی موت کے بعد، اسٹیٹ کونسل سے مل کر پارلیمنٹ کے انداز کا ایک نیا شوشہ چھوڑا، یہ کہ ''قانون ذمہ داری'' بنایا جائے۔ مقصد یہ کہ پریزیڈنٹ کو آئین کی حدود میں تھام کر رکھا جائے۔ جس طرح 15 ستمبر کو وہ چکا تھا کہ پیرس میں نئے مارکٹ ہال کی بنیاد رکھتے وقت بونا پارٹ مسانیلو سے کچھ پیچھے نہیں رہا تھا، اس نے منڈی کی عورتوں، یعنی مچھلی والیوں کے دل موہ لئے تھے، اور سچ پوچھئے تو ایک مچھلی والی کس بل میں سترہ چودھریوں کو بھاری پڑتی ہے۔ اسی طرح جب کوئیسٹروں کا مسودہ قانون پیش ہوچکا تھا، اس نے یلی سے تی کے شاہی محل میں اپنے حمایتیوں کو دعوت پر بلا کر رنگ رلیاں منائی تھیں، اس بار بھی 25 نومبر کے دن بونا پارٹ نے صنعتی بورژوازی کو اپنی جیب ڈال لیا، یہ صاحبان سرکس میں جمع ہوئے تھے اس کے دست خاص سے لندن کی صنعتی نمائش کے انعامی تمغے پانے کے لئے۔ یہاں اس نے تقریر کی، اس کا ایک نمائندہ حصہ میں اخبار Journal des De'bats سے نقل کرتا ہوں:

''اتنی انہونی کامیابیاں مجھ کو پھر یہ جتانے کا حق دیتی ہیں کہ فرانسیسی ریپبلک کیا عظمت حاصل کرسکتی ہے اگر اسے یہ موقع مل جائے کہ اس بے چینی کے سبب مستقل نقصان اٹھانے کے بجائے، جو ایک طرف تو تقریر باز پھیلاتے ہیں، دوسری طرف موروثی بادشاہت کے خواب دیکھنے والے یہ ریپبلک اپنے اصلی مفادوں کی فکر کرے اور اپنے اداروں کی اصلاح میں لگ جائے۔ (ہال کے ہر ایک کونے سے زور کی تالیاں بجتی ہیں اور دیر تک تالیوں کی گونج رہتی ہے) بادشاہت کے خوابوں نے، تمام ترقیوں اور صنعت کی تمام شاخوں کا راستہ روک رکھا ہے۔ ترقی کی بجائے محض کش مکش رہ گئی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو پہلے شاہی طاقت اور شاہی Prerogatives (خصوصی اختیارات) پر جان دیتے تھے، اب وہی کنونشن (مقررہ چلن) کے چکر میں پڑ کر اس طاقت کو کمزور کرنے کی فکر میں لگے ہیں جو عام رائے دہندگی حق سے پیدا ہوتی ہے۔ (دیر تک زور زور سے تالیاں بجتی ہیں) ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ جنہوں نے انقلاب کے ہاتھوں سب سے زیادہ نقصان اٹھایا اور سب سے زیادہ اس کے شاکی تھے، وہی نیا انقلاب بھڑکانے کی فکر میں ہیں، وہ بھی اس خاطر کہ قوم کی قوت ارادی کو جکڑ دیا جائے۔۔۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آنے والے زمانے میں امن وسکون ہوگا۔۔۔ وغیرہ وغیرہ (واہ واہ، کے آوازیں بلند ہوتی ہیں)۔

اس طرح سے صنعتی بورژوازی دوسری دسمبر کے انقلاب حکومت پر، پارلیمنٹ کی تباہی پر، خود اپنے اقتدار کی موت پر اور بونا پارٹ کی ڈکٹیٹری پر خوشامدی تالیاں بجا رہی تھی۔ 25 نومبر کو بجنے والی تالیوں کی گونج کا 4 دسمبر کو توپوں کی گرج سے جواب ملا۔ اور موسیو سلاندروز، جس نے سب سے زیادہ تالیاں بجائی تھیں اسی کے مکان پر توپ کے گولے بھی سب سے زیادہ بجے۔

کروموبل نے جب (انگلینڈ میں) لمبی پارلیمنٹ (105) کو توڑا تھا تو وہ تن تنہا پارلیمنٹ کے اندر پہنچا، اپنی گھڑی اتار لی تاکہ جو وقت مقرر کر رکھا تھا اس سے ایک منٹ بھی آگے نہ چلنے پائے، اور ایک ایک ممبر کا مذاق اڑا کر، پھبتی کس کر، مزے لے لے کر پارلیمنٹ سے باہر نکال دیا۔ ی نپولین، جو پہلے کے نمونے والے نپولین سے بہت چھوٹا ہے، اٹھارویں برومیئر قانون ساز ادارے کی طرف چلا اور اگرچہ آواز لرز رہی تھی، تاہم سزائے موت کا فیصلہ پڑھ کر سنا دیا۔ یہ دوسرا نپولین، جس کے ہاتھ کروموبل یا نپولین سے مختلف انتظامیہ طاقت آچکی تھی، اب اس تلاش میں تھا کہ پہلے کی کوئی مثال سامنے رکھے، عالمی تاریخ کی جگ بیتی میں سے نہیں، بلکہ "10 دسمبری سوسائٹی" کے یا فوجداری عدالت کے پرانے کاغذوں میں سے۔ وہ بینک آف فرانس سے ڈھائی کروڑ فرانک قبضا لیتا ہے، دس لاکھ میں جنرل ماتیان کو خریدتا ہے، ہر ایک فوجی پر پندرہ فرانک اور شراب خرچ کرتا ہے، اپنے حوالی موالی کے ساتھ مل کر رات گئے چور کی طرح یہ حکم دیتا ہے کہ جو سب سے خطرناک پارلیمنٹری لیڈر ہیں ان کے مکانوں میں زبردستی گھس کر، کوے نیاک، لموری سیئر، لے فلو، شنگارنیے، شراس، تیئر، باز اور دوسرے لوگوں کو بستر سے گھسیٹا اور جیل میں بھر دیا جائے۔ پیرس کے خاص چوراہوں اور پارلیمنٹ کی عمارتوں پر فوجی پہرہ بٹھا دیتا ہے۔ اور صبح سویرے راجدھانی میں ہر جگہ اس اعلان کے اشتہار لگا دیئے جاتے ہیں کہ قومی اسمبلی اور اسٹیٹ کونسل توڑ دی گئی، عام رائے دہندگی کا حق بحال کر دیا گیا اور سینا کا حلقہ (ڈیپارٹمنٹ) محاصرے کی حالت میں ہے۔ تھوڑا وقت دے کر اخبار "مونیٹر" میں ایک جعلی دستاویز شائع کراتا ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ پارلیمنٹ کے کئی بااثر نمایاں ممبروں نے اس کی تائید میں جمع ہوکر ایک ہنگامی اسٹیٹ کونسل بنائی ہے۔

بچی کھچی پارلیمنٹ جس میں اورلین اور جائز وارث والے شامل تھے، دسویں حلقے کے Mairie (میونسپل ہال) میں جمع ہوئی اور "ریپبلک زندہ باد" کے لگاتار نعروں کی گونج میں

ووٹ کے ذریعے فیصلہ کیا کہ بوناپارٹ کو پریذیڈنٹ کے عہدے سے برطرف کیا جاتا ہے۔عمارت کے سامنے جو ہجوم جمائیاں لے رہا تھا،اس پر ان اپیلوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا، یہاں تک کہ آخر میں افریقی نشانہ بازوں کی حراست میں انہیں اور سٹے کی بارکوں میں،اور وہاں سے قیدی گاڑیوں میں بھر بھر کر مزاس، ہام اور ونیسین جیلوں میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ یوں ضابطہ پارٹی، قانون ساز اسمبلی اور فروری کے انقلاب کا خاتمہ ہوگیا۔ بیان ختم کرنے سے پہلے ہم فروری کے انقلاب کی ایک مختصر تاریخ پر نظر ڈالتے چلیں:

پہلا دور: 24 فروری سے 4 مئی 1848 تک۔فروری کا دور۔تماشے کی تمہید۔عالم گیر برادری کا تماشا۔

دوسرا دور: ریپبلک قائم ہوتی ہے اور آئین ساز قومی اسمبلی بنتی ہے۔(1) 4 مئی سے جون 1848 تک۔سارے طبقے پرولتاریہ کے مقابلے پر نکل آتے ہیں۔ پرولتاریہ کو جون کے دنوں میں شکست۔

(2)۔25 جون سے 10 دسمبر 1848 تک۔خالص بورژوا رپبلکنوں کی ڈکٹیٹری۔آئین کی تیاری۔ پیرس میں محاصرے کی حالت کا اعلان۔10 دسمبر کو بوناپارٹ کا پریذیڈنٹ چنا جانا اور اس کا رن بورژوا ڈکٹیٹری کا ہٹایا جانا۔(3)۔20 دسمبر 1848 سے 28 مئی 1849 تک۔آئین ساز اسمبلی کی بوناپارٹ سے اور اس کے ساتھ مل جانے والی ضابطہ پارٹی سے کش مکش۔آئین ساز اسمبلی کا خاتمہ۔ریپبلکن بورژوازی کی شکست۔

تیسرا دور۔آئینی ریپبلک کا زمانہ اور قانون ساز قومی اسمبلی کا زمانہ۔

1۔28 مئی 1849 سے 13 جون 1849 تک۔چھوٹی حیثیت کی بورژوازی اور بوناپارٹ سے مقابلہ۔چھوٹی بورژوازی کی ڈیموکریسی کو شکست۔

2۔13 جون 1849 سے 31 مئی 1850 تک۔ضابطہ پارٹی کی پارلیمنٹری ڈکٹیٹری۔یہ پارٹی عام رائے دہندگی کا حق ہٹا کر اپنا راج ختم کر لیتی ہے۔لیکن پارلیمنٹری وزارت کھو دیتی ہے

3۔31 مئی 1850 سے دوسری دسمبر 1851 تک پارلیمنٹری بورژوازی اور بوناپارٹ کے درمیان کش مکش۔

(ب)۔12 جنوری 1851 سے 11 اپریل 1851 تک۔انتظامی طاقت کو اپنا فرمانبردار رکھنے میں پارلیمنٹ ناکام ہوتی ہے۔ضابطہ پارٹی پارلیمنٹ میں اپنی اکثریت کھو دیتی ہے۔ رپبلکنوں اور "مونٹین" والوں کے ساتھ کولیشن بنا لیتی ہے۔

(ج) 11 اپریل سے 9 اکتوبر 1851 تک۔آئین پر نظر ثانی، اختلاف کی جگہ میل، میعاد میں توسیع کی کوششیں۔ضابطہ پارٹی کے سب اجزاء بکھر کر اپنی اصلی حالت پر واپس۔بورژوائی پارلیمنٹ اور بورژوائی اخبارات کا عام بورژوازی سے قطع تعلق۔

(د)۔9 اکتوبر سے دوسری دسمبر 1851 تک۔پارلیمنٹ اور انتظامیہ طاقت میں صاف قطع تعلق۔پارلیمنٹ کی موت۔خود اپنے طبقے نے، فوج نے اور باقی دوسرے طبقوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ڈوب گئی۔پارلیمنٹری عملداری اور بورژوا عملداری اور بورژوا حکمرانی کا خاتمہ۔بوناپارٹ کی فتح۔سلطنت کی بحالی کا منہ چڑایا جانا۔

7

انقلاب فروری (1848) کی شروعات میں سماجی ریپبلک زبان پر چڑھا ہوا ایک جملہ پیش گوئی معلوم ہوتی تھی۔جون 1848 کے دنوں میں وہ پیرس کے پرولتاریہ کے لہو میں ڈبو دی گئی۔یہ لہو ڈرامے کے اگلے ایکٹوں میں سر چڑھ کر بولتا ہے۔منظر عام پر ڈیموکریٹک ریپبلک نمودار ہوتی ہے۔13 جون 1849 کو یہ ریپبلک اپنی چھوٹی حیثیت کی فراری بورژوازی کے ساتھ نظروں سے غائب ہو جاتی ہے۔لیکن بھاگتے میں وہ پوری قوت سے اپنے ڈنکے بجاتی ہے ۔اب پارلیمنٹری ریپبلک بورژوازی سمیت سارے اسٹیج پر قبضہ کر لیتی ہے۔تمام گنجائشوں میں پھیل پڑتی ہے لیکن دوسری دسمبر 1851 کی تاریخ متحدہ شاہ پرستوں کی "ریپبلک زندہ باد" کی وحشت زدہ چیخوں میں اسے دفنا دیتی ہے۔

فرانس کی بورژوازی کو محنت کش پرولتاریوں کا غلبہ گوارہ نہیں تھا، تو اس نے آوارہ گرد پرولتاریہ کو "10 دسمبری سوسائٹی" کے سرغنہ سمیت قبضہ دے دیا۔بورژوازی نے لال نراج کا ہوا دکھا کر فرانس کے ہوش اڑا رکھے تھے ____ بوناپارٹ نے اسی خوف کو بھنا لیا جب نشے میں دھت ضابطے کی فوج نے اس کے حکم سے 4 دسمبر کو نامور بورژواؤں پر گولیاں چلائیں جو مون مارتر بلوار اور اطالین بلوار میں اپنی کھڑکیوں میں کھڑے تھے۔بورژوازی تلوار کو دھونس دیتی تھی۔تلوار نے اسی کو دبا لیا۔بورژوازی نے انقلابی پریس کو کچلا تھا۔خود اسی کا پریس کچل دیا گیا۔وہ عام جلسوں پر پولیس کا پہرہ بٹھاتی تھی۔اب اسی کی نشست گاہوں پر پولیس لگی ہوئی ہے۔اس نے جمہوریت پسند نیشنل گارڈ کو توڑا تھا۔اب خود اسی کا نیشنل گارڈ توڑ دیا گیا۔اس نے محاصرہ کی حالت عائد کی تھی، اب خود اس کا محاصرہ ہو گیا ہے۔اس نے عدالتوں کی جگہ فوجی کمیشن بٹھائے تھے، اب اس کی عدالتوں کی جگہ فوجی کمیشنوں نے لے لی ہے۔اس نے تعلیم عامہ کو پادریوں کے قبضے میں دے دیا تھا، اب پادری خود اسی کے اسکولوں پر چھائے ہوئے ہیں۔اس نے لوگوں کو بغیر مقدمہ چلائے جلاوطن کیا تھا، اب اسے مقدمہ چلائے بغیر ملک بدر کیا جا رہا ہے۔اس نے سماج میں بے چینی کی ہر ایک لہر کو سرکاری طاقت سے دبایا تھا، اب اس کی سوسائٹی کی ہر ایک لہر کو سرکاری طاقت سے دبا رہی ہے۔اس نے اپنے تجوری کے خبط میں خود اپنے ہی سیاست دانوں اور اہل قلم کے خلاف ہنگامہ کھڑا کیا تھا، اب ان سیاست دانوں اور اہل قلم کو بے دخل کر دیا گیا، منہ پر تالے لگانے اور قلم توڑ دینے کے بعد اس کی تجوری پر ہاتھ ڈالا جا رہا ہے۔بورژوازی کبھی نہیں تھکی، انقلاب کو زور سے اسی طرح ڈانٹتی تھی جیسے سینٹ آرسینی نے عیسائیوں کو ڈانٹا تھا کہ "بھاگ جاؤ، خاموش، نیچے بیٹھو" اب بورژوازی کو بوناپارٹ انہی

لفظوں میں ڈانٹ رہا ہے: بھاگ جاؤ، خاموش، نچلے بیٹھو!" فرانسیسی بورژوازی نے نپولین کی گتھی کا حل بہت زمانے پہلے معلوم کرلیا تھا، گتھی تھی: "پچاس سال کے اندر یورپ یا تو رپبلکن ہوجائے یا قزاق۔" حل یہ معلوم کیا کہ یورپ "قزاقی رپبلک" ہوجائے۔ علم سفلی کے کسی ماہر سیر تسئے جادوگرنی کی ضرورت نہیں تھی جو بورژوازی رپبلک کے اس شاہکار کو بدل کر بھیانک دیو بنادے۔ اب بھی کیا بگڑا ہے! رپبلک کی صرف ظاہری شان میں ہی فرق آ گیا۔ موجودہ فرانس (یعنی 1851 کے انقلاب حکومت کے فوراً بعد۔) پارلیمنٹری رپبلک کی بنی بنائی شکل میں موجود تھا۔ صرف ایک سنگین بھونکنے کی کسر تھی کہ غبارہ پھٹے اور دیو کود کر آنکھوں کے آگے آجائے۔

پیرس کے پرولتاریہ نے دوسری دسمبر کے بعد بغاوت کے لئے سر کیوں نہیں اٹھایا؟

بورژوازی کو چت کرنے کا ابھی حکم ہی نکلا تھا، حکم کی تعمیل نہیں ہوئی تھی۔ اگر پرولتاریہ کی طرف سے کوئی سنجیدہ بغاوت اُٹھتی تو وہ بورژوازی میں پھر سے جان ڈال دیتی، اس کا فوج سے میل ملاپ کرادیتی اور مزدوروں کو دوبارہ جون کی سی شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔

4 دسمبر کو بورژوازی اور دکانداروں نے پرولتاریہ کو اکسایا کہ وہ مقابلے کے لئے بڑھے۔ اسی روز شام کو نیشنل گارڈ کے کئی دستوں کا وعدہ تھا کہ میدان میں ہتھیار اور وردی سجا کر نکلیں گے۔ بات یہ تھی کہ بورژوا اور دکاندا کو پتا چلا کہ بوناپارٹ نے ایک فرمان ایسا بھی نکالا جس کے ذریعے دوسری دسمبر سے خفیہ ووٹنگ کا طریقہ منسوخ کر دیا گیا اور حکم ہوا ہے کہ آئندہ سرکاری رجسٹروں میں اپنے نام کے آگے "ہاں" "یا" "نہیں" لکھا کریں۔ 4 دسمبر کی مخالفت سے بوناپارٹ ڈر گیا۔ اسی رات پیرس کے تمام چوروہوں پر اس کے حکم یہ اعلان لکھ کر لگا دئے گئے کہ خفیہ ووٹنگ باقی رکھی جاتی ہے۔ بورژوا اور دکانداروں نے سوچا کہ مطلب نکل گیا اور دوسری صبح وہی تھے جنھوں نے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا۔

پہلی اور دوسری دسمبر کی درمیانی رات میں اچانک چھاپے مار کر بوناپارٹ نے پیرس کے پرولتاریہ کو اس کے لیڈروں، یعنی بیری کیڈ (سڑک کی روک) کے ذمہ داروں سے محروم کر دیا۔ اب یہ بے سری فوج رہ گئی، جس کی یادوں میں جون 1848 اور 1849 اور مئی 1850 کے دنوں کی تلخی موجود تھی اور اس ناگواری کے ہوتے وہ "مونٹین" کے جھنڈے تلے لڑنے پر ذرا بھی آمادہ نہ تھی۔ اس نے اپنے ہراول دستے یعنی خفیہ سوسائٹیوں کی طرف یہ ذمہ داری بڑھادی کہ پیرس کی باغیانہ شان باقی رکھی جائے جس شان کو بورژوازی نے فوجیوں کے قدموں میں ڈال کر ایسا بٹہ لگایا تھا کہ بعد میں بوناپارٹ نے نیشنل گارڈ سے ہتھیار رکھواتے وقت یہ زہریلا کٹیلا شوشہ چھوڑا کہ: اندیشہ ہے کہ انارکسٹ ان ہتھیاروں کو خود نیشنل گارڈ پر ہی آزمائیں گے۔

"بس یہ ہے مکمل اور آخری فتح سوشلزم کی" ان لفظوں میں گیزو نے دوسری دسمبر کے واقعے کا خلاصہ کیا۔ لیکن اگر پارلیمنٹری رپبلک کا تختہ الٹنا اپنے اندر پرولتاری انقلاب کے جراثیم چھپائے ہوئے تھا اس کا فوری اور ٹھوس نتیجہ تو یہی نکلا کہ بوناپارٹ کو پارلیمنٹ پر فتح ہوئی، انتظامیہ طاقت کو قانون ساز طاقت پر اور محض طاقت کو، جس پر لفاظی منڈھی ہوئی نہیں تھی، لفاظی کی طاقت پر فتح ہوگئی۔ پارلیمنٹ میں قوم نے اپنے متفقہ منشا کو ایک قانون کی صورت دے دی، یوں کہنا چاہیے کہ حاکم طبقے کے قانون کو اس نے اپنا متفقہ منشا بنالیا۔ انتظامیہ طاقت کے سامنے کسی ذاتی منشا پر زبان کھولنے کی جرات نہیں، اب وہ غیر کی مرضی، یعنی حکم چلانے والے کی مرضی کے آگے سر جھکاتی ہے۔ قانون ساز طاقت کے مقابلے پر انتظامیہ طاقت، قوم کی خود انتظامی کے بجائے اب اس کی ماتحتی (Heteronomy) ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح سے فرانس نے پورے ایک طبقے کی اندھیر گردی سے نجات پالی، گویا محض اس لئے نجات پائی کہ فرد واحد کی اندھیر گردی سے نجات پالی، گویا محض اس لئے نجات پائی کہ فرد واحد کی اندھیر گردی کا حکم بجالائے، ایک ایسے شخص کے کلی اختیار کا حکم جسے حکم چلانے کا اختیار ہی نہیں دیا گیا۔ ساری کش مکش یہاں پہنچ کر تمام ہوگئی کہ سب طبقے ایک جیسی بے بسی، ایک جیسی بے نوائی کے ساتھ بندوق کے دستے کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔

مگر انقلاب کی جڑ بنیاد ہوتی ہے۔ اسے ابھی مقام اعراف سے گزرنا ہے۔ اپنا کام قاعدے سے پورا کرنا ہے۔ دوسری دسمبر 1851 تک اس نے تیاری کا آدھا کام کرلیا، اب آدھا کرنا باقی ہے۔ پہلے تو اس نے پارلیمنٹری طاقت کو تکمیل تک پہنچایا تاکہ اس کا الٹنا ممکن ہوجائے۔ اب وہ کام پورا ہوگیا تو انتظامیہ طاقت کو اس کے کمال تک پہنچانا ہے، اس مقام تک لے جانا ہے کہ وہ کھلے روپ میں خود کو ظاہر کرے۔ پھر اسے الگ تھلگ کرنا ہے، اسے ٹھیک اپنے مقابل لانا ہے کہ ایک نشانہ بندھ جائے اور پھر تباہی مچانے والی اپنی ساری طاقتوں کو اسی کے خلاف سمیٹا جائے۔ اور جب انقلاب پیش بندی کے اس باقی آدھے کام کو پورا کرلے گا تو پھر یورپ اپنی جگہ جگہ سے اچھل اچھل کر داد دے گا" واہ رے بجو، اندر ہی اندر خوب، زمین کھودتے ہو (شکسپیئر "ہیملٹ" کا پہلا ایکٹ، پانچواں منظر)"

یہ انتظامیہ طاقت جس کے پاس سرکاری نوکریوں اور فوج کی زبردست تنظیم ہے، جس کے پاس نہایت پیچدار ارار مصنوعی سرکاری مشین ہے، پانچ لاکھ کی فوج یہ ہیبت ناک اور مفت خورا نجر پنجر، جو سارے فرانسیسی سماج کو اپنے شکنجے میں کسے ہوئے ہے، اور اس کے سارے مسامات کو بند کئے ہوئے ہے، یہ انتظامیہ طاقت اپنی مرضی کی مالک بادشاہت کے زمانے میں عالم وجود میں آئی تھی، جب جاگیرداری نظام زوال آمادہ تھا اور اسی جکر بندی نے اس کے زوال کی رفتار بھی تیز کردی۔ زمینداروں اور شہروں کو جو چودھراہٹ نصیب تھی وہی سرکاری طاقت کے بہت سارے خانوں میں تبدیل ہوگئی۔ جو لوگ جاگیرداری میں عزت والے تھے وہ تنخواہ یافتہ سرکاری ملازم بن گئے، جو لوگ جاگیرداری میں عزت والے تھے وہ تنخواہ یافتہ سرکاری ملازم بن گئے۔ قرون وسطٰی کے ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے اختیارات کا جو رنگ برنگا نقشہ تھا وہ سرکاری طاقت کے ایک ایسے باضابطہ مقررہ نقشے میں ڈھل گیا جہاں محنت کی تقسیم اور مرکزیت ٹھیک اسی انداز پر ہے جیسے کارخان میں ہوتی ہے۔ پہلا انقلاب فرانس، جسے یہ فرض انجام دینا تھا کہ تمام مقامی، جگہ جگہ، علاقے علاقے کی، شہروں اور صوبوں (مضافات) کی خاص حکمرانی کا خاتمہ کرے تاکہ پوری قوم کی شہری وحدت بنائی جائے، اب وہ کام بھی اسے اور آگے بڑھانا پڑا جو اپنی مرضی کی مالک بادشاہت نے شروع کیا تھا، یعنی سب کو ملا کر مرکزیت قائم کرنا۔ مگر اسی کے ساتھ حکومت کی طاقت سے کام لینے والوں کا دائرہ، ان کے عہدے اور حیثیت اور ان کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ پھیل گئی۔ نپولین نے یہ سرکاری مشین بنا کر

تیار کی۔ جائز وارث والوں کی بادشاہت اور جولائی کی بادشاہت، دونوں نے اس کے سوا کچھ نہ کیا کہ کاموں کے خانے اور بڑھا دئے اور وہ اتنے ہی بڑھے جتنی بورژوا سماج کے اندر محنت کی تقسیم نے مفادوں کے نئے نئے گروپ بنائے، نتیجہ یہ کہ سرکاری نظم ونسق کے نئے سروسامان پیدا ہوتے چلے گئے۔ ہر قسم کا مشترکہ مفاد باقی سماج سے کاٹ کر خود سماج کے مقابل اس طرح رکھ دیا جاتا جیسے اس سے بلندتر اور سبھی کا ایک مفاد ہے، وہ کاموں کے اس دائرے سے نکل جاتا جو سماج کے ممبر آپس میں مل کر خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ اب وہ حکومت کی کارکردگی کی چیز بن جاتا ___ کسی گاؤں کی برادری کے لئے پل، اسکول کی عمارت، یا پنچائیتی ملکیت سے لے کر ریلوے، قومی ملکیت اور فرانس کی قومی یونیورسٹی تک یہ حال ہوا۔ آخر پارلیمنٹری ریپلک کو انقلاب کا مقابلہ کرتے وقت مجبور ہونا پڑا کہ زور زبردستی کی تدبیروں کے ساتھ ساتھ حکومت کی طاقت کے ذریعوں اور ان کی مرکزیت کو بھی زیادہ مضبوط کیا جائے۔ تمام انقلابات اس مشین کو توڑنے کے بجائے اسے اور پکا کر دیتے تھے۔ ایک کے بعد ایک پارٹی جو غلبہ پانے کے لئے میدان میں اتری، اسے یہی فکر رہی کہ اس گراں ڈیل سرکاری درودیوار کو اپنے قبضے میں کر لے تو فتح کا سب سے بڑا مال غنیمت ہاتھ آجائے گا۔

مختارکل بادشاہت کے زمانے میں، پہلے انقلاب فرانس کے دنوں میں، نپولین کے ہوتے، نوکرشاہی صرف ایک ذریعہ تھی اس تیاری کا کہ بورژوازی اپنے طبقے کا راج قائم کرے۔ جب شاہی بحالی کا زمانہ آیا، لوئی فلپ نے اختیار سنبھالا اور پھر پارلیمنٹری ریپلک قائم ہوئی تو نوکرشاہی جو اپنی طاقت بنانے کی دھن میں تھی حاکم طبقے کا اوزار بن کر رہ گئی۔

صرف یہی دوسرے بوناپارٹ کا زمانہ ایسا آیا کہ اسٹیٹ خود اپنی مالک ومختار معلوم ہوتی ہے۔ اسٹیٹ کا کام چلانے والی مشین نے ملکہ سماج کی نسبت سے خود اپنی حیثیت اتنی مضبوط کر لے ہے کہ "10 نمبری سوسائیٹی" کے سرغنہ کی سرکردگی میں اپنا کام چلا سکتی ہے، ایک ایسے منچلے کی سرکردگی میں جو غیر ملک سے آٹپکا، نشے میں دھت فوجیوں نے اسے ڈھال کی طرح آگے کر لیا جنہیں اس نے شراب اور سوکھا گوشت کھلا پلا کر خرید لیا اور بار بار گوشت کے ترلقموں سے خوش رکھنا پڑتا ہے۔ اسی لئے اب فرانس کا دل ڈوبا ہوا ہے، اتھاہ گراوٹ اور ذلت کا احساس سینے پر پتھر بن گیا ہے کہ وہ چین سے سانس بھی نہیں لے سکتا۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ عزت آبرو خاک میں مل گئی۔

تاہم سرکاری طاقت کوئی ہوا میں معلق نہیں ہے۔ بوناپارٹ ایک طبقے کا نمائندہ ہے، وہ بھی ایسے طبقے کا جو فرانسیسی سماج میں سب سے بڑی بھاری تعداد رکھتا ہے۔ یعنی چھوٹی کاشت والے (parzellen) کسانوں کا۔

اسی طرح کسانوں کا شاہی خاندان معلوم ہوتے ہیں یعنی فرانس کے بالکل معمولی عام لوگوں کا۔ کسانوں کی پسند کا بوناپارٹ وہ نہیں تھا جو بورژوا پارلیمنٹ کے ماتحت تھا، بلکہ ان کی پسند کا بوناپارٹ وہ ہے جس نے اس پارلیمنٹ کو توڑ کر باہر کر دیا۔ تین سال تک شہروں کا بس چلا کہ وہ دس دسمبر کے الیکشنوں کا مطلب پلٹتے رہے اور کسانوں کو جو آس تھی کہ بادشاہی پھر بحال ہو جائے گی، اسے فریب دیتے رہے۔ 10 دسمبر 1848 کو جو الیکشن ہوئے تھے، اب جا کر دوسری دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت میں ان کا اصلی وجود سامنے آیا ہے۔

چھوٹی کاشت کے کسان بڑی بھاری آبادہ ہیں۔ یہ لوگ ایک جیسے حالت مین زندگی بسر کرتے ہیں البتہ ان کے آپس میں طرح طرح کے تعلقات نہیں ہوتے۔ خود پیداواری طریقہ انہیں باہم نتھی کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے الگ کر کے رکھتا ہیت۔ فرانس کے اندر راستوں اور سڑکوں کی خراب حالت اور کسانوں کی غریبی بھی انہیں الگ تھلگ رکھنے میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ ان کی پیداواری زمینیں، چھوٹے چھوٹے کھیت نہ تو کاشتکاری میں محنت کی تقسیم ہونے دیتے ہیں، نہ سائنس کا استعمال، نتیجہ یہ کہ ترقی یا تبدیلی کی کوئی رنگارنگی بھی ان میں اثر نہیں کرتی، ذہانت یا ہنرمندی کے درجے بھی نہیں بن پاتے، اور سماجی تعلقات کی کسی قسم کی دولت بھی نصیب نہیں ہوتی۔ ایک ایک کسان گھرانہ خود اپنے بل پر کام چلا لیتا ہے اور اپنی ضروریات کی بیشتر چیزیں خود ہی بنا لیتا ہے، گذر اوقات کا جو سامان درکار ہے، اس کے لئے سماج سے لین دین کرنے کی بجائے، وہ فطرت سے معاملہ کر کے خود مہیا کر لیتا ہے۔ چھوٹی سی کاشتکاری، دوسرا کسان اور اس کا کنبہ۔ ایسے کئی ایک یونٹ مل کر گاؤں اور کئی گاؤں کی ڈھیری ایک ڈیپارٹمنٹ (حلقہ) ہو جاتی ہے۔ اس صورت سے فرانسیسی قوم کی بڑی بھاری آبادی ایک ایک یونٹ سے مل کر بنی ہے، جیسے آلوؤں کی بوری ایک ایک آلو اور بوری سے مل کر بنتی ہے، جب لاکھوں خاندان ایسے معاشی حالات میں رہتے ہیں کہ ان کا رہن سہن، ان کے مفاد اور تعلیم وتربیت دوسرے طبقوں کے رہن سہن، مفاد اور تعلیم وتربیت سے الگ بھی پہچانے جائیں اور ان کے بالکل برخلاف بھی، تو وہ ایک طبقہ بن جاتے ہیں۔ اب چونکہ چھوٹی کاشت والے کسانوں کے درمیان صرف مقامی رشتے رہتے ہیں اور ان کے مفادوں کی یکسوئی ان میں نہ تو کوئی یگانگی پیدا کرتی ہے، نہ کسی قومی رشتے کو ابھارتی ہے، نہ کسی سیاسی تنظیم کو، اس لئے وہ مل کر ایک طبقہ نہیں بن پاتے۔ لہٰذا وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ اپنے طبقے کے مفاد کو خود اپنے نام پر بچا سکیں، چاہے وہ پارلیمنٹ کے توسط سے ہو یا کنونشن کے وسیلے سے۔ وہ خود اپنی نمائندگی نہیں کر سکتے، دوسروں کو ان کی نمائندگی کرنا پڑتی ہے، جو ان کی طرف سے کھڑا ہوا سے نمائندگی کرنے کے ساتھ ان کا مالک، صاحب اختیار اور ان سے اوپر بھی ہونا چاہئے، حکومت کی ایسی طاقت ہو جس کا ہاتھ نہ روکا جا سکے، ان کے لئے دوسرے طبقوں کے مقابل سینہ سپر ہو جائے اور اوپر سے بارش اور دھوپ نازل کیا کرے۔ لے دے کر حاصل یہ کہ چھوٹی کاشت والے کسانوں کا سیاسی اثر خود کو گویا ایسی انتظامیہ طاقت میں سامنے لاتا ہے جو سماج کو اپنا ماتحت بنا کر رکھے۔

تاریخی روایت نے فرانسیسی کسانوں کے دل میں یہ وہمی اعتقاد ڈال رکھا ہے کہ نپولین نام کا آدمی ہوگا جو انہیں کھوئی ہوئی نعمتیں دلوائے گا۔ آخر ایک آدمی نکل آیا جو خود کو وہی شخص موعود بتاتا ہے اور وجہ محض یہ کہ اس کا نام بھی نپولین ہے ایک قانونی دفعہ کے بل پر ___ ضابطہ نپولین (code Napole'on) "کسی کے باپ کی چھان بین کرنا منع ہے۔" بیس برس کی آوارہ گردی اور ناگفتنی واقعات کا ایک سلسلہ پورا کرنے کے بعد آخر پیش گوئی پوری ہوئی اور وہ آدمی فرانس کا شہنشاہ بن گیا۔ بڑے نپولین کے بھتیجے کے دل میں جو لگن تھی پوری ہو گئی، کیونکہ اتفاق سے یہی لگن فرانسیسی سماج کے اس طبقے کو بھی تھی جو تعداد مین اوروں سے کہیں زیادہ ہے۔

یہاں مجھے ایک اعتراض ہو سکتا ہے: یوں ہے تو پھر آدھے فرانس میں کسانوں کی بغاوتیں کیا معنی؟ کسانوں پر فوج کے چھاپے، ان کی دھڑ ادھڑ عام گرفتاریاں اور جلاوطنی کیسی؟

لوئی چاردہم کے زمانے سے آج تک فرانس میں کبھی ’’لفظی رعب داب کے بدلے‘‘ کسانوں کا ایسا پیچھا نہیں لیا گیا تھا۔

میری بات کا غلط مطلب نہ نکالا جائے۔ بوناپارٹ خاندان انقلابی کسانوں کی نہیں، قدامت پسند کسانوں کی نمائندگی کرتا ہے، اس کسان کی نہیں جو اپنے سماجی وجود، یعنی چھوٹی کاشت کے تنگ دائرے سے نکلنے کے لئے بیتاب ہے، بلکہ اس کسان کی جو چھوٹی کاشت اوران حالات کو مضبوط کرنا چاہتا ہے، دیہات کی اس آبادی کی نمائندگی نہیں کرتا جو شہروں سے ملنے کے لئے بیتاب ہے اورخود اپنے بل پر بوسیدہ نظام کو الٹ دینا چاہتا ہے بلکہ اس دیہاتی آبادی کی جو اسی پرانے نظام کے اندر گھٹا پڑا ہے اور سلطنت کے پرشھانویں سے امیدوار ہے کہ وہ اسے بچالے گا اوراس کی حیثیت بنائے رہے گا۔ بوناپارٹ کا خاندان کسان کی روشن خیالی کا نہیں، بلکہ اس کی وہم پرستی کا، اس کی قوت فیصلہ کا نہیں، بلکہ اس کے تعصب کا، اس کے مستقبل کا نہیں، اس کے ماضی کا، اس کے جدید سیوینے کا نہیں، اس کے جدید وینڈیئے (106) کا نمائندہ ہے۔

پارلیمنٹری ریپبلک کے تین سال کے بے درد راج نے اگر یہ درست ہے کہ صرف اوپر سے ہی کھرچا تھا، تاہم فرانسیسی کسانوں کے ایک حصے کے دماغ سے نپولین کا وہم وگمان نکال دیا اوراس میں انقلابی جذبہ بیدار کر دیا۔ لیکن جوں ہی وہ حرکت میں آتے، بورژوازی انہیں سختی سے کچل دیتی تھی۔ پارلیمنٹری ریپبلک کے دنوں میں فرانسیسی کسان کے شعور میں نئے خیالات اور پرانی روایات کے درمیان کشمکش چلتی رہی۔ یہ سلسلہ اسکول ماسٹروں کی اس جدوجہد کی صورت میں پھوٹ نکلا جو انہوں نے پادریوں کے مقابلے پر چھیڑی تھی اور بورژوازی نے اسکول ماسٹروں کو ڈانٹ کر چپ کر دیا۔ کسانوں نے پہلی بار پورا زور لگایا کہ حکومت کی کارگذاری کے تعلق سے اپنی آزادانہ پوزیشن قائم کریں۔ یہ حقیقت یوں کھل کر سامنے آئی کہ میئروں (دیہات کے سرپنچوں) اور پریفیکٹوں (سرکاری حاکموں) کے درمیان مستقل ٹکر رہنے لگی۔ بورژوازی نے میئروں کو ہر بار بے دخل کر دیا۔ آخر یہ ہوا کہ فرانس کے مختلف علاقوں میں، پارلیمنٹری ریپبلک کے زمانے میں کسان خود اپنی ہی اولاد، یعنی فوج کے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بورژوازی نے انہیں محاصرے کی حالت میں لے کر اور تعزیری فوج بھیج کر سزا دی۔ اوراب یہی بورژوازی عوام کی کوڑھ مغزی کو، اس گھناؤنے ہجوم عام کی جان کو رو رہی ہے جو گویا بوناپارٹ سے مل کر دھوکا دے گیا۔ اس نے بزور بازو کسان طبقے میں سلطنت پرستی کے جذبے کو تقویت پہنچائی ہے، اس نے حالات کا وہ رخ بنائے رکھا جو زمین تیار کرتا ہے اس کسانی عقیدے کے اگنے اور پھلنے پھولنے کے لئے۔ سچ بات یہ کہ عوام جب تک قدامت پرست رہیں، بورژوازی کو ان کی نادانی سے ڈر لگیا ہے اور جب وہ انقلابی رنگ میں رنگ جائیں تب ان کی دانائی سے ہول چڑھتا ہے۔

انقلاب حکومت کے بعد جو بغاوتیں اٹھیں، ان میں فرانسیسی کسانوں کے ایک حصے نے ہتھیار اٹھا کر اس شخص کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کیا جسے خود ہی 10 دسمبر 1848 میں ووٹ دے کر چنا تھا۔ 1848 کے بعد سے جس اسکول میں وہ رہے اس نے ان کی عقلوں پر دھار رکھ دی۔ لیکن انہوں نے اپنے عقل وہوش تاریخ کی پوشیدہ قوت کے ہاتھ نیلام کر دیے اور تاریخ نے ان کی بولی مان لی۔ ان میں سے اکثر تو اتنا بھٹکے کہ خاص وہی علاقے جو سرخ رنگ والوں کا گڑھ تھے، وہاں کاشتکار آبادی نے کھلے عام بوناپارٹ کے حق میں ووٹ دئے۔ ان کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ بوناپارٹ کچھ کرنا چاہتا ہے مگر قومی اسمبلی اس میں روڑے اٹکاتی ہے۔ پھر کیا تھا، بوناپارٹ نے وہ زنجیریں توڑ ڈالیں جو شہروں نے دیہات کی مرضی کو پہنا رکھی تھیں۔ بعض جگہوں پر کسان وہم میں مبتلا ہو کر نپولین کے ساتھ کنونشن کے جوڑنے کی تجویزیں پیش کرنے لگیں۔ (107)

جب پہلے انقلاب نے زمین سے بندھے ہوئے کسان (serf) کو خود کاشت مالک کی حیثیت دی تو پولین نے ایسے حالات کا ڈول ڈالا جن میں کسانوں کو فرانس کی اس سرزمین سے فیض اٹھانے کا بے روک ٹوک موقع ملے جو ابھی ان کے ہاتھ آئی ہے اور ملکیت کی نئی نئی ترنگ کو پوری تسکین مل جائے، لیکن فرانسیسی کسان کے لئے فی الحال بس کی گانٹھ بھی یہی چھوٹی کاشت ہے، زمین کی یہ تقسیم، ذاتی ملکیت کی یہ شکل جسے فرانس میں نپولین جماتا تھا۔ یہی وہ مادی حالات ہیں نہوں نے فرانس کے زمین سے بندھے کسان کو چھوٹی کاشت کا مالک بنا دیا اور نپولین کو شہنشاہ۔ دو نسلوں کے گذرنے کی دیر تھی کہ اس عمل کا لازمی نتیجہ نکل آیا: کاشتکاری کی حالت رفتہ رفتہ بگڑتی گئی اور کاشتکاروں پر قرض کا بار بڑھتا گیا۔ ذاتی ملکیت کا ’’نپولینی‘‘ روپ جو انیسویں صدی کے شروع میں فرانس کی دیہاتی آبادی کے لئے دولت مندی اور آزادی کا پروانہ تھا، وہی ان سو سالوں کے عرصے میں قانون بن گیا جس نے دیہات والوں کی غلامی اور محتاجی کا کاغذ پکا کر دیا۔ یہی قانون وہ پہلا ’’نپولینی نقطہ‘‘ ہے جسے دوسرے بوناپارٹ کو جھنڈے پر چڑھانا ہے۔ اگر اب بھی وہ کسانوں کی اس خوش فہمی میں شریک ہے کہ ان کی تباہی کا راز چھوٹی کاشت کی ملکیت کی بجائے کہیں اور تلاش کرنا چاہئے، ثانوی حیثیت کے حالات واسباب میں ڈھونڈھنا چاہئے تو اس کے تجربے پیداواری تعلقات سے چھوٹے ہی صابون کے غباروں کی طرح اڑ جائیں گے۔

چھوٹی کاشت کی ملکیت کی معاشی صورت ابھرنا وہ سبب ہے جس نے سماج کے دوسرے طبقوں سے کسان کا رشتہ جڑ بنیاد سے بدل ڈالا۔ نپولین کے زمانے میں جب زمین الگ الگ کاشتکاریوں میں بٹ گئی تو ساتھ ہی شہروں میں کھلے عام مقابلہ شروع ہو گیا اور بڑی صنعت کا پھیلاؤ ہونے لگا۔ کسان طبقہ دیہات میں سراپا احتجاج بن گیا اوپر کے جاگیرداروں کیخلاف جنہیں تبھی بے دخل کیا گیا تھا۔ چھوٹی کاشت کی ملکیت نے فرانس کی سرزمین میں جڑ پکڑی تو جاگیردارانہ نظام کی جڑوں کو تری پہنچنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ چھوٹی کاشتکاری نے جو منڈیریں کھڑی کیں وہ بورژوازی کی قدرتی فصیل بن گئیں تا کہ اس کے پچھلے مالک اچانک نہ چڑھ آئیں۔ مگر انیسویں صدی کے دوران جاگیردار کی خالی کی ہوئی جگہ پر شہر کے ساہوکار کا قبضہ وہ گیا، زمین پر جاگیرداری کے جو حقوق چلے آتے تھے، اب ان کی جگہ رہن ناموں نے لے لی اور فیوڈل شرفا کی زمینی ملکیت ہٹ کر بورژوائی سرمایہ چھاتا چلا گیا۔ کاشتکار کی چھوٹی کاشتکاریاں محض ایک بہانہ ہیں جس سے سرمایہ دار کے لئے گنجائش رہتی ہے زمین سے منافع کمانے، سود او عر لگان وصول کرنے کی اور یہ کام خود کاشتکار کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنی محنت مزدوری کا حق زمین سے نکال لے۔ رہن رکھ کر لئے ہوئے قرضوں سے فرانس کی مٹی دب گئی اور فرانسیسی کسان پر سود کی اتنی بڑی رقم کا بوجھ پڑ گیا جو برطانیہ کے سارے قومی قرضے کے سالانہ سود کے برابر ہوتی ہے۔ چھوٹی کاشتکاری ملکیت، کہ وہ جس قدر بڑھتی ہے اتنی ہی سرمائے کے شکنجے میں پڑتی جاتی ہے، اب اس پر سرمائے کا شکنجہ اتنا

سخت ہو چکا ہے کہ فرانسیسی کسان کی اکثریت کو اس نے غاروں میں بسنے والا جنگلی بنا ڈالا ہے۔

ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کسان (بال بچے سمیت) کال کوٹھریوں میں بھرے ہیں، جن میں سے اکثر ایسی ہیں کہ صرف ایک کھڑکی لگی ہے، باقی میں دو کھڑکیاں اور بہت ہوا تو تین کھڑکیاں۔ گھر میں کھڑکیوں کا مصرف وہی ہے جو سر میں پانچ حواس کا۔ بورژا نظام جس نے اٹھارویں صدی کے شروع میں ریاست کے ذمے کیا تھا کہ وہ تازہ وارد چھوٹی کاشتکاری کی حفاظت کرے، اس پر نعمتوں کی بارش کیا کرے، اب ایک جونک بن گئی ہے جو اس کے دل کا لہو چوس کر اور سر کا بھیجا کاٹ کر سرمائے کی کیمیائی کٹھالی میں انڈیلتی رہتی ہے۔ اب ''ضابطہ نپولین'' (code Napole'on) سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ ایک ضابطہ ہے عدالتی فیصلے نافذ کرنے کا، قرقی کے وارنٹ نکالنے کا اور نیلام پر سامان چڑھانے کا۔ سرکاری شمار سے جو چالیس لاکھ آدمی (بال بچے سمیت) فرانس میں بھکاریوں، آوارہ گردوں، مجرموں اور رنڈیوں کی تعداد درج ہے اسی میں پچاس لاکھ کی تعداد اور جمع کرنا چاہئے ایسوں کی جو موت کے کنارے رہتے ہیں، یا تو گاؤں میں ہی پڑے ہیں یا چیتھڑے لٹکائے، بچے اٹھائے مستقل طور پر گاؤں سے شہر اور شہر سے گاؤں مارے مارے پھرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جیسے نپولین کے زمانے میں تھا، کسان کے مفاد اب بورژوازی اور سرمائے کے مفادوں سے میل نہیں کھاتے بلکہ ایک دوسرے کے بالکل ہی مخالف پڑتے ہیں اور اس تضاد کا کوئی حل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسان کو اب اپنا قدرتی حلیف، حمایتی اور رہنما شہری پرولتاریہ میں ملتا ہے جو بورژوائی نظام کو الٹنے کے درپے ہے۔ لیکن ایک مضبوط اور بے روک ٹوک حکومت کا، جو ''نپولین کے نکات'' میں نکتہ دوم ہے اور جسے نپولین ثانی کے ہاتھوں پورا ہونا ہے، کام یہ ہے کہ بزور طاقت اس ''مادی'' نظام کو قائم رکھے۔ چنانچہ بونا پارٹ نے باغی کسانوں کے خلاف جتنے حکم احکام نکالے ہیں ان میں اسی ''مادی نظام'' Codre mete'riel کی چاٹ رکھی گئی ہے۔

چھوٹی کاشتکاری پر سرمائے کی طرف سے جو رہن کا بوجھ لادا جاتا ہے، اس کے علاوہ ٹیکس بھی لدا ہوا ہے۔ ٹیکس چشمۂ حیات ہے سرکاری ملازمین کے لئے، فوج، پادری اور اونچے محل کے لئے یعنی انتظامیہ طاقت کے سارے کل پرزوں کے لئے۔ مضبوط حکومت اور بھاری ٹیکس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ چھوٹی کاشتکاری کی ملکیت خود اپنی طبیعت سے زمین تیار کرتی ہے اس بات کے لئے کہ نوکر شاہی مختارِ کُل ہو اور بے شمار ہو، وہ پورے ملک کے طول و عرض میں ایک ہی سطح کا تعلق اور ایک ہی سطح کے کارکن پیدا کرتی ہے۔ اسی لئے یہ ممکن ہوتا ہے کہ سب سے اعلیٰ مرکز سے حکم جاری ہوتے ہی کارکنوں کا یکساں لاؤ لشکر ملک کے ہر ایک حصے میں اس پر یکساں کاروائی کرے۔ عوام اور سرکاری طاقت کے درمیان جو ایک سیڑھی جاگیرداری شرفا کی ہوتی ہے اسے یہ چھوٹی کاشتکاری ملکیت درمیان سے نکا دیتی ہے۔ اس کی تاثیر یہی ہے کہ ہر طرف اسی سرکاری طاقت کا براہ راست عمل دخل ہو اور ہر جگہ اس کے براہ راست کارندے مصروف عمل ہوں۔ آخر وہ ایسی فالتو بے مصرف آبادی کو جنم دیتی ہے جس کی کھپت نہ دیہات میں ہو، نہ شہروں میں، اور وہ سرکاری نوکری کو اپنی قسم کی ایک باعزت بھیک سمجھ کر اپنا لے، یہ آبادی مجبور کرتی ہے کہ سرکاری نوکریوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ بنائی جائے۔ نپولین نے لازمی ٹیکس لگائے مگر سنگین کی نوک سے نئی منڈیاں کھول کر، یورپ کو لوٹ کر ٹیکسوں میں وصول کی ہوئی وہ رقم اصل مع سود واپس کر دی۔ ان ٹیکسوں سے کسانوں کی دستکاریوں کو شہ ملی اور اب وہی ٹیکس ان دستکاریوں کی آخری بوند تک نچوڑے لے رہے ہیں۔ اور پیٹ بھرے، بنے سنورے سرکاری ملازمین کے بے شمار کل پرزے___ یہ ہے وہ ''نپولینی نکتہ'' (Ide'e Napole'onienne) جو بونا پارٹ دوم کو سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اس کے سوا اور کیا ہونا تھا جب بونا پارٹ کو سماج کے اصلی طبقوں کے ساتھ ساتھ ایسی ایک مصنوعی ذات بھی پیدا کرنی ہو جس کے لئے بونا پارٹ کا راج پاٹ بنا رہنا دال روٹی کا سوال بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مالیات میں جو پہلے قدم اس نے اٹھائے ان میں یہ بھی تھا کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بڑھا کر پہلے جتنی کر دی جائیں اور نئے اعلیٰ عہدہ دار مقرر کئے جائیں۔

ایک اور ''نپولینی نکتہ'' تھا حکومت وقت کا کارندے کی حیثیت سے پادریوں کا غلبہ۔ نئی نئی وجود میں آئی ہوئی چھوٹی کاشتکاری جو سماج سے ہم آہنگ تھی اور قدرتی طاقتوں پر جس کا دارومدار تھا، ایسی بڑی طاقت کے سامنے جو اوپر سے اس کی حفاظت کرے، سر جھکاتی تھی، تو قدرتی بات ہے کہ وہ مذہبی تھی۔ لیکن اب ہر طرف سے قرضوں میں دبی ہوئی یہ کاشتکاری، جو نہ سماج سے وابستہ ہے نہ اوپر کی طاقت سے، جو مجبور ہے کہ چھوٹی کاشت کی اپنی حد بندیاں توڑ کر باہر نکلے، وہ قدرتاً مذہب کے خلاف پھر جائے گی۔ رحمت برستی تھی اور وہ بھی موسم کی صورت میں اس قطعۂ اراضی پر جو نیا نیا لوگوں کے ہاتھ آیا تھا لیکن یہ غیبی رحمت بھی ایک زحمت بن جاتی ہے اگر کہیں قطعۂ اراضی سے محروم کر کے اس کے بدلے ملتی ہو۔ ایسی حالت میں تو پادری بھی ماتھے پر تلک لگائے پولیس کا کتنا نظر آنے لگتا ہے۔ یہ بھی ''نپولینی نکتہ'' ہوا۔ اگلی بار روم پر جو چڑھائی ہونی ہے وہ خود فرانس میں ہی ہوگی لیکن چڑھائی کے معنی اس کے برخلاف ہوں گے جیسا موسیو مونتالامبیر سمجھتے ہیں۔

آخر میں ''نپولینی نکتے'' کی انتہا یہ ہے کہ فوج کی بالادستی۔ چھوٹی کاشتکاری والے کسان کے لئے فوج بڑی شان کی بات تھی۔ اس نے ان کو ایسے سورما بنا دیا جنہوں نے باہر کے دشمن سے ان کی نئی املاک کی حفاظت کی، نئی نئی قومی وحدت جو حاصل ہوئی تھی، اس کا جھنڈا اونچا کیا، دنیا کو لوٹ کر اسے انقلابی رنگ میں رنگ دیا۔ فوجی وردی ان کے لئے شاندار پوشاک، جنگ ان کی شاعری، اور تصور میں ذرا آگے تک پھیلی ہوئی چوکود کاشتکاری یہ ان کا وطن بن گئی تھی، اور وطن پرستی ان کے لئے ایک بے مثال شکل تھی احساس ملکیت کی۔ لیکن وہ دشمن جن سے فرانسیسی کسان کو اب اپنی ذاتی ملکیت کی حفاظت کرنا ہے، وہ قزاق نہیں بلکہ عدالت کے قرق امین اور کلکٹر ہیں۔ اب چھوٹی کاشتکاری نام کے اس وطن میں نہیں پائی جاتی بلکہ رہن ناموں کے رجسٹر میں درج ہے۔ فوج اب کسان کی اٹھتی جوانی نہیں بلکہ کسانی آوارہ گردوں کی دلدل کا پھول ہے۔ اب اس فوج میں زیادہ تر یا تو نکمے رنگروٹ بھرے ہیں یا بدلی کے لوگ جیسے خود بونا پارٹ دوم جو نقلی اور نپولین اول کی بدلی کا آدمی ہے۔ یہ فوج ساری سورمائی اس وقت دکھاتی ہے جب کسانوں پر چھاپہ مارنے نکلے اور سیاسی پولیس (ژندارمی) کا فرض انجام دینے چلے۔ اگر کہیں ''10 نمبری سوسائٹی'' کے سرغنہ نے اپنے نظام کے اندرونی تضاد سے اسے فرانس کی حدوں کے پار بھیجا تو فوج وہاں لوٹ مار کے دو چار ہاتھ دکھا کر، فتح کے نشان نہیں بلکہ چیتھڑے اڑوا لے گی۔

پس یہ بات صاف ہوگئی کہ جتنے بھی ''نپولینی نکتے'' ہیں وہ کچی، نوخیز اور امنگوں بھری چھوٹی کاشتکاری کے نکتے ہیں۔ جب وہ اپنی عمر پوری کر چکی تو پھر یہ نکتے بالکل بے معنی ہیں، ان کی حیثیت بس ایسی ہی ہے جیسے حالت نزع کا ہذیان، جیسے لفظوں سے جڑے ہوئے جملے، روحوں کے بگڑے ہوئے بھوت۔ لیکن سلطنت کا منہ چڑانا بھی ضروری تھا تا کہ فرانسیسی قوم کے عام لوگوں کے سر سے روایت کا بوجھ اتارا جائے اور سرکاری طاقت اور سماج میں جو کھلی چوٹ ہے وہ کھل کر سامنے آجائے۔ چھوٹی کاشتکاری کی بڑھتی ہوئی گراوٹ کے ساتھ ساتھ اس کی بنیاد پر کھڑی ہوئی سرکاری عمارت بھی ہل جاتی ہے۔ سرکاری مرکزیت، جس کی ضرورت ہے آج کی سوسائیٹی کو، وہ صرف فوجی اور نوکر شاہی گورنمنٹ کی مشینری کے ملبے پر بن کر تیار ہوتی ہے اور یہ وہ مشینری ہے جسے جاگیرداری سے ٹکر لیتے وقت بنایا گیا تھا۔

(1852 کے ایڈیشن میں اس پیراگراف کے آخر میں دونوں جملوں کے بجائے یہ عبارت درج تھی: ''سرکاری مشینری کے ٹوٹنے سے مرکزیت کو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہوتا۔ بیوروکریسی صرف ایک نیچے کی اور بھدی شکل ہے مرکزیت کی جسے خود اپنے مخالف یعنی جاگیرداری کا سامنا رہتا ہے۔ جب فرانسیسی کسان نپولین ثانی کی آمد سے مایوس ہو چکے گا تو وہ اپنی چھوٹی کاشتکاری پر ایمان کھو بیٹھے گا۔ اور جو سرکاری عمارت اس کاشتکاری کی بنیاد پر کھڑی ہوئی ہے، وہ ایک دم نیچے آپڑے گی۔ تب جا کر پرولتاری انقلاب کو بازو کی وہ آوازیں میسر آئیں گی جن کے بغیر سارے کسانی ملکوں میں پرولتاری کا ایک سر انغمہ صدا بصحرا ہو کر رہ جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

292 فرانسیسی کسان کی حالت دیکھنے سے 20 اور 21 دسمبر کے عام الیکشنوں کا معمہ حل ہو جاتا ہے جنہوں نے بونا پارٹ دوم کو اٹھا کر کوہ طور پر (108) پہنچا دیا، اس لئے نہیں کہ اس پر وہاں خدائی احکام نازل ہوں بلکہ اس لئے کہ وہاں سے خدائی احکام نازل کرے۔

ظاہراً بورژوازی کے سامنے اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ بونا پارٹ کے حق میں ووٹ دے۔ جب کٹر اخلاق کے پابند اہل ایمان نے کونسٹینس کونسل (109) میں پادریوں کی بگڑی ہوئی زندگی کی شکایت کی اور اخلاقی اصلاح کی ضرورت کا رونا رویا تو بڑے پادری صاحب کارڈنل پیئر دی آئی نے گرج کر جواب دیا کہ ''اب شیطان ہی کیتھولک چرچ کو تباہی سے بچا سکتا ہے اور آپ لوگ فرشتے طلب کرنے چلے ہیں!'' اسی طرح، جب انقلاب حکومت ہو چکا تو فرانسیسی بورژوازی نے چیخ کر کہا: صرف 'دس نمبری سوسائیٹی' کا سرغنہ ہی بورژوائی سوسائیٹی کو بچا سکتا ہے! صرف چوری ہی اب ذاتی ملکیت کو، صرف جرائم پیشگی ہی مذہب کو، ناجائز ولدیت ہی خاندان کو اور بے ضابطگی ہی ضابطے کو بچا سکتی ہے!

بونا پارٹ انتظامیہ طاقت کی حیثیت سے، بجائے خود حاکم وقت کی حیثیت سے اپنا یہ منصب سمجھتا ہے کہ ''بورژوا ضابطے'' کی اصل طاقت درمیانی طبقے میں ہے۔ اسی بل پر وہ خود کو درمیانی طبقے کا نمائندہ شمار کرتا ہے اور اسی نسبت سے احکام جاری کرتا ہے۔ لیکن دوسری طرف سے دیکھئے تو وہ جس مرتبے پر پہنچا، صرف اس وجہ سے پہنچا کہ اسی درمیانی طبقے کے سیاسی کس بل نکال دئے اور ہر روز یہ کس بل نکالتا جا رہا ہے۔ اس لئے وہ خود کو درمیانی طبقے کی سیاسی اور ادبی طاقت کا مخالف شمار کرتا ہے۔ لیکن اس طبقے کی مادی طاقت قائم رکھنے کی بدولت وہ اس کی سیاسی قوت میں پھر سے جان ڈال رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ سبب کو تو سنبھال کر رکھا جائے مگر نتیجے کو، جہاں بھی وہ سر اٹھائے روئے زمین سے صاف کر دیا جائے۔ لیکن سبب اور نتیجے کے معاملے میں الجھاؤ پڑنا لازمی ہے کیونکہ سبب اور نتیجہ ایک دوسرے میں ایسے گتھے ہوئے ہوتے ہیں کہ اپنی امتیازی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں۔ نئے فرمان صادر ہوتے ہیں جو کناروں کو گھس کر برابر کر دیتے ہیں۔ اسی دوران بونا پارٹ بورژوازی کے برابر کے پلے میں خود کو کسانوں کا نمائندہ بلکہ سبھی عوام کا نمائندہ بنا کر رکھتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ بورژوا سماج کے دائرے میں رہ کر لوگوں کے نچلے والے طبقے کو راحت پہنچا دے۔ نئے فرمان صادر ہوتے ہیں، ایسے فرمان جو حکومت چلانے کے ہبر میں ایسے ہوشیار ہیں کہ ''سچے سوشلسٹوں'' (110) کے بھی کان کتر لیتے ہیں۔ لیکن بونا پارٹ کی نظر میں اس کی سب سے مقدم حیثیت ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ کی ہے، اس آوارہ گرد پرولتاریہ کے نمائندے کی جس میں سے وہ خود نکلا ہے، اس کے مصاحب نکلے ہیں اس کی حکومت اور فوج نکلی ہے، جنہیں صرف اس سے غرض ہے کہ اپنے ٹھاٹھ بنے رہیں اور سرکاری خزانے کے صندوق سے کیلیفورنیا والی انعامی لاٹریاں نکالا کریں۔ وہ اپنی ''10 نمبری سوسائیٹی'' کے سرغنہ کی حیثیت کو بنائے رکھتا ہے فرمان نکال کر، فرمان سے کترا کر اور فرمان کے باوجود۔

یہ جو اس شخص کا اندرونی تضادوں سے بھرا مشن ہے، اس میں بونا پارٹ کی حکومت کے ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے عمل کا راز ہے، جو اٹکل پچو ہاتھ پھینک رہی ہے، کبھی ایک طبقے کو کبھی دوسرے کو بڑھانے یا گرانے کی کوشش کرتی ہے، اور سب طبقوں میں ایک ہی طرح اپنی مخالفت ابھار رہی ہے، ___ ایسی حکومت جس کے عمل میں تو ہچکچاہٹ ہے، لیکن سرکاری احکام میں دبنگ اور نپا تلا لب ولہجہ ہے ان حاکمانہ قوانین کا جو چچا جان (نپولین بونا پارٹ) کے احکام سے آنکھ بند کر کے نقل کئے جاتے ہیں۔ اپنے عمل اور احکام میں پرلے درجے کے مسخرے پن کا موازنہ پیش کر رہی ہے۔

صنعت اور تجارت، یعنی درمیانی طبقے کا کاروبار مضبوط حکومت کے سائے میں خوب پھلنا پھولنا چاہئے، جیسے بند نرسری میں پودے۔ ریلوے میں بے شمار رعایتیں دھڑا دھڑ دی جا رہی ہیں۔ بہر حال بونا پارٹ والے آوارہ گردوں کو روپیہ بنانا ہے۔ ریلوے میں ملنے والی رعایتوں کے خفیہ سودے پر پہلے سے سٹہ کھیلا جاتا ہے، جیسے تاش کے ایک کھیل میں پتوں کی چال پر۔ پھر بھی ریلوے کے لئے سرمایہ نظر نہیں آتا۔ بینک کو حکم پہنچتا ہے کہ ریلوے کے کھاتے میں قرضے کھولے۔ لیکن بونا پارٹ کو خود بھی بینک سے ذاتی فائدہ اٹھانا ہے۔ اس لئے بینک کو بھی چمکارنا ضروری ہے۔ چنانچہ بینک کو ہر ہفتے اپنا حساب شائع کرنے سے چھٹی مل جاتی ہے۔ وہ حکومت سے ایسا راضی نامہ کر لیتا ہے کہ بڑا حصہ حکومت کے ہاتھ میں پہنچتا رہے۔ لوگوں کو روزگار ملنا چاہئے۔ سماجی کاموں کی داغ بیل ڈالی جاتی ہے۔ لیکن سماجی کاموں سے لوگوں پر ٹیکسوں کا بوجھ بھی بڑھتا ہے۔ اس لئے ٹیکس کا بوجھ ہلکا کرنا ہے تو بونڈ کی رقم پر ہاتھ ڈالا جائے، جہاں بونڈ پر پانچ فیصدی سود دیا جاتا تھا اسے ساڑھے چار فیصدی کر دیا جائے، لیکن بورژوازی کو پھر سے میٹھی گولی دینی چاہئے۔ اس لئے شراب پر ٹیکس دوگنا کر دیا جائے عام لوگوں کے لئے، جو تھوڑی تھوڑی مقدار میں خریدتے ہیں، اور آدھا کر دیا جائے اکٹھی مقدار میں لینے والے درمیانی طبقے کے لئے۔ مزدوروں کی جو انجمنیں چل رہی تھیں، انہیں توڑ دیا جاتا ہے، لیکن

حکومت یہ وعدہ بھی کر لیتی ہے کہ آئندہ انجمنوں کی کرامات ظاہر ہوگی۔کسانوں کی مدد کرنی ہے، رہن رکھ کر قرضہ دینے والے بینک کھولے جاتے ہیں جن سے کسان اور بھی تیزی سے مقروض ہونے لگے ہیں اور زمینی جائداد سمٹنے لگتی ہے۔مگران بینکوں سے کام یہ لینا ہے کہ اورلین گھرانے والوں کی جو جائدادیں ضبط کی گئی ہیں ان سے نقد روپیہ نچوڑا جائے۔اس آخری شرط پر، جو فرمان میں درج نہیں ہے، ایک بھی سرمایہ دار راضی نہیں ہوتا، نتیجہ یہ کہ قرضہ بینک کا غذی فرمان رہ جاتے ہیں، وغیرہ، وغیرہ۔

بونا پارٹ کی آرزو تھی کہ وہ تمام طبقوں کے شفیق سرپرست کا رول ادا کرے لیکن کسی ایک طبقے سے چھینے بغیر دوسرے طبوے کو کچھ دینا اس کے بس سے باہر ہے۔جس طرح فرونڈے کے زمانے میں ڈیوک گیز کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ فرانس میں کار خیر کا سب سے بڑا دھنی تھا کیونکہ اس نے اپنے حمایتیوں کے تمام قرضے اپنے نام لے کر ساری املاک اور جائداد ان قرضوں پر چڑھا لی، اسی طرح بونا پارٹ کا جی چاہا کہ وہ بھی فرانس میں سب سے بڑا محسن بن جائے اور فرانس کی ساری ملکیت، ساری جدادا اور محنت کو خاص اپنے نام ذاتی قرضے میں چڑھوالے۔اسے خواہش وہی کہ سارے فرانس کی چوری کر لے تاکہ پھر فرانس کو تحفے میں بخش دے، یا یہ زیادہ صحیح ہوگا کہ پھر فرانس کو فرانسیسی سکے میں خریدے کیونکہ "10 نمبری سوسائیٹی" کے سرغنہ کی حیثیت سے اسے وہی خریدنا ہے جو اس کی جیب میں پڑا رہے۔جتنے سرکاری ادارے ہیں، سینٹ ہے، اسٹیٹ کونسل ہے، قانون ساز ادارہ ہے، صاحب امتیاز لیجن، فوجی تمغے، واشنگ فیکٹریاں، سماجی کام، ریلوے، نیشنل گارڈ کا جنرل ہیڈکوارٹر، جس میں عام والنٹیئر شامل نہیں، اورلین گھرانے کی ضبط شدہ جائداد، یہ سب بکاؤ مال ہو جاتا ہے۔ فوج میں اور حکومت کے عہدوں میں جتنی آسامیاں ہیں ان کے مول پر خریداری کرنی ہے۔لیکن اس پورے معاملے میں کہ فرانس کا سودا کرنا ہے اور پھر سب اسی کے حوالے کر دینا ہے، سب سے خاص بات یہ ہے کہ لین دین میں جو بیچ کا کمیشن ہاتھ لگے گا، وہ سارے کا سارا "10 نمبری سوسائیٹی" کے سرغنہ اور اس کے ممبروں کی جیب میں جائے گا۔اورلین گھرانے کی جائداد ضبط ہونے پر نواب زادی "ایل" نے جو موسیو دی مورنی کی داشتہ ہیں، ایک جملہ کسا تھا ("یہ شکرے کی پہلی پرواز ہے") c'est le premier vol de l'aigle۔(لفظ vol کے دو معنی ہیں، اڑان اور چوری) یہی جملہ اس شکرے کی ہر ایک پرواز پر صادق آتا ہے جو شکرے کی بجائے کوے سے زیادہ مشابہ ہے۔وہ اور اس کے حوالی موالی روزانہ آپس میں ایک دوسرے سے وہی الفاظ کہا کرتے ہیں جو اٹلی کے ایک تارک دنیا نے ایسے کنجوس سے کہے تھے جو اپنی دولت کا شمار کر کے بڑی شیخی مارا کرتا تھا کہ وہ اتنی دولت ہے جو عمر کے سالہا سال تک کافی ہوگی۔"تم اپنی دولت شمار کرتے ہو تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے اپنی عمر کے سال شمار کر لیتے"۔کہیں سال گننے میں غلطی نہ ہو جائے، یہ لوگ زندگی کے منٹ گنا کرتے ہیں۔شاہی محل کی طرف، وزارتی دفتروں میں، سرکاری محکموں اور جوج کے سب سے اونچے مقام پر بانکوں کی ریل پیل ہے، جس میں سب سے بہتر کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ معلوم نہیں کہاں سے نکل پڑے ہیں۔یہ شور مچاتے ہوئے، بدنامی ٹپکاتے ہوئے، اکھڑ وراوٹ پٹانغ لوگ، جنہوں نے پھندنے ٹنکی ہوئی وردیاں اوپر سے لاد رکھی ہیں، ایسی بناوٹی شان سے اینٹھتے پھرتے ہیں جیسے سولوک فاؤستین کے بڑے آدمی۔ایک نظر میں "10 نمبری سوسائیٹی" کے اس اوپر والے درجے کا جلوہ دیکھا جا سکتا ہے اگر یہ بھی دھیان میں رکھا جائے کہ ان لوگوں کا اخلاق معلم وہ شخص ہے جسے "ویروں کریویل" (بالزاک نے اپنے ناول Cousine Bette میں ڈاکٹر ویروں کو کرے ویل کے نام سے پیش کیا ہے، یہ ڈاکٹر ویروں اخبار "کانسٹی ٹیوشنل" کا مالک ہے اور پیرس کا انتہائی بکواسی اور بدچلن آدمی ہے۔) کہنا چاہئے اور ان کا مفکروہ ہے جسے "گرانئے دی کسانیاک" کہا جائے۔گیز وا اپنے زمانہ وزارت میں ایک گپ چپ اخبار کے اندر اسی گرانئے کو موروثی خاندان والے حزب مخالف کے توڑ پر ہتھیار کی طرح استعمال C'st le roi des dro'les ___ مسخروں کا بادشاہ ہے یہ" بڑی زیادتی ہوگی اگر لوئی بونا پارٹ کے محل اور اس کی ٹولی کو ریجنسی کے زمانے (111) یا لوئی پانزدہم کے زمانے کے محل سے برابر کی سطح پر رکھا جائے۔کیونکہ "فرانس پر یہ بپتا کئی بار پڑی ہے کہ داشتاؤں نے حکومت چلائی، لیکن یہ کبھی نہیں بنی کہ الفانسو (رکھیل مردوں) نے حکومت کی ہو"۔(یہ الفاظ مادام ژیراردین نے کہے تھے۔)

بونا پارٹ جس صورت حال میں ہے اس کے متضاد تقاضوں سے عاجز آ کر، پھر ایک شعبدہ باز کی سی پوزیشن مین، اس مجبوری سے کہ آخر نپولین کی جگہ سنبھالی ہے تو نئی نئی انہونی حرکتوں کے ذریعے پبلک کی پوری توجہ اپنی طرف رکھی جائے، یا یوں کہئے کہ ہر روز چھوٹے پیمانے پر انقلاب حکومت کر کے، اس نے بورژوازی کی معاشی دنیا میں نفسا نفسی پھیلا دی ہے، 1848 کے انقلاب نے بھی جن چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا ان میں الٹ پلٹ کر دی ہے، اور اسی طرح ایک کو تو یہ سکھا دیا کہ انقلاب کے وجود وعدم سے اسے کوئی مطلب نہیں، دوسرے کے دل میں انقلاب کی تمنا جگا دی، ضابطے کے نام سے صحیح معنوں میں افراتفری عام کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہ سرکاری کل پرزوں کی پوری مشینری کو اس کے ہالے سے محروم کر دیا، اسے بے ننگ و نام کر ڈالا، ایسا بنا دیا کہ دیکھ کر گھن بھی آئے اور ہنسی بھی۔عبائے مقدس (112) کی زیارت کا جو ایمان چلا آتا تھا، اب وہ اس کی جگہ پیرس میں نپولینی عبائے شہنشاہی اگر آخر میں لوئی بونا پارٹ کے شانوں پر پھیل گئی تو ویدنوم کی لاٹ پر (113) نپولین کا کانسی کا مجسمہ چکنا چور ہو کر رہ جائے گا۔

مارکس نے دسمبر 1851 اور مارچ 1852 کے درمیان لکھا۔

رسالے Die Revolution (نیویارک) کے پہلے شمارے 1852 میں مارکس کے دستخط کے ساتھ شائع ہوا۔

تشریحی نوٹ

(1) لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر؛ فرانس میں 1848 سے 1851 تک جو انقلابی واقعات پیش آئے ان کے ٹھوس تجزئے میں مارکس کی یہ تصنیف خود مارکسی تحریروں میں بڑی اہمیت کی مالک ہے۔ یہاں مارکس نے تاریخی مادیت کے تمام اصل اصول، یعنی طبقاتی جدوجہد اور پرولتاری انقلاب، ریاست اور پرولتاری ڈکٹیٹری کا نظریہ زیادہ کھول کر بیان کئے ہیں۔ پرولتاریہ کو بورژوا ریاست کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہیے اس بحث کا مارکس نے جو نتیجہ نکال کر دکھایا ہے، وہ بے مثال اہمیت رکھتا ہے۔ مارکس کا کہنا ہے کہ "تمام اس مشین کو توڑنے کی بجائے اسے اور پکا کر دیتے تھے"۔ مارکس کے ثابت کئے ہوئے اس نتیجے کو لینن نے کہا ہے کہ یہ ریاست کے بارے میں مارکسی تعلیمات کا ایک نہایت بنیادی اور اہم نکتہ ہے۔

"لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر" میں مارکس نے اسی سوال کا تجزیہ جاری رکھا ہے کہ جب انقلاب نزدیک ہو تو کسان کو مزدور طبقے کے دوش بدوش چلنا ہوگا، سماج کی زندگی میں سیاسی پارٹیوں کا مصرف بتایا ہے اور بونا پارٹزم کی اصل حقیقت کھول کر رکھ دی ہے۔

(2) دوسری دسمبر 1851 کو فرانس میں مخالفین انقلاب لوئی بونا پارٹ اور اس کے حواری حکومت کا تختہ الٹنے میں کامیاب ہو گئے۔

(3)Renaissance (ریناساں، یا نشات ثانیہ)__ مغربی اور وسطی یورپ کے کئی ملکوں میں تہذیبی اور نظریاتی ترقیوں کا زمانہ جو سرمایہ داری تعلقات رونما ہونے کا نتیجہ تھا۔ یہ زمانہ 15 ویں صدی کے نصف آخر اور 16 ویں صدی میں پھیلا ہوا ہے۔ اس زمانے کی خصوصیت یہ ہے کہ علوم وفنون میں جان پڑ گئی، یونان قدیم اور روم الکبریٰ کی تہذیب کا ذوق وشوق پھر بیدار ہو (اسی از سرنو زندگی سے اس دور کا نام پڑا)۔ اس دور کی خصوصیات کا مطالعہ کرنے کے لئے اینگلز کی تصنیف "فطرت کی جدلیات" پڑھنا چاہیے (منتخب تصانیف، جلد دوم)

(4) فرانس میں دوسری ریپبلک 1848 سے 1852 تک قائم رہی۔ مارکس نے اس دور کا تفصیلی بیان اپنی دو تصانیف میں دیا ہے__ ایک "فرانس میں طبقاتی جدوجہد 1848 سے 1850 تک" دوسری "لوئی بونا پارٹ کی اٹھارویں برومیئر"

(5)Montagne (مونٹین) پارٹی 1793_1790 تک__ 18 ویں صدی کے آخری برسوں میں جب فرانسیسی بورژوازی نے انقلاب کیا ہے، اس وقت نیشنل کنونشن میں یہ ایک انقلابی جمہوریت پسندوں کا گروپ تھا۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ اس اجلاس کے وقت کنونشن کے ہال میں سب سے اوپر کی کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے۔

(6) لفظ برومیئر کا مطلب ہے فرانس کے ریپبلکن کیلنڈر کا ایک مہینہ۔ 18 ویں برومیئر یعنی 9 نومبر 1799 کا وہ دن جب نپولین بونا پارٹ نے حکومت کا تختہ الٹا اور بعد میں فوجی ڈکٹیٹری قائم کی۔ "18 ویں برومیئر کا دوسرا ایڈیشن" کہنے سے مارکس کا اشارہ ہے دوسری دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت کی طرف۔

(7) مطلب ہے 17 ویں صدی میں انگلینڈ کا بورژوائی انقلاب۔

(8) عہد نامہ عتیق (اولڈ ٹسٹامنٹ)__ موجودہ انجیل کا وہ بڑا حصہ جس میں پیغمبروں اور قوانین کی کتب شامل ہیں۔ خیال ہے کہ لوگوں کی ذہانت نے مختلف زبانوں میں جو دینی اور دنیاوی عقائد کو فنی حسن عطا کیا ہوگا، بعد میں پادریوں نے اسی کو مانجھ کر حکمراں طبقوں کی خاطر مخصوص لفظوں میں مرتب کر دیا۔

(9) بیڈلم__ لندن کا مشہور پاگل خانہ۔

(10) 10 دسمبر 1848 کو عام رائے شماری کے ذریعے لوئی بونا پاٹ کو فرانسیسی ریپبلک کا صدر چنا گیا۔

(11) مصری سالن کو پچھتانا__ یہ محاورہ انجیل کی داستانوں سے لا آ رہا ہے۔ انجیل میں بیان ہوا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنا پڑا تو سفر کی مصیبتوں سے تنگ آ کر بعض کم حوصلہ لوگ فریاد کرنے لگے اور انہیں پھر وہی قید کا زمانہ یاد آنے لگا جب پیٹ بھرنے کو سالن روٹی بے فکری سے مل جاتی تھی۔

(12)Hic Rhodus, hic salta; (یہ رہا روڈس، اب لگاؤ چھلانگ)۔ یہ فقرہ یونانِ قدیم کے داستان گو ایزوپ کی کہانیوں سے چل پڑا ہے۔ کہانی میں آیا ہے کہ ایک شیخی خورہ ہمیشہ گواہ پیش کر کے یہ ثابت کیا کرتا تھا کہ وہ ایک دفعہ روڈس جزیرے پر زبردست چھلانگ لگا چکا ہے۔ اُس کو جواب دیا گیا کہ گواہ لانے کی ضرورت ہی کیا ہے__ یہ رہا روڈس اب لگاؤ چھلانگ۔ مطلب یہ کہ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے"۔

(13) فرانسیسی آئین 1848 کی رو سے ریپبلک کے صدر کا انتخاب ہر چوتھے سال مئی کے دوسرے اتوار کو ہونا چاہیے۔ مئی 1852 میں لوئی بونا پارٹ کی معیادِ صدارت ختم ہونے والی تھی۔

(14) "خلیاست" (لفظ خلیاس سے مشتق ہے، معنی ایک ہزار) ایک مذہبی فرقہ جس کا عقیدہ تھا کہ یسوع مسیح پھر نمودار ہوں گے اور دنیا میں انصاف، مساوات اور شادمانی کا ہزار سالہ دور دورہ ہو جائے گا۔

(15)In Partibus Infidelium (لفظی مفہوم ہے "دیارِ کفر میں") یہ خطاب اُن کیتھولک پادریوں کے نام کے ساتھ جوڑا جاتا تھا جو غیر مسیحی ملکوں میں محض برائے نام تبلیغی خدمت پر مقرر کئے جائیں۔ مارکس اور اینگلز کی تحریروں میں یہ اصطلاحی لفظ ایسی حکومتوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو اپنے ملک سے باہر پناہ گزینی کی حالت میں قائم ہوں اور جنہیں اندرون ملک کے حالات سے کوئی سروکار نہ ہو۔

(16) کیپٹول (Capitole)۔ روم کی پہاڑیوں میں سے ایک پر وہ قلعہ جس کے اندر مشتری کی عبادت گاہ یا مندر تھا۔ کہتے ہیں کہ 390 قبل مسیح میں جب گیلیوں نے شب خون مارا تو

روم والے صرف اس لئے محفوظ رہے کہ وہیں جونو کی عبادت گاہ پر بطخوں کی کٹکٹاہٹ سے کیپٹول کے پہرہ دار جاگ اٹھے اور خبر دار ہو گئے۔

(17) افریقی ــــ الجیریائی۔ کے نام سے وہ فرانسیسی جنرل اور افسر مراد ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی آزادی کی خاطر لڑنے والے الجیریائی (الجزائری) قبیلوں پر یورش کر کے غاصبانہ جنگوں میں نام پیدا کیا ہو۔ قانون ساز اسمبلی میں یہ افریقی جنرل کوے نیاک، لموری سیئر اور بیدو رپبلکنوں کے سربراہ تھے۔

(18) موروثی خاندانی اپوزیشن ــــ جولائی کی بادشاہت کے دنوں میں فرانس کی پارلیمنٹ میں اس نام کا ایک حزب مخالف تھا۔ اس گروہ کے نمائندے آزاد خیال صنعتی اور کاروباری بورژوازی کی ترجمانی کرتے ہوئے اس بات کے حق میں تھے کہ اوسط درجے کی کچھ انتخابی اصلاحیں کر کے انقلاب کی روک تھام کی جائے اور اس طرح سے اورلین شاہی خاندان کا اقتدار بنا رہے۔ اس حزب مخالف کا سربراہ اودی لوں بارو تھا۔

(19) جولائی کی بادشاہت ــــ یہ لوئی فلپ کی بادشاہت کا زمانہ ہے جو 1830 سے 1848 تک چلا تا رہا۔ جولائی 1830 کے انقلاب سے اس کا نام پڑ گیا تھا۔

(20)۔ 15 مئی 1848 کو پیرس کے مزدوروں اور کاریگروں نے ایک عام مظاہرہ کیا اور جس ہال میں آئین ساز اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا، وہاں زبردستی گھس کر اسمبلی کے توڑنے اور ایک انقلابی حکومت قائم کئے جانے کا اعلان کر دیا۔ نیشنل گارڈ اور فوج نے اسمبلی کے بچاؤ کے لئے حملہ کیا اور مظاہرین کے ہجوم کو تتر بتر کر دیا۔ مزدوروں کے لیڈر (بلانکی، البیر، رسپیل، سوبریو، وغیرہ) گرفتار کر لئے گئے۔

(21)۔ گشتی گارڈ کو عارضی حکومت نے 25 فروری 1848 کو ایک فرمان کی رو سے قائم کیا تھا تاکہ جو عام لوگ انقلابی جوش و خروش میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کا توڑ کیا جائے۔ آوارہ گرد اور فالتو قسم کے آدمیوں (Lumpenproletariat) کی صف بندی سے بنایا ہوا یہ گشتی گارڈ جون کی عام شورش دبانے میں کام آیا۔

(22) رومی مؤرخ یوسی بیس کیساریسکی کا بیان ہے کہ شہنشاہ کانسٹنٹائن اول نے 312 میں، جب اسے اپنے مخالف میکسین تیس پر فتح ہونے والی تھی، آسمان پر ایک غیبی صلیب کا نشان دیکھا جس پر لکھا تھا "اس صلیب کے سائے میں فتح پاؤ گے"۔

(23) Le National (نیشنل) فرانسیسی روزنامہ جو پیرس میں 1830 سے 1851 تک نکلتا رہا۔ یہ اعتدال پسند بورژوا رپبلکنوں کا ترجمان تھا۔ عارضی حکومت میں اس رجحان کے جو نمایاں لوگ شامل ہوئے، ان میں مراست، بستید اور گارنیئے پاژیس خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

(24) Journal der Debats politiques et litteraires (سیاسی اور ادبی ابحثوں کا اخبار) فرانسیسی زبان میں بورژوازی کا روزنامہ، جس کی شروعات 1789 سے ہوئی تھی۔ سرکاری اخبار بن گیا۔ جب 1848 کا انقلاب ہوا تو یہ اخبار انقلاب کی مخالف بورژوازی یعنی ضابطہ پارٹی کی زبان بولنے لگا۔

(25) ویانا کے صلح نامے ــــ مصنف کا اشارہ ہے 1815 کے ان صلح ناموں کی طرف جن پر ویانا شہر میں مئی جون کے مہینے میں دستخط ہوئے اور ان ملکوں نے شرکت کی جو نپولین بونا پارٹ کی جنگوں میں لپیٹ میں آئے تھے۔ 15-1814 کی ویانا کانگریس کے فیصلے کے مطابق فرانس کو 1792 کی سرحدوں میں بحال کر دیا گیا اور دوسری ریاستوں کی کڑی نگرانی لگا دی گئی۔ اس پر یہ پابندی بھی عائد کی گئی کہ یورپ کے کسی علاقے کو وہ اپنی سرحدوں میں نہیں ملا سکتا۔

(26) آئینی چارٹر ــــ فرانس میں 1830 کے بورژوا انقلاب کے بعد یہ چارٹر منظور کیا گیا اور جولائی کی بادشاہت نے اسے ایک بنیادی قانون کی حیثیت سے پیش نظر رکھا۔ بظاہر اس چارٹر نے قوم کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کیا اور بادشاہ کے اختیارات پر کچھ پابندیاں مان لی تھیں۔

(27) یلی سے ئی کے سبزہ زار (جو فرانسیسی میں Champs Elysees کہلاتے ہیں) پیرس کی شاہراہ جس پر یلی سے ئی کا محل واقع ہے اور 1848 کے آئین کی رو سے فرانسیسی ریپلک کے صدر کی سرکاری قیام گاہ مقرر تھی۔ یہاں اس موقع پر مارکس نے لفظ یلی سے ئی کی تہہ میں ایک طنزیہ اشارہ کیا ہے کہ وہ پیرس میں صدر کا محل بھی اور پرانی داستانوں میں اسی نام کا ایک جنت کا قصر بھی۔

(28) کلیشی ــــ پیرس میں نادہندہ قرضداروں کی جیل جو 1826 سے 1867 تک قائم رہی۔

(29) فرانس کی ریپلک قائم ہونے کے فوراً بعد یہ سوال اٹھا کہ قومی جھنڈا کیسا ہونا چاہیے۔ پیرس کے انقلابی مزدوروں نے مطالبہ کیا کہ جون 1832 کی مسلح بغاوت کے وقت شہر کے مضافات میں مزدوروں نے جو لال جھنڈا اٹھایا تھا وہی قومی جھنڈا مقرر کیا جائے بورژوازی کے نمائندوں نے چاہا کہ ترنگا جھنڈا اپنایا جائے جس میں نیلے، سفید اور لال رنگ کی پٹی ہو کیوں کہ 18 ویں صدی کے اختتام پر بورژوا انقلاب کے وقت اور نپولین اول کے عروج کے دنوں میں وہی فرانس کا قومی نشان تھا۔ ان بورژوا رپبلکنوں کا پرچم بھی ایسا ہی ترنگا تھا جو 1848 کے انقلاب سے پہلے تک "Le national" اخبار کے حامی تھے۔ مزدور نمائندوں کو مجبوراً ترنگے قومی جھنڈے پر راضی ہونا پڑا، البتہ علم یا چھڑ کیساتھ ایک لال پھندنا بھی نتھی کر دیا گیا۔

(30) پری ٹورین ــــ روم قدیم میں سپہ سالار یا بادشاہ سلامت کے محافظ خاص پری ٹورین کہلاتے تھے۔ انہیں کچھ خصوصی اختیارات بھی حاصل تھے۔ اندرونی ہنگاموں میں بھی ان لوگوں کا بڑا ہاتھ رہتا تھا اور کئی بار ایسا ہوا کہ اپنے جی حضوریوں کو تخت پر بٹھا دیا کرتے تھے۔ یہاں مارکس نے اس پرانے لفظ سے "10 دسمبری سوسائٹی" والوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(31) مئی 1849 سے جولائی تک کے اس زمانے کا ذکر ہے جب نیپلز کی سلطنت نے آسٹریا سے مل کر روم کی ریپبلک کے علاقے میں فوج بڑھائی۔

(32) مارکس نے یہاں لوئی بونا پارٹ کی زندگی کے چند واقعات گنائے ہیں: 1832 میں اس نے تورگاؤ علاقے میں سوئٹزرلینڈ کی شہریت اختیار کی۔ 1848 میں جب وہ برطانیہ میں

مقیم تھا، اپنی خدمات "اسپیشل کانسٹیبلری" کے لئے پیش کردیں (برطانیہ میں رواج ہے کہ شہریوں میں سے کچھ لوگوں کی رضا کارانہ پولیس ریزرو بنائی جاتی ہے)۔

(33) اورلین والے ___ یعنی اورلین گھرانے کے حمایتی۔ اورلین ___ بوربوں شاہی خاندان کی ایک نوجوان شاخ تھی۔ 1830 کے انقلاب نے اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور 1848 کے انقلاب نے وہ چھین لیا۔ یہ لوگ مالیاتی شرفاء (بڑے پیمانے پر روپے کا کاروبار کرنے والے) اور اوپر کی بورژوازی کے جاں نثار تھے۔

(34) ضابطہ پارٹی ___ قدامت پسندانہ خیالات والی اوپر کی بورژوازی نے یہ پارٹی 1848 میں بنائی تھی۔ اس میں فرانس کی دو خاندانی بادشاہتوں کے طرف دار گروہ ملے ہوئے تھے۔ ایک جائز وارث والے (legitimist) اور دوسرے اورلین والے۔ 1849 سے دوسری دسمبر 1851 تک (جب لوئی بونا پارٹ نے اندر سے حکومت کا تختہ الٹا) فرانس کی دوسری ریپلک کی قانون ساز اسمبلی میں اس پارٹی کا بول بولا تھا۔

(35) کلی گولا ___ روم کا شہنشاہ (41 ___ 37) جسے پری ٹورین گارڈ نے تخت پر بٹھایا تھا۔

(74) اپریل 1849 میں فرانسیسی حکومت نے آئین ساز اسمبلی سے یہ منظوری حاصل کرلی کہ اٹلی میں فوجی مہم بھیجنے کے لئے مسلح کی جائے۔ فوجی مہم بھیجنے کا عذر یہ پیش کیا گیا تھا کہ آسٹریا کے مقابلے پر پئے مونٹ کی حمایت اور ریپلک آف روم کی حفاظت کرنی ہے۔ اندورنی غرض یہ تھی کہ ریپلک کے علاقے میں فوجی چڑھائی کرکے پاپائے روم کا اقتدار بحال کردیا جائے۔

36۔ اپریل 1849 میں فرانسیسی حکومت نے آئین ساز اسمبلی سے یہ منظوری حاصل کرلی کہ اٹلی میں فوجی مہم بھیجنے کے لئے مسلح کی جائے۔ فوجی مہم بھیجنے کا عذر یہ پیش کیا گیا تھا کہ آسٹریا کے مقابلے پر پیسے مونٹ کی حمایت اور ریپبلک آف روم کی حفاظت کرنی ہے۔ اندرونی غرض یہ تھی کہ ریپبلک کے علاقے میں فوجی چڑھائی کرکے پاپائے روم کا اقتدار بحال کردیا جائے۔

(37) "Le Moniteur universel" (اخبار عام) ___ فرانسیسی روزنامہ، حکومت کا ترجمان، پیرس میں 1789 سے 1901 تک نکلتا رہا۔ سرکاری احکام، پارلیمنٹ کی کاروائی اور مختلف سرکاری اعلان وغیرہ اسی اخبار میں شائع ہوا کرتے تھے۔

(38) Quaestor (کوئسٹر) ___ قانون ساز اسمبلی کا "کوئسٹر" ان ممبروں کو کہا جاتا ہے جنھیں اسمبلی کی طرف سے معاشی اور مالی معاملات کی دیکھ بھال اور اسمبلی کی سلامتی کا خیال رکھنے کی ذمہ داری سپرد ہو (روم قدیم میں لفظ کوئسٹر کی مناسبت سے یہ نام پڑا تھا)۔ یہاں مارکس نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ 6 نومبر 1851 کو شاہی طرف دار کوئسٹر نے ایک مسودہ قانون پیش کیا جس کی غرض یہ تھی کہ قومی اسمبلی کے صدر کو فوج طلب کرنے کا اختیار دیا جائے۔ پیش کرنے والوں میں لے فلو، باز اور پناکے نام تھے۔ گرما گرم بحث کے بعد یہ مسودہ قانون 17 نومبر کو رد کردیا گیا۔

(39) آئین پسند (Consititutionalists) _ آئینی بادشاہت کے حامی، بادشاہ سے نزدیکی تعلق رکھنے والی اوپر کی بورژوازی کے نمائندے جو آزاد خیال شرفاء کی طرف سے بولتے تھے۔

ژیروندیست ___ 18 ویں صدی کے آخر میں فرانس کے بورژوا انقلاب کے وقت یہ ایک بورژوا سیاسی گروپ تھا، اعتدال پسندوں کے مفاد کا خیال رکھنے ولا، انقلابی اور انقلاب کی مخالف طاقتوں کے درمیان ڈانوا ڈول۔ اس گروپ کا یہ نام پڑا ژیروندی حلقے کی وجہ سے کیوں کہ جو لوگ اس حلقے سے چن کر قانون ساز اسمبلی میں اور قومی کنونشن میں آتے تھے، زیادہ تر وہی اس گروپ کے لیڈر تھے۔

جیکو بی (Jacobins) ___ 18 ویں صدی کے آخر میں بورژوا انقلاب کے وقت بائیں بازو کا بورژوا سیاسی گروپ۔ یہ اپنے فیصلوں میں پختہ تھے اور بے باکی سے یہ آواز بلند کرتے تھے کہ فرانس سے جاگیرداری کا خاتمہ اور مطلق العنانی کا صفایا کردینا چاہیے۔

(40) 16 اپریل 1848 وہ تاریخ ہے جب پیرس کے مزدوروں نے ایک پرامن جلوس نکال کر عارضی حکومت کے سامنے اپنی یہ مانگ پیش کرنی چاہی کہ "مزدوروں کو تنظیم کا حق" ہو اور "آدمی کے ہاتھوں آدمی کا استحصال بند کیا جائے"۔ اس جلوس کو بورژوا نیشنل گارڈ نے جو خاص اسی غرض سے بنایا گیا تھا، منتشر کردیا۔

(41) فروندے کی تحریک ___ فرانسیسی شرفاء اور بورژوازی میں پھیلی ہوئی ایک تحریک مطلق العنان بادشاہی کے خلاف۔ یہ تحریک 1648 سے 1653 تک تیز رہی۔ اشرافیہ میں اس تحریک کے لیڈروں کو اپنے حواریوں اور غیر ملکی فوجیوں پر تکیہ تھا۔ اس زمانے میں جو کسان بغاوتیں ہوئیں اور شہروں میں جمہوری تحریکوں نے زور باندھا، انہیں بھی اس تحریک کے لیڈروں نے اپنی غرض کے لئے استعمال کیا۔

(42) فریگین ٹوپی ___ زمانہ قدیم کے فریگیوں کی لال ٹوپی۔ جیکوبی والوں نے اسی کو اپنے ہیٹ کے لئے نمونہ بنایا اور بورژوا انقلاب فرانس کے بعد سے یہ ٹوپی آزادی کی علامت شمار ہونے لگی۔

(43) نیلوفر ___ بوربوں شاہی خاندان کا اپنا اعلانی نشان۔

(44) ٹوری ___ انگلینڈ کی سیاسی پارٹی 17 ویں صدی کے آخر میں بنی، بڑے بڑے جاگیرداروں اور اوپر کے کلیسائی رہنماؤں کے حقوق کی حمایتی، جسے پرانے زمانے کی جاگیردارانہ قدریں عزیز تھیں۔ یہ پارٹی آزاد خیال اور ترقی پسند مطالبوں کے خلاف آواز بلند کرتی رہی اور 19 ویں صدی کے وسط میں اسی پارٹی کی بنیاد پر انگلینڈ کی کنزرویٹو پارٹی قائم ہوئی۔

(45) شہر ایمس ___ مغربی جرمنی کا وہ شہر جہاں گراف شمبور کا مستقل صدر مقام بن گیا۔ یہ شخص فرانسیسی تخت کا دعویدار اور بوربوں شاہی خاندان کی ایک شاخ کا چشم و چراغ تھا اور خود کو

ہنری پنجم کہا کرتا تھا۔

کلیرمونٹ ___ لندن کے نزدیک ایک محل، جہاں فرانس کے بادشاہ لوئی فلپ نے انقلاب فروری 1848 سے بھاگ کر قیام کیا۔

(46) یری ھون_ انجیل کی داستان کے مطابق کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا شہر تھا جو بنی اسرائیل نے فلسطین میں داخل ہونے کے بعد قبضہ کیا۔ محاصرہ کرنے والوں نے اس زور زور سے نقارے بجائے کہ شہر کی دیواریں گر گئیں۔

(47) یہاں مصنف کا اشارہ لوئی بوناپارٹ کے منصوبوں کی طرف ہے، جسے امید تھی کہ اسقف اعظم پوپ نہم کے ہاتھوں فرانس کی بادشاہت کا تاج پہنے گا۔ انجیل سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ حضرت داؤد کو پیغمبر سیموئیل نے تاج پہنایا تھا۔

(48) 2دسمبر 1805 کو موراویہ کے علاقے کے مقام آسٹرلٹز پر گھمسان کی لڑائی ہوئی تھی جس میں نپولین اول نے روس اور آسٹریا کی فوج کو شکست دی تھی۔

(49) یہاں مطلب ہے جولائی 1830 کے انقلاب سے۔

(50) اشارہ ہے لوئی بوناپارٹ کی کتاب "نپولینی نکات" (Des Idees Napolenniennes) کی طرف ہے۔

(51) بورگ گراف (چودھریوں یا پٹیل) کے نام سے وہ سترہ آدمی مراد ہیں جو اورلین والوں اور جائز وارث والوں میں پیش پیش تھے۔ قانون ساز اسمبلی نے انتخابی قانون کا خاکہ تیار کرنے کے لئے جو کمیٹی بٹھائی تھی، یہ لوگ اس کے ممبر تھے اور خواہ مخواہ اختیارات کے دعویدار بن بیٹھے تھے، رجعت پرستانہ نیت رکھتے تھے۔ وکٹر ہیوگو کے مشہور تاریخی ڈرامے سے بورگ گراف کا نام لیا گیا جس میں وسطی دور کے جرمنی کے قلعہ داروں (بورگ، یعنی فصیل بند قلعہ یا گڑھی) کی تصویر کھینچی گئی ہے جنہیں بادشاہ کی طرف سے یہ منصب ملا کرتا تھا۔

(52) پیرس کا نیا قانون اخبار جو 1850 کے جولائی میں قانون ساز اسمبلی نے پاس کیا، اس کی رو سے اخبار شائع کرنے والوں کو زیادہ زرضمانت رکھنا پڑتا۔ اخبار اور پمفلٹ نکالنے کے لئے اسٹامپ لکھ کر دینا پڑتا تھا۔

(53) "La Presse" ___ پیرس میں اس نام کا اخبار 1836 سے نکلنا شروع ہوا۔ جولائی کی بادشاہت کے زمانے میں وہ حزب مخالف کے ہاتھوں میں رہا۔ 49_1848 میں بورژوائی ریپبلکنوں کا ترجمان بن گیا اور بعد میں بوناپارٹ کی طرف سے لکھنے لگا۔

(54) Lazzaroni (موالی) اٹلی میں اپنے طبقوں سے کٹے ہوئے آوارہ گرد متفرق لوگوں کا یہ نام پڑ گیا تھا۔ خاندانی بادشاہی کے حامی رجعت پرستوں نے ان لوگوں کو بار بار اپنی طرف ملایا اور آزاد خیال جمہوریت پسندوں کے خلاف استعمال کیا

(55) یہاں لوئی بوناپارٹ کی زندگی کے دو اہم واقعات کی طرف اشارہ ہے: 30 اکتوبر 1836 کو اس نے توپ خانے کی دو رجمنٹوں کو ملا کر استراسبورگ میں شورش اٹھانی چاہی لیکن شورش پسندوں سے ہتھیار رکھوالئے گئے اور لوئی بوناپارٹ کو گرفتار کر کے امریکہ جلاوطن کر دیا گیا۔ 6 اگست 1840 کو اس نے پھر ایک قدم اٹھایا کہ بولون کی چھاؤنی کے فوجیوں میں بغاوت اٹھ کھڑی ہو، اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ اسے عمر قید کی سزا سنائی گئی لیکن وہ 1846 میں انگلینڈ کو فرار ہو گیا۔

(56) اس موقع پر مارکس کا مطلب ہے ان اخباروں سے جو بوناپارٹ کے حامی بن گئے تھے۔ لوئی بوناپارٹ صدر کے سرکاری محل یلی سے ئی میں رہتا تھا، وہیں سے یہ لفظ لیا گیا ہے۔

(57) جرمن شاعر شیلر کی نظم "Lied an die Freude" (شادمانی کی شان میں) سے ایک مصرعہ لے کر مارکس نے اسے دو معنی استعمال کیا ہے۔ نظم میں شاعر نے شادمانی کو ایلی زیم کی بیٹی کہا ہے۔ قدیم مذہبی داستانوں میں ایلی زیم یلی سے ئی اور دونوں کے معنی ہیں فردوس بریں۔ پیرس میں صدر کے سرکاری محل والے علاقے کا بھی یہی نام تھا۔

(58) 1789 کے بورژوا انقلاب کے وقت تک فرانس میں پارلیمنٹوں کا مقام ملک کی سب سے اونچی عدالت کا تھا جہاں شاہی احکام پر مہر لگتی تھی اور انہیں یہ حق بھی حاصل تھا کہ ایسے فرمانوں کی تصدیق سے انکار کر دیں جن سے ملک کے رسم ورواج اور قانون سازی کی خلاف ہوتی ہو۔

(59) بیل ایل_ خلیج بسکے میں ایک جزیرہ تھا جہاں سیاسی قیدیوں کو کالے پانی کی سزا کاٹنی پڑتی تھی

(60) مارکس نے دوسری، تیسری صدی عیسوی کے قدیم یونانی مصنف اتھینا یوس کی کہانی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس مصنف نے اپنی کتاب "دستر خوان کے فلسفی" (Deipnosophistas) میں بیان کیا ہے کہ مصر کے فرعون طاحونس نے اسپارتا کے بادشاہ اگی سلائی کے پستہ قامت ہونے پر (جو اپنی فوج لے کر فرعون کی کمک پر آیا تھا) ایک پھبتی کسی "پہاڑ کو حمل ٹھہرا ہوا تھا۔ زیوس دیوتا دیکھ کر ڈر گئے۔ مگر پہاڑ میں سے نکلا چوہا" اس پھبتی پر اگی سلائی نے جواب دیا "ابھی تو میں تمہیں چوہا نظر آتا ہوں۔ وقت آئے گا کہ میں شیر دکھائی دوں گا "۔

(61) "L,Assemblee,nationale" (قومی اسمبلی) ___ فرانسیسی روزنامہ، خاندانی بادشاہت کے حامیوں اور جائز وارث والوں کی طرف دار۔ یہ اخبار 1848 سے 1857 تک نکلتا رہا۔ 1848 اور 1851 کے درمیان اس نے اورلین والوں اور جائز وارث والوں کے دونوں دعویدار گروہوں کے ملانے کی آواز بلند کی۔

(62) جائز وارث والوں کی طرف سے فرانسیسی تخت وتاج کے دعویدار گراف شمبور نے 1850 کے بعد چند سال وینس میں رہ کر گزارے۔

(63) 1814 سے 1830 کی بادشاہی بحالی کے دور میں جائز وارث والی پارٹی میں اس بات پر اختلاف رہا کہ کیا سیاسی ترکیبیں اختیار کی جائیں۔ لڈوگ ہژدہم 18 کے حامی ویلیل کا خیال تھا کہ رجعت پرستانہ قدم اٹھانے میں نہایت احتیاط سے کام لیا جائے لیکن پولی نیاک کا کہنا تھا کہ انقلاب سے پہلے کا سرکاری بندوبست جوں کا توں پھر قائم کر دیا جائے (یہ شخص گراف

دی آرتو رکا طرف دارتھا جو 1824 سے شاہ چارلس دہم کہلایا)

(64)"The Econmist"(ماہر معاشیات)انگلینڈ کا مشہور ہفتہ وار سیاسی اور اقتصادی رسالہ،اوپر کی صنعتی بورژوازی کا ترجمان جو 1843 سے برابر شائع ہو رہا ہے۔

(65)لندن کی صنعتی نمائش__ مئی 1851 سے اکتوبر تک انٹرنیشنل تجارت اور صنعت کی یہ پہلی نمائش لندن میں ہوئی تھی۔

(66)"Le Messager de 1,Assemblee"پیرس سے شائع ہونے والا روز نامہ جولائی بوناپارٹ کا مخالف تھا۔یہ روز نامہ 16 فروری سے 2 دسمبر 1851 تک چلا۔

(67)لمبی پارلیمنٹ جو 1653__1640 تک قائم رہی۔انگلینڈ میں بورژوا انقلاب شروع ہوتے وقت چارلس اول نے یہ پارلیمنٹ طلب کی تھی جو اس انقلاب کا قانون ساز ادارہ بن گئی۔1649 میں اسی پارلیمنٹ نے چارلس اول کو سزائے موت کا حکم سنایا اور انگلینڈ کو رپبلک قرار دے دیا۔1653 میں کرومویل نے یہ پارلیمنٹ توڑ دی۔

(68)"Cevennes"(سیوینے)"یہ فرانس کے صوبہ لانگے دوک کا پہاڑی علاقہ ہے جہاں 1702 سے 1705 تک کسانوں کی بغاوت چلتی رہی۔پروٹسٹنٹ فرقے پر مظالم کی مخالفت سے یہ شورش اٹھی تھی،بعد میں جاگیرداری نظام کے خلاف کھلی بغاوت بن گئی۔مارکس نے فرانس کے مغربی صوبے "واندیئے" کا حوالہ اس سلسلے میں دیا ہے کہ فرانسیسی شاہ پرستوں نے 1793 میں یہاں کسانوں کو بھڑکا کر انقلاب فرانس کے خلاف شورش کھڑی کر دی۔

(69) نیشنل کنونشن__ 18 ویں صدی کے آخر میں بورژوا انقلاب کے زمانے میں فرانس کا سب سے اعلیٰ نمائندہ ادارہ جو ستمبر 1792 سے اکتوبر 1795 تک قائم رہا۔انقلاب کے ساتھ ساتھ نیشنل کنونشن کا قدم بھی آگے بڑھتا رہا۔فرانسیسی بورژوازی کی کوشش تھی کہ انقلاب سے جو فیض پہنچ سکتا ہے اسے مستقل کر دیا جائے اور ملک سے جاگیردارانہ سماجی نظام کا صفایا ہو جائے۔کنونشن کے فیصلوں سے اسی کی تائید ہوتی رہی۔

(70) کوہ طور__ جزیرہ نما عرب کے وہی مشہور پہاڑی سلسلہ جہاں انجیل کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰ سے خدا نے کلام کیا اور ان پر توریت کی احکام نازل کئے۔

(71) کونسل آف کونسٹینس__ جب کلیسا میں اصلاحات کی تحریک پھیلی تو کیتھولک کلیسا کی کمزوریاں دور کرنے کے لئے 1418__1414 تک یہ کونسل بٹھائی گئی۔اس کونسل نے مذہبی اصلاحات کے علمبردار جان ویکلف اور جان ہوس کے نظریات کو رد کر دیا،کیتھولک فرقے کے اندرونی اختلاف کا خاتمہ کیا اور کلیسائی اعلیٰ اختیارات کے تین دعویداروں کو برطرف کر کے ایک نئے اسقف اعظم کو چن لیا۔

(72) یہاں ان تحریروں کی طرف اشارہ ہے جو جرمن یا" سچے سوشلزم" کے خیالات کی طرف سے پیش کی گئیں۔یہ خیالات 1840 کے بعد والے برسوں میں جرمنی کے نچلے درمیانی طبقے کے پڑھے لکھے لوگوں میں عام ہو گئے تھے،یہ ایک رجعت پرست رجحان تھا۔مارکس اور اینگلز نے اپنی تصنیف " کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو" میں اس رجحان پر روشنی ڈالی ہے۔

(73) فرانس میں فلپ دی اورلین کی ریجنسی 1723__1715 تک قائم رہی جب تخت کا وارث لوئی پانزدہم نابالغ تھا۔

(74) تریر کی عبائے مقدس___ کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھتے وقت حضرت عیسیٰ جو عبا پہنے ہوئے تھے،وہی عبا مغربی جرمنی کے پرانے شہر تریر میں کیتھولک گرجا کے اندر آج تک محفوظ ہے۔اس عبائے مقدس کی زیارت کے لئے دنیا بھر سے زائرین کے ہجوم سالہا سال سے آتے ہیں۔

(74) وینڈوم کی لاٹ__ یہ 1806 اور 1810 کے درمیان پیرس میں نصب کی گئی نپولین نے جو فتوحات حاصل کیں ان کی یادگار کے طور پر مال غنیمت کی توپوں سے کانسی نکال کر یہ لاٹ ڈھالی گئی اور اس کے اوپر نپولین کا مجسمہ لگایا گیا۔16 مئی 1871 کو پیرس کمیون کے حکم سے یہ لاٹ زمین کے برابر کر دی گئی تھی لیکن 1875 میں رجعت پرستوں کے غلبے نے اسے پھر اپنی جگہ جما دیا۔

ناموں کا اشاریہ

الف

اپول(Hautpoul)الفونس آنری دی(1865_1789)۔فرانسیسی جنرل۔جائز وارث والوں کا حامی تھا،پھر بوناپارٹ سے مل گیا 50_1849 میں وزیر جنگ رہا۔

اڈلر(Adler)۔وکٹر(1918_1852)۔آسٹریائی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ایک آرگنائزر اور لیڈر۔

اسمتھ (smith)۔آدم(1890_1733)۔مشہور انگریز ماہر معاشیات،بورژوائی کلاسیکی سیاسی معاشیات میں ایک مستند عالم۔

اگیس(Agis)۔اول(اندازاً 399 قبل مسیح وفات پائی)۔اندازاً 426_399 قبل مسیح تک اسپارٹا کا بادشاہ۔

اگی سیلائی(Agesilaus)۔(اندازاً 442__358 قبل مسیح تک)399 کے بعد اسپارٹا کا بادشاہ رہا۔

آلے(Allais)۔لوئی پیئر کونستان(اندازاً پیدائش 1821)فرانس کا ایک پولیس ایجنٹ۔

انگلس(angles)۔فرانسوا ارنسٹ(6I_1807)فرانس کا بڑا جاگیردار جو 51_1850 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا اور ضابطہ پارٹی کا نمائندہ تھا۔

اودینو(Oudinot)۔نکولا شارل وکٹر(1863_91)فرانسیسی جنرل،اورلین کا حامی۔1849 میں روم کی ریپبلک پر فوج لے کر گیا۔بعد میں اس نے کوشش کی کہ 2 دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت کا توڑ کرے لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔

اورلین خاندان(Orleans)۔فرانس کا ایک شاہی خاندان جو 1830_48 تک صاحب اختیار رہا۔

اورلین ہیلینا(Orleans Helene)۔میکلن خاندان سے تھی(1814_58)شہنشاہ لوئی فلپ کے بڑے بیٹے فرڈنیڈ کی بیوہ۔

اورلین شاہزادہ۔دیکھئے لوئی فلپ۔

اووین(Owen)۔رابرٹ(1771_1858)یوٹو پیائی(قیاس)سوشلزم کی مشہور انگریز شخصیت۔

اپی کیوریس(Epicurus)(زمانہ اندازاً 341__270 قبل مسیح تک)یونان کا قدیم مادیت پسند عظیم فلسفی جو خدا کا منکر تھا۔

اینگلز(Engels)۔فریڈرک(1820_1890)

ایویلینگ(Aveling)۔ایلینورا(1855_98)انگلینڈ کی اور بین الاقوامی مزدور تحریک میں نمایاں حصہ لیتی رہی۔مارکس کی چھوٹی بیٹی۔انگریز سوشلسٹ لیڈر ایڈورڈ ایویلینگ کی بیوی

۔

آئی(Ailly)۔پیئر دی(زمانہ 1350__1420_1425 تک)فرانس کا بڑا پادری جس نے کونسل آف کونسٹینس میں اہم رول ادا کیا۔

ب

بابیوف(Babeuf)۔گراخ(اصل نام فرانسوا نوئل)(1760_97)فرانسیسی انقلابی جو یوٹو پیائی مکمل مساوات والے کمیونزم کا خاص ترجمان تھا،وہی "مساواتیوں" کی سازش کا سرغنہ تھا۔

بارو(Barrot)۔اودی لوں(1791__1873)فرانس کا ایک بورژوا سیاسی لیڈر،فروری 1848 تک یہ شخص آزاد خیال کے خاندانی بادشاہت والوں کے حزب اختلاف کا سربراہ تھا۔دسمبر 1848 تک وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالے رہا۔اس کی وزارت کو ضابطہ پارٹی کی تائید حاصل تھی

باز(Baze)۔ژاں دیدیے(1800_1881)۔فرانسیسی وکیل اور سیاسی رہنما،اورلین والوں کی حمایتی۔

باکونن۔میخائیل الیکساندرووچ(1814_76)۔روسی ڈیموکریٹ،مضمون نگار،1848_49 کے انقلاب جرمنی میں شریک ہونے والا۔انارکزم یا نراج کا ایک مشہور نظریہ ساز پہلی انٹرنیشنل میں ممبر کی حیثیت سے شریک ہوا تو مارکس ازم کا جانی دشمن نکلا۔جب ہیگ میں 1872 کی کانگرس ہوئی تو اسے تفرقہ پردازی کے الزام میں انٹرنیشنل کی ممبری سے خارج کر دیا گیا

۔

بالزاک(Balzac)۔انورے دی(1799_1850)۔فرانس کا عظیم الشان حقیقت نگار ادیب اور مصنف۔

باؤیر(Bauer)۔برونو(1809_86)جرمن آئیڈیلسٹ فلسفی،ہیگل کے نوجوان پرستاروں میں اس کا نام نمایاں ہے بورژوائی ریڈیکل تھا،1866 کے بعد قومی آزاد خیالوں میں مل گیا۔

باؤیر(Bauer)۔ایڈگر(1820_86)جرمن اہل قلم۔یہ بھی اپنے بھائی برونو باؤیر کی طرح ہیگل کے نوعمر پرستاروں میں تھا(مارکس نے انہی کو باؤیر کا بھائی لکھا ہے)

براگے (Baraguay)۔دی ایلیئے،اشیل(1795_1878)فرانسیسی جنرل۔دوسری ریپلک کے زمانے میں وہ آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں میں چن کر آیا تھا۔1851 میں پیرس کی چھاؤنی کا کمانڈر تھا اور بوناپارٹ کا حامی۔

برنار(Bernard)۔فرانسیسی کرنل۔جون 1848 کی بغاوت(پیرس)کے ملزموں کی چھان بین کے لئے جو فوجی کمیشن بٹھایا گیا اس کا سربراہ تھا۔1851 کو حکومت کا تختہ الٹے جانے کے بعد وہ ان ریپبلکنوں کے مقدمات کی عدالتی تحقیقات میں پیش پیش رہا جو بوناپارٹ کے خلاف تھے۔

بروٹ(Brutus)۔مارک یونئی بروٹ(اندازاً 85__42 قبل مسیح کا زمانہ)روم کی وہ سیاسی شخصیت،جس نے جولیس سیزر کے خلاف سازش رچی تھی۔

بروش(Baroche)۔پیئر ژول(1802_1870)فرانس کی سیاست اور ریاست کے معاملات میں ایک نمایاں شخصیت،یہ بھی ضابطہ پارٹی کا نمائندہ تھا۔پھر بوناپارٹ کا حمایتی ہو گیا۔1849 میں اپیلائٹ ٹربیونل کا سب سے بڑا وکیل سرکار بن گیا۔

بروئی(Broglie)۔اشیل شارل(1785_1870)فرانس کے ریاستی معاملات میں پیش پیش 1835_36 میں وزیر اعظم رہا۔1849_51 قانون ساز اسمبلی کا ممبر تھا اورلین والوں کا حامی۔

بسمارک(Bismarck)۔اوٹو(1815_98)جرمن پرنس۔ریاستی معاملات میں نمایاں،پروشیا اور جرمنی کی طرف سے غیر ملکی تعلقات میں سرگرم۔پروشیا کے تعلقہ داروں کا نمائندہ جو وہاں 1862_71 تک منسٹر پریذیڈنٹ تھا۔بعد میں 1871_90 تک جرمن سلطنت کا ریخ چانسلر(صدر)رہا۔

بلان (Blanc)۔لوئی (1811_82) فرانس کا چھوٹی بورژوازی والا سوشلسٹ، مؤرخ 1848 میں عارضی حکومت میں شریک تھا، لکسمبرگ کمیشن کا چیئرمین۔ اگست 1848 کے بعد سے لندن بھاگ جانے والے چھوٹے بورژوائیوں کا ایک لیڈر۔

بلانکی (Blanqui)۔لوئی اوگوسٹ (1805_81) فرانسیسی انقلابی، قیاسی کمیونزم کا علمبردار۔ 1848 کے انقلاب کے وقت فرانس کی جمہوری اور پرولتاری تحریک میں انتہائی بائیں بازو کا حامی۔ کئی بار گرفتار ہوا اور سزائیں کاٹیں۔

بوربوں (Bourbons)۔فرانس کا شاہی خاندان جو 1589_1792 تک، پھر 1814_15 میں اور پھر 1815_30 تک حکمران رہا۔

بوناپارٹ۔ نپولین سوم کے نام میں ملاحظہ ہو

بوناپارٹ۔ فرانس میں شہنشاہوں کا ایک خاندان جو 1804 سے 1814_15 اور پھر 1852_70 تک حکمران رہا۔

بیرئے (Berryer) پیئر آنتواں (1790_1868)۔ فرانس کا ایک نمایاں وکیل اور سیاسی رہنما۔ جائز وارث والوں کا طرف دار۔

بیدو (Bedeau)۔ ماری الفونس (1804_63)۔ فرانس کا جنرل اور سیاسی لیڈر۔ اعتدال پسند بورژوا ریپبلکن۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں بیدو آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا نائب صدر تھا۔

بینوادی آزی (Benoist d Azy)۔ دینی (1880_94) فرانس کا ایک سیاسی لیڈر، روپیہ لگانے والا۔ 1849_51 میں قانون ساز اسمبلی کا نائب صدر رہا۔ جائز وارث والے گروہ کا آدمی۔ (p,244,215)

بیوبن (Bevan)۔ اوسوانسی شہر میں ٹریڈ یونین کونسل کا صدر۔ جب اس شہر میں 1887 میں ٹریڈ یونین کانگرس ہوئی تو اس کا بھی صدر یہی بنا۔

بی یو (Billault)۔ اوگوست ادولف ماری (1805_63) اور لین والوں کا حامی، ایک فرانسیسی سیاسی رہنما۔ 1849 سے وہ بوناپارٹ کا حامی بن گیا۔ 1848_49 میں آئین ساز اسمبلی کا ممبر اور 1854_58 تک وزیر داخلہ رہا۔

بیئی (Bailly)۔ ژان سیلوین (1736_93) اٹھارویں صدی کے آخر میں بورژوائی انقلاب فرانس کا ایک رہنما جو آزاد خیال اور آئین پسند بورژوازی کے لیڈروں میں شمار ہوتا ہے۔

پ

پبلکولا (Publicola)۔ پبلی ویلری پبلکولا (وفات 503 قبل مسیح) روم کی ریپبلک کے سلسلے میں ایک ایسا نام جو کچھ حقیقت ہے، کچھ افسانہ۔

پلیخانوف۔ گیورگی والینتی نوویچ (1856_1918)۔ روسی اور انٹرنیشنل سوشلسٹ تحریک کا ایک پیشوا جس نے مارکس ازم کی تبلیغ میں زبردست کام کیا۔ 1883 میں ملک سے باہر پہلے روسی مارکسی گروپ کی بنیاد ڈالی۔ یہ گروپ تھا "محنت کی گلوخلاصی" عمر کے آخری دور میں مینشویک ہو گیا۔

پرودھون (Proudhon)۔ پیئر ژوزف (1809_63) مشہور فرانسیسی ماہر معاشیات و عمرانیات۔ چھوٹی بورژوازی کا نظریہ ساز۔ انارکزم یا نراج کا نظریہ تیار کرنے والوں میں وہ بھی تھا۔

پوپ اعظم نہم۔ (1792_1878)__ وہ 1846 سے آخر دم تک پاپائے روم رہا۔

پولی نیاک (Polignac)۔ اوگوست ژول آرمان ماری، پرنس (1780_1847) فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں جائز وارث والوں کا حامی۔ کلیسائی عہدہ دار 1829_30 میں وزیر خارجہ بھی تھا اور وزیر اعظم بھی۔

پیرس کا نواب۔ ملاحظہ ہو لوئی فلپ البیر۔

پیرسنی (Persigny) ژاں ژلبر وکٹر، کاؤنٹ (1808_72)۔ فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں۔ بوناپارٹ کا حامی 1849_51 میں دستور ساز اسمبلی کا ممبر رہا۔ 2 دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت کی تیاریوں میں آگے آگے تھا۔ پہلے 1852_54 میں اور پھر 1860_63 تک وزیر داخلہ رہا۔

پیرو (Perrot)۔ بنجامن پیئر (1791_1860)۔ فرانسیسی جنرل جس نے 1848 میں جون کی بغاوت کچلنے میں حصہ لیا اور 1849 میں پیرس میں نیشنل گارڈ کا کمانڈر رہا۔

ت

توکویل (Tocqueville)۔ الیکس (1805_59) فرانس کا بورژوا مؤرخ اور سیاسی رہنما۔ جائز وارث والوں کا حامی۔ دوسری ریپبلک کے زمانے آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا ممبر۔ جون سے اکتوبر 1849 تک وزیر خارجہ۔

تھوری نی (Theirs)۔ پیئر فرانسوا ایلز بیتھ (1798_1869)۔ فرانسیسی ماہر قانون۔ لیون میں اپریل 1834 کی بغاوت کے ملزموں کی عدالتی کارروائی اسی کے ہاتھ میں تھی۔ بوناپارٹ کا حامی۔ 1851 میں وزیر داخلہ رہا۔

تیئر (Thiers)۔ ادولف (1797_1877)۔ فرانس کا بورژوا مؤرخ اور ریاستی معاملات میں سرگرم۔ 1849_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔ اورلین والوں کا حامی

۔1871_73 میں ریپبلک کا صدر رہا۔ پیرس کمیون کو خون میں ڈبونے والا۔

د

دانتن(Danton)۔ژورژ ژاک(1759_94) اٹھارویں صدی کے آخر میں فرانس کے بورژوائی انقلاب کے نمایاں لوگوں میں سے ایک اہم شخصیت۔ جیکوبی گروہ کے داہنے بازو کا لیڈر۔

دفلوت(De Flotte)۔پول(1817_60)۔فرانس کے بحری بیڑے کا افسر۔انقلابی بلانکی کا حامی۔ پیرس میں 15 مئی اور جون 1848 کی بغاوتوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا ۔1850_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔

دوپرا(Duprat)۔ پاسکل(1815_80)۔فرانسیسی جرنلسٹ ۔ بورژوائی ریپبلکن ۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا ممبر۔لوئی بونا پارٹ کے خلاف کھڑا ہوا۔

دوپن(Dupin)۔آندرے ماری ژاں ژاک(1783_1865) فرانس کا ایک قانون دان اور اہم سیاسی رہنما، اورلین والوں کا طرفدار 1849_51 میں قانون ساز اسمبلی کا صدر ۔بعد میں بونا پارٹ سے مل گیا۔

دیمولین(Desmoulins)۔کامل(1760_94)۔فرانسیسی اہل قلم۔اٹھارویں صدی کے آخر کے انقلاب فرانس میں نمایاں ۔ یہ بھی دائیں بازو کا جیکوبی تھا۔

دیوشاتیل(Duchatel)۔شارل(1803_67)۔فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں حیثیت کا آدمی، اورلین والوں کا حامی ۔ پہلے 1839_40 میں اور پھر فروری 1840 سے 1848 تک وزیر داخلہ رہا۔

ڈیورنگ(Duhring)۔یوگینی کارل(1833_1921)۔جرمن فلسفی(eclectic philosopher) اور گھٹیا قسم کی معاشیات کا ماہر، چھوٹی بورژوازی کا رجعت پرستانہ سوشلزم کا ترجمان۔اس کے فلسفے میں آئیڈیلزم بھی ہے اور گھٹیا مادیت پسندی بھی، پوزیٹوزم(positivism) بھی ہے اور مابعد الطبعیات بھی۔1863_77 تک برلن یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔

ر

راتو(Rateau)۔ژاں پیئر (1800_87)۔فرانس کا ایک ممتاز وکیل جو بونا پارٹ کا حامی اور دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر تھا۔

رچرڈ سوم(1452_85)۔زندگی کے آخری تین سال انگلینڈ کا بادشاہ رہا۔

روائی کولر(Royer.Collard)۔پیئر پول(1763_1845) فرانسیسی فلسفی اور سیاسی لیڈر۔خاندانی بادشاہت کا حامی۔

روبس پیری(Robespierre)۔میکسی میلین(1758_94) اٹھارویں صدی کے آخر میں انقلاب فرانس برپا کرنے والوں میں پیش پیش۔ جیکوبی گروہ کا لیڈر 1793_94 میں انقلابی حکومت کا سربراہ۔

روگے(Ruge)۔آرنلڈ(1802_80)۔جرمن اہل قلم۔ہیگل کا نوجوان پرستار۔ بورژوا ریڈیکل۔1848 میں وہ فرینکفرٹ کی قومی اسمبلی کا ممبر اور بائیں بازو کا آدمی تھا۔1850 کی دہائی میں چھوٹی بورژوازی کے ان لوگوں کا لیڈر تھا جو اپنا وطن جرمنی چھوڑ کر انگلینڈ چلے گئے ۔1866 کے بعد نیشنل لبرل ہوگیا۔

روئے(Roucher)۔ایژین(1814_84) فرانس کی ایک سیاسی شخصیت۔ بونا پارٹ کا حامی۔1849_52 کے درمیان وقفوں سے وزیر عدالت رہا۔

ریکارڈو(Ricardo)۔ڈیوڈ(1772_1823) انگریز ماہر معاشیات۔ بورژوا کلاسیکی سیاسی معاشیات کا سب سے اہم نمائندہ۔

ریموز(Remusat)۔شارل فرانسوا ماری، کاؤنٹ(1797_1875) فرانس کا ریاستی معاملات کا ایک ممتاز نام اور ادیب اور لین کا حامی۔1840 میں وزیر داخلہ 1871_73 میں وزیر خارجہ رہا۔

رینیو(Regnaud)۔سین ژاں دی انژیلی اوگوست میشل ایتین ۔کاؤنٹ(1794_1870) فرانسیسی جنرل بونا پارٹ کا حامی۔جنوری 1851 میں وزیر جنگ تھا۔

ز

زاسولیچ۔ویرا ایوانوونا (1849_1919)۔پہلے روس کی "نرودنک" (عوامی) تحریک میں اور آگے چل کر سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی ایک مارکسی گروپ تھا "محنت کی گلوخلاصی" کے نام سے۔اس میں سرگرم رہی، آخر میں منشویک گروہ میں شامل ہوگئی۔

ژیراردین(Giradin)۔ایمیل دے(1806_81) فرانس کا بورژوا اہل قلم اور سیاسی شخصیت اخبار "پریسے" کا ایڈیٹر۔1848 کے انقلاب سے پہلے وہ گیزو کی حکومت کے فریق مخالف میں شامل تھا، انقلاب کے زمانے میں بورژوا ریپلکن ہوگیا۔1850_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا اور بعد میں بونا پارٹ کا حامی بن گیا۔

ژیراردین(Giradin)۔دلفینا دے(1804_55) فرانسیسی ادیبہ۔ایمیل دے ژیراردین کی شریک حیات۔

ژان ویل(Joinville)۔فرانسوافرڈنین فلپ لوئی ماری۔اورلین خاندان کا چشم و چراغ، پرنس(1818_1900) شہنشاہ لوئی فلپ کا فرزند۔فروری 1848 کے انقلاب کی فتح مندی سے بھاگ کر انگلینڈ میں پناہ لی۔(p,252,267)

ژیرو(Giraud)۔شارل ژوزف برتیل می(1802_81)۔فرانسیسی قانون داں،شاہی کا حامی،1851 میں وزیر تعلیم۔

س

سسماندی(Sismondi)۔ژاں شارل لیونار سموندے(1773_1842)۔سوئٹزرلینڈ کا ماہر معاشیات،چھوٹی بورژوازی کی نظر سے سرمایہ داری کا نکتہ چین۔

سکندراعظم۔الیگزینڈر مائیدونیائی۔(323_336 قبل مسیح)یونان کا مشہور سپہ سالار اور صاحب تخت وتاج۔

سلاندروز(Sallandrouse)۔شارل ژاں(1808_67)فرانسیسی صنعت کار۔1848_49 میں آئین ساز اسمبلی کا ممبر۔بوناپارٹ کا حامی۔

سلواندی(Salvandy)۔نرسیس اشیل،کاؤنٹ(1795_1856)فرانس کا مشہور ادیب اور ریاستی معاملات میں دخیل۔اورلین والوں کا حامی۔ پہلے 1837_39 میں اور پھر 1845_48 میں وزیر تعلیم رہا۔

سولوک(Soulouque)۔فاؤستین(1782_1867)نائیجیریائی ریپبلک ہائتی کا صدر جس نے 1849 میں خود کو شہنشاہ فاؤستین اول کا لقب دیا۔

سیزر(Saesar)۔گائی جولیس سیزر(اندازاً100_44 قبل مسیح تک)روم کا شہرہ آفاق سپہ سالار اور سیاسی رہنما۔

سین آرنو(Saint Arnaud)۔آرمان ژاک اشیل لیرواد ے(1801_54)فرانسیسی مارشل،بوناپارٹ کا حامی۔2 دسمبر 1851 کو حکومت کا تختہ الٹنے میں شریک۔ بعد میں 1851_54 تک وزیر جنگ رہا

سین پریست(Saint Priest)۔عمانویل لوئی،ماری،وائی کونٹ(1789_1881)۔فرانسیسی جنرل اور ڈپلومیٹ۔جائزوارث والوں کا حامی 1849_51 میں دستور ساز اسمبلی کا ممبر۔

سین بیوف(Saint Beuve)۔پیئر آنری(1819_55)فرانس کا ایک جاگیردار اور کارخانہ دار۔دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر،ضابطہ پارٹی کا نمائندہ۔

سین ژوست(Saint Just)۔لوئی آنتواں(1767_94)اٹھارویں صدی کے آخر میں انقلاب فرانس کا ایک اہم رہنما جیکوبی گروہ کے لیڈروں میں سے تھا۔

سین سائمن(Saint Simon)۔آنری(1760_1825)یوٹوپیائی سوشلزم کی زبردست فرانسیسی شخصیت۔(p,89)

سیو(Sue)۔ایژین(1804_57)فرانسیسی ادیب۔قانون ساز اسمبلی کا 1850_51 میں ممبر تھا۔

سے(Say)۔ژاں باتیست(1767_1832)۔فرانس کا بورژوائی ماہر معاشیات۔گھٹیا پولیٹیکل اکانومی کا نمائندہ۔

ش

شراس(Charras)۔ژاں باتیست ادولف(1810_65)فوجی اور شہری معاملات میں فرانس کی اہم شخصیت اعتدال پسند بورژوا ریپبلکن۔جون 1848 میں پیرس کے مزدوروں کی بغاوت کچلنے میں سرگرمی دکھائی۔بعد میں لوئی بوناپارٹ کے خلاف ہوگیا۔فرانس سے جلاوطن کیا گیا۔

شرام(Schramm)۔ژاں پول آدم(1789_1884)۔فرانسیسی جنرل اور سیاسی رہنما۔بوناپارٹ کا حامی 1850_51 میں وزیر جنگ رہا۔

شکسپئیر (Shakrepearre)۔ولیم(1564_1616)۔انگلستان کا مشہور شاعر،ڈرامہ نگار۔

شمبور(Chambord)۔آنری شارل۔کاؤنٹ(1820_83)۔بوربوں شاہی خاندان کا آخری چشم و چراغ۔کارل دہم کا پوتا،ہنری پنجم کے نام سے فرانسیسی تاج وتخت کا دعویدار۔

شنگارنے(Changarnier)۔نکولا آن تیودیول(1793_1877)۔فرانسیسی جنرل اور بورژوا سیاسی لیڈر،شاہی کا حامی۔جون 1848 کی بغاوت کے بعد پیرس کی چھاؤنی فوج اور نیشنل گارڈ کا کمانڈر۔13 جون 1849 کو پیرس کے جلوس کو درہم برہم کرنے میں اسی کا ہاتھ تھا۔

ف

فالو(Falloux)۔الفرید(1811_86)۔فرانس کا ایک سیاسی لیڈر جو جائزوارث والوں کا حامی اور کلیسائی آدمی تھا۔1848 میں اسی نے قومی ورکشاپ توڑ دینے کی شروعات کی تھی اور پیرس میں جون کی بغاوت کچل ڈالنے کی شہ بھی اس نے دی تھی۔1848_49 میں وزیر تعلیم رہا۔

فائرباخ(Feuerbach)۔لڈوگ(1804_76)۔مارکس سے پہلے تک وہی سب سے بڑا مادیت پسند جرمن فلسفی تھا۔

فوریئے(Fourier)۔شارل(1772_1837)۔فرانس کا بورژوا سیاسی رہنما، اورلین والوں کا حامی۔ ماہر معاشیات، مالتھوس کا پیرو۔ دسمبر 1848 سے مئی 1849 تک اور پھر 1851 میں وزیر داخلہ رہا۔ بعد میں بوناپارٹ کا حامی ہو گیا۔

فولد(Fould)۔اشیل(1800_67)۔فرانسیسی بینکر، پہلے اورلین والوں کا، بعد میں بوناپارٹ کا حامی۔ 1849_67 تک کئی بار وزیر مالیات رہا۔

ک

کابے(Cabet)۔ایتین(1788_1856)۔فرانس کا ایک اہل قلم جو 1830_50 کے درمیان پرولتاریوں کی سیاسی تحریک میں شریک رہا۔ پرامن قیاسی کمیونزم کا ممتاز ترجمان، جس کی ایک کتاب مشہور ہے "ایکاریا کا سفر"۔

کارلے(Carlier)۔پیئر (1799_1858)۔جو 1849_51 میں پیرس پولیس کا پریفیکٹ تھا اور بوناپارٹ کا حامی۔

کانستان(Constant)۔بنجامن(1767_1830)۔مشہور فرانسیسی ادیب۔لبرل خیالات کا سیاسی لیڈر۔

کرومویل(Cromwell)۔اولیور(1599_1658)۔17 ویں صدی کے انگلینڈ میں جب بورژوائی انقلاب اٹھا تو کرومویل نے بورژوازی اور منصب داروں سے نئے بورژوا بننے والے طبقے کی رہنمائی کی۔ 1653 سے آخر دم تک وہ انگلینڈ۔ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کا لارڈ پروٹیکٹر بنا رہا۔

کریٹن(Creton)۔نکولا جوزف(1798_1864)۔فرانسیسی وکیل۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔ اورلین والوں کا حامی۔

کلی گولا(Caligula)۔زمانہ(12_41) روم کا شہنشاہ۔

کوزین(Cousin)۔وکٹر(1792_1867) فرانس کا آئیڈیلسٹ فلسفی(eclectic philosopher)

کوسی دیئر(Caussidiere)۔مارک(1808_61) فرانس کا چھوٹی بورژوازی والا ڈیموکریٹ۔ 1834 میں لیون کی بغاوت میں شریک ہوا۔ فروری سے جون 1848 تک پیرس پولیس کا پریفیکٹ (انسپکٹر جنرل) رہا اور آئین ساز اسمبلی کا ممبر بن گیا۔ جون 1848 میں انگلینڈ فرار ہو گیا۔

کوے نیاک(Cavaiganc)۔لوئی اوجین(1802_57)۔فرانس کا ایک جنرل اور سیاسی لیڈر۔ اعتدال پسند بورژوا ریپبلکن۔ مئی 1848 میں بغاوت کی تو اسے انتہائی بے دردی سے کچل ڈالا۔ جون 1848 سے دسمبر تک انتظامیہ کمیٹی کا سربراہ وہی تھا۔

گ

گراخی(Gracchi)۔یہ دو بھائی تھے: ایک گائی سمپرونی (153_121 قبل مسیح)، دوسرا تیبری سمپرونی (163_133 قبل مسیح)۔ روم قدیم کی دو ہردلعزیز شخصیتیں، جنہوں نے ایسے زراعتی قانون بنوانے کے لئے انتہائی کوشش کی جن میں کسانوں کا فائدہ ہو۔

گرانئے دی کسانیاک(Granier de cassagnac)۔ادولف(1806_80)۔فرانسیسی جرنلسٹ بے اصولا سیاست دان، 1848 تک اورلین والوں کا حامی تھا، بعد میں بوناپارٹ کی طرف مڑ گیا۔ دوسری شہنشاہی کے زمانے میں قانون ساز بلاک کا ممبر مقرر ہوا۔

گرون(Grun)۔کارل(1817_87)۔جرمنی کا چھوٹی بورژوازی والا صاحب قلم، 1840 کے چار پانچ سال بعد وہ "سچے سوشلزم" کے اہم نمائندوں میں شمار ہونے لگا تھا۔

گیز(Guise)۔ڈیوک ملاحظہ ہو ہنری دوم آف لوٹرنگ۔

گیزو(Guizot)۔فرانسوا پیئر ہیوم(1787_1874)۔فرانس کا بورژوائی مؤرخ اور ریاستی معاملات میں ممتاز۔ 1840_43 تک فرانس کی اندرونی اور بیرونی سیاست کے تار اسی کے ہاتھ میں رہے۔

ل

لاروش ژاکلین(La Rochejaquelien)۔آنری اوگوست ژورژ، مارکوئیس(1805_67)۔فرانس کا ایک سیاسی رہنما۔ جائز وارث والی پارٹی کے رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔ دوسری ریپبلک کے زمانے میں وہ آئین ساز اور قانون ساز اسمبلیوں کا ممبر رہا۔

لاسال(Lassalle)۔فرڈینڈ(1825_64)۔جرمن چھوٹی بورژوازی کا آدمی، مضمون نگار اور وکیل۔ رائن صوبے میں 1848_49 کی جمہوری تحریک میں شریک ہوا۔ 1860 کے بعد والے برسوں میں مزدور تحریک سے مل گیا۔ 1863 میں " کل جرمن مزدور یونین" کی بنیاد ڈالنے والوں میں سے تھا۔ پروشیا کے سائے میں جرمنی کو ملا کر ایک ملک کرنے کا تحریک کا حامی جس نے جرمن مزدور تحریک میں موقع پرستی کی ٹیڑھ پیدا کر دی۔

لافارگ(Lafargue)۔لاؤرا(1845_1911)۔فرانس کی مزدور تحریک کی سرگرم لیڈر۔ پول لافارگ کی بیوی اور کارل مارکس کی بیٹی۔

لامارتین(Lamartine)۔الفونس(1790_1869)۔فرانسیسی شاعر،مؤرخ اور سیاسی شخصیت۔1848 میں وزیر خارجہ بھی تھا اور عارضی حکومت کا اصلی سربراہ بھی۔

لاہت(La Hitle)۔ژاں ارنسٹ(1789_1878)۔فرانسیسی جنرل،بوناپارٹ کا حامی۔1850_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔1849 سے 1851 تک وزیر خارجہ۔

لوئی(Louis)چودھواں۔(1638_1715)1643 سے آخر دم تک فرانس کا بادشاہ رہا۔

لوئی(Louis)پندرھواں۔(1710_74)۔پانچ برس کی عمر میں فرانس کا بادشاہ بنایا گیا اور آخر دم تک صاحب تخت وتاج رہا۔

لوئی(Louis)سترھواں۔(1755_1824)۔پہلے 1814_15 اور پھر 1815 سے آخر دم تک فرانس کا بادشاہ رہا۔

لموری سیئر (Lamoriciere)۔کرستوف لوئی لیون(1806_65)۔فرانسیسی جنرل،اعتدال پسند بورژوا ریپبلکن۔1848 میں اس نے جون کی بغاوت کچلنے میں پورا زور لگایا اور بعد میں جون سے دسمبر تک کاوے نیاک کی حکومت کا وزیر جنگ رہا۔

لوتھر(Luther)۔مارٹن(1483_1546)۔مسیحیت کی اصلاحی تحریک کا مشہور رہنما جس نے جرمنی میں پروٹسٹنٹ فرقے کی بنیاد رکھی۔جرمنی کے چودھری(بورگ)ذہن کا نمائندہ۔

لوک(Locke)۔ژاں(1632_1704)ثنویت کا ماننے والا مشہور انگریز فلسفی جس نے فلسفے میں حسیت کو اہم قرار دیا۔

لوئی بوناپارٹ۔ملاحظہ ہو نپولین سوم

لوئی نپولین۔ملاحظہ ہو نپولین سوم

لوئی فلپ(Louis Philippe)۔(1773_1850)اورلین شاہی خاندان کا چشم وچراغ جو 1830_48 تک فرانس کا بادشاہ رہا۔

لوئی فلپ(Louis Philippe)۔البیر اورلین۔پیرس کا نواب(count of paris)(1838_94)۔لوئی فلپ بادشاہ کا پوتا۔فرانسیسی بادشاہت کا دعویدار۔

لیدرورولین(Ledru Rollin)۔الیگزینڈر اوگوست(1807_74)۔فرانسیسی اہل قلم،چھوٹی بورژوازی کے ڈیموکریٹ لیڈروں میں سے تھا۔اخبار "Reforrne" کا ایڈیٹر۔ آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا ممبر اور وہاں "مونٹین"(پہاڑی)پارٹی کا لیڈر۔بعد میں ملک چھوڑ کر نکل گیا۔

لے فلو(Le Flo)۔ادولف عمانویل شارل(1804_87)۔فرانس کا ایک جنرل اور سیاسی لیڈر جو ضابطہ پارٹی کا نمائندہ بنا۔دوسری ریپبلک کے زمانے میں وہ آئین ساز اور قانون ساز اسمبلیوں کا ممبر رہا۔(p,183,273)

لونگے(Longuet)۔جینی(1844_83)۔مارکس کی بڑی بیٹی جس نے فرانسیسی سوشلسٹ شارل لونگے سے شادی کر لی تھی۔

لونگے(Longuet)۔ژاں(1876_1938)۔مارکس کا نواسا،جینی لونگے کا بیٹا۔فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی اور دوسری انٹرنیشنل کے اصلاح پسند لیڈروں میں سے تھا۔

م

ماتسینی(Mazzini)۔جوزف(1805_72)اٹلی کا مشہور انقلابی اور بورژوا ڈیموکریٹ۔قومی آزادی کی تحریک کا ایک سرگرم لیڈر۔1849 میں جب روم کی ریپبلک قرار دی گئی تو عارضی حکومت کا سربراہ وہی تھا۔1850 میں یورپی ڈیموکریٹوں کی ایک مرکزی کمیٹی لندن میں بنائی گئی تو اس کی تنظیم میں بھی پیش پیش رہا۔پہلی انٹرنیشنل قائم ہوئی تو اسے اپنے ہاتھ تلے رکھنے کی کوشش کی،پھر اٹلی میں علیحدہ سے مزدور تحریک کی ترقی میں رکاوٹ ڈالتا رہا۔

مارکس(Marx) جینی۔(1814_81)۔گھر کا نام تھا فون ویسٹ فالین۔کارل مارکس کی بیوی،صحیح معنوں میں شریک حیات اور مددگار۔

کارل مارکس(Karl marx)۔(1818_83)

مارگن(Morgan)۔لوئیس ہنری(1818_81)۔امریکہ کا مشہور عالم،مؤرخ،جس نے ابتدائی سماج کی تحقیق کی ہے،بے ترتیب مادیت کا قائل۔

مال ویل(Maleville)۔لیون(1803_79)۔فرانس کا ایک سیاسی رہنما،اورلین والوں کا حامی۔دوسری ریپبلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلیوں کا ممبر۔دسمبر 1848 کے دوسرے پندرہواڑے میں وزیر داخلہ بھی رہا۔

مانیان(Magnan)۔برنار پیر (1791_1865)۔فرانسیسی مارشل،بوناپارٹ کا حامی۔2دسمبر 1851 کو حکومت کا تختہ الٹنے کی تیاریوں میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔

ماورر(Maurer)۔جارج لڈوگ(1790_1872)۔جرمنی کا ایک مشہور بورژوا مؤرخ۔اس نے قدیم اور وسطی زمانے کے جرمنی میں سماجی نظام کی تحقیق کی۔

مراست(Marrast)۔آرمان(1801_52)۔فرانسیسی مضمون نگار۔اعتدال پسند بورژوا ریپبلکنوں میں ایک لیڈر شمار ہوتا تھا۔اخبار "National" کا ایڈیٹر۔1848 میں عارضی حکومت میں شریک ہو گیا اور پیرس کا میئر بنا۔1848_49 میں آئین ساز اسمبلی کا صدر رہا۔

مسانیلو(Maseniello)۔(یہ تومازو آنیلو اس کا نام پڑ گیا تھا)(1620_47)۔ماہی گیر تھا۔1647 میں نیپلز کی شورش کا لیڈر۔اسپین کے غلبے کے خلاف یہ شورش اٹھی تھی۔

موپا(Maupas)۔شارلیمان ایمیل(1818_88)۔فرانسیسی وکیل،بوناپارٹ کا حامی۔1851 میں پیرس کی پولیس کا پریفیکٹ(انسپکٹر جنرل)۔2دسمبر 1851 کو حکومت کا تختہ

الٹنے کی تیاریوں میں اس کا بھی ہاتھ تھا۔ 1852_53 میں پولیس کا منسٹر رہا۔

مورنی (Morny)۔ شارل اوگوست لوئی جوزف دے، ڈیوک (1811_65)۔ فرانس کی ایک اہم شخصیت، بوناپارٹ کا حامی۔ 1849_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر۔ 2 دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت کی تدبیروں میں وہ بھی شریک تھا۔ دسمبر 1851 اور جنوری 1852 میں وزیر داخلہ رہا۔

مولے (Mole)۔ لوئی ماتیو، کاؤنٹ (1781_1855)۔ فرانس کے ریاستی معاملات میں دخیل، اورلین کا حامی۔ 1836_37 میں اور پھر 1837_39 تک وزیر اعظم رہا۔ دوسری ریپلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلیوں کا ممبر تھا۔

مونتالامبیر (Monta Lembert)۔ شارل_ (1810_70)۔ فرانسیسی اہل قلم۔ دوسری ریپلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا، اورلین والوں کا حامی۔ کیتھولک پارٹی کا لیڈر۔

میکفرلین (Macfarlane)۔ ہیلن، 1849_50 میں چارٹسٹوں کے اخبار میں کام کرتی تھی، اس نے "کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو" انگریزی میں ترجمہ کیا۔

موگن (Mauguin)۔ فرانسوا (1785_1854)۔ فرانسیسی قانون دان۔ 1848 تک شاہی خاندانوں کے آزاد خیال حامی حزب مخالف کا ایک لیڈر تھا۔ دوسری ریپلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز اسمبلی کا ممبر ہو گیا۔

ن

نپولین اول (Nepoleon)۔ بوناپارٹ (1769_1821)۔ فرانسیسی سپہ سالار جو 1804_14 تک اور پھر 1815 میں فرانس کا شہنشاہ رہا۔

نپولین سوم (Napoleon)۔ لوئی نپولین بوناپارٹ (1808_73)۔ نپولین اول کا بھتیجا۔ 1848_51 میں دوسری ریپلک کا صدر تھا۔ پھر 1852_70 تک فرانس کا شہنشاہ بنا رہا۔

نیے میئر (Neumayer) مکسی میلین ژورژ جوزف (1789_1866)۔ فرانسیسی جنرل، ضابطہ پارٹی کا طرف دار۔

نیئی (Ney)۔ ایڈگر (1812_82)۔ فرانسیسی فوجی افسر۔ بوناپارٹ کا حامی اور صدر لوئی بوناپارٹ کا مصاحب خاص۔

و

واتی مینل (Vatimesnil)۔ آنتواں (1789_1860)۔ فرانس کا ایک سیاسی رہنما، جائز وارث والوں کا حامی۔ 1849_51 تک قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا۔

وائس (Vaisse)۔ کلاد ماریوس (1799_1864)۔ فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں نام۔ بوناپارٹ کا حامی، جنوری سے اپریل 1851 تک وزیر داخلہ رہا۔

وائیٹلنگ (Weitling)۔ ولیم (1808_71)۔ جرمنی میں جب مزدور تحریک نے سر اٹھایا تو یہ شخص اس کا ایک اہم لیڈر تھا۔ قیاس پر مبنی، مساواتی، کمیونزم کے نظریہ سازوں میں اس کا نام بھی آتا ہے۔

ویدل (Vidal)۔ فرانسوا (1814_72)۔ فرانس کا ایک ماہر معاشیات، چھوٹی بورژوازی کا سوشلسٹ۔ 1848 میں لکسمبرگ کمیشن کا سکریٹری تھا۔ 1850_51 میں قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہا۔

ویروں (Veron)۔ لوئی دزیرے (1798_1867)۔ فرانس کا اخبار نویس اور سیاسی رہنما، بوناپارٹ کا حامی، اخبار "کانسٹی ٹیوشنل" کا مالک۔

ویلیل (Villele)۔ ژاں باتیست سیرافین جوزف (1773_1854)۔ فرانس کے ریاستی معاملات میں نمایاں شخصیت، جائز وارث والوں کا حامی۔ 1822_28 تک وزیر اعظم رہا۔

ویئرا (Vieyra)۔ فرانسیسی کرنل، بوناپارٹ کا حامی۔ 2 دسمبر 1851 کے انقلاب حکومت میں یہ بھی پیش پیش تھا۔

ہ

ہنری دوم آف لوٹرنگ (Henry 2 of Lorraine)۔ ڈیوک گیز (1614_64)۔ فروندا کا ایک ممتاز شخص۔

ہنری پنجم (Henry 5)۔ ملاحظہ ہو شامبور، آنری شارل۔

ہنری ششم (Henry 6)۔ (1421_71)۔ جو 1422_61 تک انگلینڈ کا بادشاہ رہا۔

ہیکس تھاسن (Haxthausen)۔ اگوسٹ (1792_1866)۔ پروشیا کا ایک عہدہ دار اور ادیب۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس میں دکھایا گیا ہے کہ روس کی کاشتکاری میں قدیم زمانے کے مشترکہ ملکیت نظام کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔

ہیگل(Hegel)۔جارج ولہیم فریڈرک(1770_1831)۔کلاسیکی جرمن فلسفے کی سب سے قدآور شخصیت۔معروضی آئیڈیلسٹ۔

ہیوگو(Hugo)۔وکٹر(1802_85)۔فرانس کا بڑا ادیب اور ناول نگار۔دوسری ریپلک کے زمانے میں آئین ساز اور قانون ساز دونوں اسمبلیوں کا ممبر رہا۔

ی

یون(Yon)۔فرانس کا پولیس کمشنر جسے 1850 میں قانون ساز اسمبلی کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی۔(p,225,231,232)

ادبی اور افسانوی شخصیتیں

اکیلیس (Achilles)۔یونان میں تلفظ اخیل۔قدیم یونان کا رستم داستاں جس نے ٹرائے شہر کا محاصرہ کیا تھا۔ہومر کی ڈرامائی نظم ایلیڈ(illiad) کا ہیرو۔روایت ہے کہ جب تک ایڑی زمین کو لگی رہتی وہ فتح یاب ہوتا۔ایڑی میں تیر لگنے سے اس کی جان گئی۔

پاؤل(paul)۔انجیل کی روایت کے مطابق ایک مسیحی ولی گزرے ہیں۔

تھیٹس(Thetis)۔قدیم یونانی روایت سے یہ سمندر کی دیوی ہے اور اکیلیس کی ماں جس نے بیٹے کو ٹرائے کے کنارے پر پہلے قدم رکھنے کی پیش بندی کر دی تھی کیوں کہ جو کوئی پہلے قدم رکھتا وہ مارا جاتا۔

ڈیموکلس(Damocles)۔قدیم یونانی روایت کے مطابق چوتھی صدی قبل مسیح میں وہ سراکس کے ظالم بادشاہ دیونی سس کا مصاحب تھا۔دیونی سس نے اسے دعوت دی اور اپنے تخت پر بٹھالیا۔عین اس کے سر پر گھوڑے کے بال سے بندھی تلوار لٹکتی رہی۔اس قدردانی اور دہشت کا مطلب یہ تھا کہ ڈیموکلس اس سے جلنے کی بجائے دیکھ لے کہ انسانی عیش کے لباس میں ہر وقت خطرے کا کانٹا چبھتا ہے۔تب سے یہ مثل ہوگئی "ڈیموکلس کی تلوار" یعنی خطرہ جو تلوار کی طرح برابر سر پر منڈلا رہا ہو۔

سرتسئے(Circei)۔جسے کرکا(Circe) بھی کہتے ہیں۔جزیرہ ائیا کی پرانی جادوگرنی جس نے اولیس کے ہمراہیوں کو سور کی جون میں ڈال دیا تھا اور اسے سال بھر اپنے جزیرے میں رکھا۔اس سے مراد ہوتی ہے جان لیوا حسینہ۔

سیموئیل (Samuel)انجیل کی روایت کے مطابق قدیم یہودی پیغمبر(حضرت اسماعیل)

کراپولینسکی(Crapulinski)۔یہ جرمن شاعر ہائنے کی مشہور نظم "دوسردار" کا ہیرو ہے،یعنی دیوالیہ زمیندار۔یہ نام فرانسیسی لفظ "کراپولے" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کنگلا، ندیدہ،ٹوٹ کر پینے والا،نکھٹو وغیرہ۔مارکس نے لوئی بوناپارٹ پر یہ پھبتی کسی ہے۔

کرے ویل(Crevel)۔بالزاک کے ناول"La Cousine Bette" کا ایک کردار جو نودولتیے،ژولے پر ہاتھ صاف کرنے والے اور بدچلن آدمی کا نمونہ ہے۔

واکھ(Bacchus)۔واکھ رنگ رلیوں کا رومن دیوتا۔

ہیاکوک__انجیل میں ایک پیغمبر کا نام

یسوع مسیح_حضرت عیسیٰ کا دوسرا نام۔

END

اس کتاب کو مارکسسٹس انٹرنیٹ آرکائیو marxists.org کے لیے ابن حسن نے ترتیب دیا۔

کمپوزنگ:نوید احمد۔ابن حسن

اپنی رائے اور تجاویز کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

hasan@marxists.org